الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری کی

بارہ تقریریں

تالیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری کی

بارہ تقریریں

تالیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بُک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب	———	بارہ تقریریں
مصنف	———	مفتی غلام حسن قادری
حسبِ فرمائش	———	مولانا الحاج پیر قاری اصغر علی نورانی
پروف ریڈنگ	———	پیر طاہر حسین کاظمی قادری (پاکپتن شریف)
کمپوزنگ	———	زاہد اقبال
خصوصی دعا	———	الحاج محمد شریف رضوی (لاہور بروسٹ)
بنظرِ عنایت	———	حضرت سلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	———	محمد اکبر قادری
تاریخ اشاعت	———	فروری ۲۰۱۴ء / ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
تعداد	———	۱۱۰۰
قیمت	———	250/ روپے

انتساب

اہل علم میں سے ان بارہ مبارک ہستیوں کے نام جن کی تقاریر سے استفادہ کر کے میں نے یہ "بارہ تقریریں" ترتیب دیں۔

(۱) مفتی اعظم پاکستان سیّدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ
(۲) محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۳) غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
(۵) ابوالکلام صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ
(۶) سلطان الواعظین ابوالنور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں رحمۃ اللہ علیہ
(۷) شیر اہل سنت مولانا عنایت اللہ 'سانگلہ ہل' رحمۃ اللہ علیہ
(۸) خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ
(۹) صوفی باصفا صوفی غلام حسین گوجروی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) شہنشاہِ خطابت پیر سیّد محمد یعقوب شاہ 'پھالیہ' رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) واعظ خوش الحان قاری احمد حسن رہتکی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) مفتی ابن مفتی مختار احمد گجراتی نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد وشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ اعانت و نصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہئے تا کہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ”مفتی غلام حسن قادری کی بارہ تقریریں“ متلاشیانِ علم و عرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش

محمد اکبر قادری

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
انتساب	۳	تقریر نمبر 2:	۳۳
عرضِ ناشر	۴	**مومن کا دل اللہ کا عرش**	
تقریر نمبر 1:	۱۳	قلب المؤمن عرش اللّٰہ تعالٰی	۳۳
انسان اور انسانیت		اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ	۳۴
عظمت انسان	۱۳	ایک عارف کا قول	۳۵
وفا کا تقاضا	۱۵	دل کی تین قسمیں	۳۵
تخلیق انسانی	۱۶	صفائی قلب اور توبۃ النصوح	۳۶
چھینک آنے پر الحمد للہ کیوں کہا جاتا ہے؟	۱۷	گوشت کا لوتھڑا	۳۷
دہلیز مصطفیٰ ﷺ پہ جھک جاؤ	۱۸	دل پہ دلدار یک ہر وقت نظر رہتی ہے	۳۷
عقل وفراست نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	۱۹	اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی	۳۹
دوڑ پیچھے کی طرف	۲۰	واقعات کی روشنی میں	۴۰
شرفِ انسانیت	۲۱	بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے	۴۰
انسان کا امتحان	۲۲	محبوب کی یاد میں رہنا	۴۰
بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن ان کا	۲۴	دل کی سختی	۴۱
بندگانِ خدا کی صفات قرآن سے	۲۵	رقّت قلب	۴۱
بندگانِ خدا جل جلالہ اور احادیث مصطفیٰ ﷺ	۲۶	دل شکستہ	۴۱
جب اللہ بندے سے محبت کرتا ہے تو......	۲۷	دل کی امیری	۴۲
بزرگوں کے نعرے کیوں لگتے ہیں	۲۷	فقیر کی دو قسمیں	۴۳
سو بندوں کا قاتل	۲۸	خاکساران جہاں را بحقارت منگر	۴۴
پڑھ کر کلمہ مسلماں ہو گیا	۲۹	قلب مصطفیٰ ﷺ	۴۵
قربِ خداوندی	۳۰	روح اور جسم	۴۶
اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے پاس ہے	۳۱	روح عقل اور نفس	۴۷

عنوان	صفحہ
جسم وروح کی پرواز	۴۸
جسم وروح کی غذا	۴۹
اقسامِ نفس	۵۰
اقسام رزق	۵۰
روح کی حفاظت	۵۱
جو تیری نظر میں نہ آسکا تو تیری نظر کا قصور ہے	۵۲
تصوف کیا ہے؟	۵۳
فرمان غوث اعظم رضی اللہ عنہ	۵۳
علم وعمل	۵۴
جھوٹے پیر	۵۵
پیر صاحب یہ کام نہیں کرتے	۵۵
اور یہ کام کرتے ہیں	۵۶
لطیفہ	۵۶
ہدیہ قبول کرنا اور پھر دبا جانا	۵۶
شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی مثال	۵۷
داڑھی اندر لٹ، کڑا اور مندرے باہر	۵۷
مخالف شرع اور سنت کے تارک "پیر" کا علاج	۵۸
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۵۸
غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا	۵۹
اصلاح نفس	۵۹
نفس کا علاج	۶۰
واقعات خضر علیہ السلام کی توجیہات	۶۱
خدا بندے سے خود پوچھے......	۶۲
امیری فقیری کی مانع نہیں	۶۴
صوفیاء کا ہر کام سنت سے ثابت ہے	۶۴
عورتوں سے بیعت کیسے لی جائے	۶۷

عنوان	صفحہ
صوف کا لباس	۶۸
مراقبہ اور چلہ کشی	۶۸
سالانہ عرس	۶۸
کثرت عبادت	۶۸
خاموشی اور اس کے فضائل	۶۹
فاقہ کشی اور اس کے فوائد	۶۹
مرید بنو مگر کس کے؟	۷۰
احوال واقوال صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ	۷۰
مرید کی وجہ سے پیر کی بخشش	۷۰
جب رات ہوتی ہے	۷۰
ہر وقت خدا کی زیارت	۷۱
ہر وقت مصطفیٰ کی زیارت	۷۱
اولیاء کرام کا معیار تحقیق	۷۱
کوئی پرواہ نہیں	۷۲
کن گناہوں سے ایمان چھن جاتا ہے	۷۲
امید وخوف	۷۲
شیطان کا مقابلہ کیسے کریں؟	۷۳
اویس قرنی ؓ کا سوال	۷۳
سنی ہونے پر شکرِ خدا	۷۳
مرشد کا جوتا	۷۴
"حافظہ" کا روحانی علاج	۷۴
مصیبت پہ خوشی	۷۴
لفظ "قل" کا ترجمہ	۷۴
منصور حلاج کا قول	۷۵
ولی کی سخاوت وشجاعت	۷۵

عنوان	صفحہ
نیکوں کو دوست بناؤ	۷۵
مرید پیر کے ہاتھوں میں	۷۵
فرشتوں کو رحمت نہ دو	۷۵
مرید کی خواہش	۷۶
تقریر نمبر3:	۷۷
صحبت کا اثر	
شیطان، دشمن انسان	۷۸
اُف! اتنا شدید حملہ؟	۸۰
ایسا بھی ہوتا ہے	۸۱
لطیفہ یا عبرت	۸۲
قیامت کے دن شیطان کی بے وفائی	۸۳
ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہوگئی	۸۴
لمحہ فکریہ	۸۵
چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں	۸۵
شیطانی حربے	۸۷
آمدم برسر مطلب	۸۹
احساسِ ندامت	۹۰
زبر نہ تھی زیر تھی......	۹۲
اولیاء کرام علیہم رحمۃ الرحمٰن	۹۳
قائد کا پھسلنا	۹۳
ارض وسماء کا حُسن "اولیاء اللہ"	۹۴
علم پہچان اور تعلق	۹۴
درباروں پہ کیوں جاتے ہو؟	۹۵
اولیاء اللہ کیا مکھی بھی نہیں بنا سکتے؟	۹۶
انسانی عظمت اور انسانیت کے سچے خیر خواہ	۹۸

عنوان	صفحہ
عظمت انسانی کی بڑی وجہ	۱۰۰
اسلام کا مقصود ومطلوب	۱۰۴
اسلام ہی انسانیت کا سچا خیر خواہ ہے	۱۰۷
انسان ہی امانت الٰہیہ کا امین ہے	۱۰۹
اسلامی قانون کی ایک نمایاں خوبی	۱۱۱
امانت کیا ہے؟	۱۱۲
اولیاء اللہ اور انسانی خیر خواہی کا جذبہ	۱۱۵
اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطٰن کی طاقت	۱۱۶
علمی نکتہ	۱۱۸
انسانوں کے تین طبقات	۱۱۹
ولی اللہ کا دل	۱۲۰
ایک وضاحت	۱۲۱
سائنسی طاقت اور خدائی طاقت	۱۲۲
قرآن کی دو صورتیں	۱۲۳
شیر اور بکری کی صلح	۱۲۳
پھانسی کا پھندا چوم لیا	۱۲۳
جیسے ہمارے اعمال ویسے حکمران	۱۲۴
چالیس ہزار دس ہزار کا مکان ہمسائے کا	۱۲۴
ستم ظریفی یا احسان فراموشی؟	۱۲۴
اتنی سی بات پہ بخشش	۱۲۵
بت بت ہے ولی ولی ہے	۱۲۵
برکات مزارات	۱۲۶
باطنی حکومت	۱۲۶
فرق صاف ظاہر ہے	۱۲۷
ایک نکتہ	۱۲۷

Scanned with CamScanner

عنوان	صفحہ
آخری بات	۱۲۸
تقریر نمبر4:	۱۳۰
چاند اشارے سے ہو چاک	
اپنے انداز میں	۱۳۰
انگلی کا اشارہ	۱۳۴
حبیب یمنی کا قبول اسلام	۱۳۶
چاند کے دو ٹکڑے سب دنیا میں دیکھے گئے	۱۳۸
تقریر نمبر5:	۱۴۱
سنتِ مصطفیٰ ﷺ	
جائے شادی نیست دنیا، ہوش دار	۱۴۱
ہم اہل سنت کیوں ہیں	۱۴۲
حکایت	۱۴۴
سبق آموز مثال	۱۴۵
تحقیقاتِ سائنسی اور تعلیمات نبوی	۱۴۷
اسلام کا نظام طہارت	۱۵۰
نظام خورد ونوش	۱۵۲
بخار اور دیگر بیماریوں کا علاج	۱۵۵
نماز اور صحتِ جسمانی	۱۵۷
ختنہ کی سنت	۱۵۸
مکھی مشروب میں گر جائے تو	۱۵۹
کھانا کھانے کی سنت	۱۶۰
اشارات	۱۶۲
تقریر نمبر6:	۱۶۳
والدین مصطفیٰ ﷺ	
قرآنی دلیل نمبر۱	۱۶۳

عنوان	صفحہ
قرآنی دلیل نمبر۲	۱۶۴
قرآنی دلیل نمبر۳	۱۶۵
قرآنی دلیل نمبر۴	۱۶۶
قرآنی دلیل نمبر۵	۱۶۶
اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان	۱۶۷
سوال:	۱۶۷
جواب	۱۶۸
سوال	۱۶۸
جواب	۱۶۸
وہ اصحاب فترت میں سے تھے	۱۶۸
میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں	۱۷۰
سوال	۱۷۱
جواب	۱۷۱
تنبیہ	۱۷۵
اعتراض	۱۸۰
جواب	۱۸۱
مقام غور ہے	۱۸۴
سوال	۱۸۶
جواب سوال نمبر۱	۱۸۶
جواب سوال نمبر۲	۱۸۷
سوال	۱۸۷
جواب	۱۸۷
سیدھی سی بات ہے	۱۸۸
سچی بات یہ ہے	۱۸۸

عنوان	صفحہ
تقریر نمبر7:	۱۹۱
ماں باپ کا مقام	
ایک مثال	۱۹۲
خاص الخاص عبادت میں بھی والدین کے لیے	
دعا	۱۹۲
ایک المیہ	۱۹۳
والدین کی نیکی اور اولاد کی بدعملی	۱۹۴
لطیفہ	۱۹۵
والدین کا احترام کس طرح ہو جبکہ......	۱۹۶
مسئلہ	۱۹۷
موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں ساتھی	۱۹۸
مسئلہ	۲۰۰
والدین کا نافرمان	۲۰۰
والد کے لئے گھر میں جگہ نہیں	۲۰۱
اولاد کی دینی تربیت	۲۰۲
ماں دا دل	۲۰۳
لطیفہ	۲۰۴
ماں کی دعا	۲۰۵
حقوقِ والدین اور احادیثِ مبارکہ	۲۰۶
ایمان افروز واقعات	۲۱۲
تین مصیبت زدہ مسافر	۲۱۲
والدہ کا دکھڑا سن کر امام الانبیاء بھی رونے لگے	۲۱۳
مرتے وقت زبان بند ہو گئی	۲۱۴
کندھوں پہ اٹھا کر سات حج اور ایک رات کا حق	۲۱۶
والدہ کی خدمت نے سلطان العارفین بنا دیا	۲۱۷

عنوان	صفحہ
جیسا کرو گے ویسا بھرو گے	۲۱۷
والدین کے نافرمان کے لئے حضور علیہ السلام	
کی بددعا	۲۱۸
داڑھی سے ماں کے قدم صاف کئے	۲۱۹
حضرت اویس قرنی کی ماں	۲۱۹
حضرت ابوہریرہ کی ماں	۲۲۰
باپ کی خدمت کا صلہ	۲۲۱
سورۂ بقرہ اور واقعۂ احترامِ والدہ	۲۲۲
مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	۲۲۳
تقریر نمبر8:	۲۲۵
ایک نبی کی علمی شان	
کیا رونا لاعلمی کی دلیل ہے	۲۲۶
عقلی دلیل	۲۲۷
علم کی فضیلت واہمیت	۲۲۸
علماء حق اور علماء سو	۲۲۸
علماء حق کی پہچان	۲۲۹
علماء سو کی مثال	۲۳۰
نبیوں کے وارث کون ہیں؟	۲۳۱
حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت	۲۳۲
العلم والعلماء	۲۳۲
ایک حدیث کے لیے مدینہ سے دمشق آئے	۲۳۶
تین آدمیوں کا حال	۲۳۷
قیامت کب آئے گی	۲۳۷
مسئلہ سمجھانے کا اندازِ نبوی	۲۳۹
طالب علم کا امتحان لینا	۲۳۹

Scanned with CamScanner

عنوان	صفحہ
قابلِ توجہ	۲۴۰
حصولِ حدیث کا شوق اور صحابۂ کرام	۲۴۰
علم یعقوب علیہ السلام پہ قرآنی دلائل (تمام آیات سورۂ یوسف کی ہیں)	۲۴۳
لطیفہ	۲۴۷
ایک عجیب نکتہ	۲۴۹
نکات	۲۵۱
شانِ یوسف اور عظمتِ محمدی	۲۵۳
وسیلے کا مسئلہ	۲۵۳
تقریر نمبر9:	۲۵۵
برکاتِ وسیلہ	
وسیلے کی قسمیں	۲۵۶
مزید دلائل	۲۵۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں	۲۵۸
انکارِ وسیلہ یا دشمنیٔ اولیاء	۲۶۱
واقعہ خضر علیہ السلام سے عظمتِ اولیاء کرام	۲۶۱
آیہ وسیلہ کے فوائد	۲۶۳
نکاتِ وسیلہ	۲۶۵
آیاتِ قرآنیہ سے استدلالِ وسیلہ	۲۶۸
پچاس نمازیں اور موسیٰ علیہ السلام کا وسیلہ	۲۷۰
لطیفہ	۲۷۱
اعتراضات وجوابات	۲۷۳
پہلا اعتراض	۲۷۳
دوسرا اعتراض	۲۷۳
تیسرا اعتراض	۲۷۴
چوتھا اعتراض	۲۷۴
پانچواں اعتراض	۲۷۵
تنبیہہ	۲۷۵
چھٹا اعتراض	۲۷۶
ساتواں اعتراض	۲۷۶
آٹھواں اعتراض	۲۷۷
وسیلہ کی تین صورتیں	۲۷۸
الدعاء بالوسیلہ	۲۷۹
تقریر نمبر10:	۲۸۱
نسبت کی فضیلت	
پھول کی صحبت سے مٹی میں خوشبو	۲۸۱
اچھوں کی صحبت	۲۸۲
پانی دودھ کی صحبت میں	۲۸۴
اچھی بُری صحبت کا اثر	۲۸۶
نوح علیہ السلام کا بیٹا	۲۸۹
جانوروں پہ صحبت کا اثر	۲۹۰
نکاتِ فیضِ صحبت	۲۹۱
خواجہ باقی باللہ اور نانبائی	۲۹۲
نسبت کی اہمیت	۲۹۲
یہود ونصاریٰ کو نسبت کا فائدہ	۲۹۴
اچھی نسبت کی مثالیں	۲۹۵
نسبتِ صحابیت	۲۹۶
محمد کی نسبت بڑی چیز ہے	۲۹۷
بسنت ایک لعنت	۲۹۹

عنوان	صفحہ
فضول خرچی	۲۹۹
جمعہ مسلمانوں کی عید اور بسنت ہندوؤں کی	۳۰۰
شیطان کی آمد	۳۰۱
بزرگوں کی آمد پہ لاہور نے وجد کیا مگر......	۳۰۲
کیا یہ کشمیر کے شہیدوں سے غداری نہیں	۳۰۳
کیا یہ موسمی تہوار ہے؟	۳۰۳
احادیث مبارکہ	۳۰۴
ہماری معاشی زبوں حالی اور پاکستانی قوم کی بے اعتدالی	۳۰۵
بسنت کے فوائد بھی ہیں؟	۳۰۶
لطیفہ	۳۰۷
کیا منع کرنے والوں سے یہ "بسنتے" بہتر ہیں	۳۰۷
تقریر نمبر11:	۳۰۹
اللہ سے ڈرو	
زندگی کی حقیقت	۳۰۹
احادیث استغفار	۳۱۱
استغفار ہر مصیبت کا علاج ہے	۳۱۱
بہترین گناہ گار کون؟	۳۱۱
قبولیت توبہ کی تین شرائط	۳۱۱
اگر زمین تیرے گناہوں سے بھر بھی جائے تو......	۳۱۳
دل کی سیاہی کا علاج	۳۱۳
توبہ کا دروازہ	۳۱۳
بابرکت شخص	۳۱۴
دوزخ کی آگ حرام کردی گئی	۳۱۴
جنت ودوزخ کے متعلق دعا کرنے والا	۳۱۴
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دنیا سے بے رغبتی	۳۱۵
بالاخانہ بنانے والے کو حضرت عمر کا خط	۳۱۵
مکان کی چھت کیسی ہو؟	۳۱۶
کھلی کچہری	۳۱۶
حضور علیہ السلام کا دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرنا	۳۱۸
توبہ نہ کرنے والا ظالم ہے	۳۱۹
جس کی وجہ سے بارش رُکی ہوئی تھی اب اس کی وجہ سے ہونے لگی	۳۲۰
توبہ استغفار کے فائدے	۳۲۰
توبہ کا اثر	۳۲۱
توبہ کی مزید اقسام	۳۲۳
توبہ کے آداب وشرائط	۳۲۴
رب کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔	۳۲۵
فکر آخرت اور تعلیماتِ نبوی	۳۲۶
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حال	۳۲۶
غذا کا معاملہ	۳۲۷
دونوں زمین سے دستبردار ہوگئے	۳۲۷
خوفِ خدا سے رونا	۳۲۸
حضرت علی المرتضیٰ کا حال	۳۲۸
صحابہ کرام کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت	۳۳۰
اپنی ضرورتوں کی پرواہ نہیں دوسروں کی ضرورت پوری کرتے	۳۳۱

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ایک مہمان کا عجیب قصہ	۳۲۱	حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۳
ایثار و قربانی کے بے مثال واقعات	۳۲۲	مرزا قادیانی اور پیر مہر علی	۳۵۵
لیکن کس قدر بدبختی ہے	۳۲۲	میں مقتول سے پوچھوں گا......	۳۵۵
حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت	۳۲۳	یہ میرے ہتھیار کا کمال ہے۔	۳۵۵
بندے کی توبہ اور شیطان کی ذلت	۳۲۳	حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۶
توبۂ آدم علیہ السلام	۳۲۵	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۶
حضور علیہ السلام کی برکت	۳۲۷	حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۷
پھول اور کانٹے کی مثال	۳۲۷	دلی کیفیات پہ آگاہی	۳۵۸
توفیق توبہ	۳۲۸	حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۹
ہر گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے	۳۲۹	بہشتی دروازہ	۳۵۸
گناہوں کی کثرت	۳۴۰	مردہ بچی زندہ ہو گئی	۳۵۹
تقریر نمبر 12:	۳۴۱	مٹی سونا ہو گئی	۳۵۹
شانِ اولیاء		سوئی کا تحفہ	۳۶۰
حدیث کی روشنی میں	۳۴۲	بابر کے مرید کے لیے خوشخبری	۳۶۰
ولی اللہ کا مقام و مرتبہ	۳۴۳	حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۱
مثنوی	۳۴۴	اولیائے نقشبند علیہم الرحمۃ	۳۶۲
چادر چڑھانا	۳۴۴	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی	
بزرگوں کی محنت	۳۴۵	نور اللہ مرقدہ	۳۶۳
مزار کس کا بنتا ہے؟	۳۴۷	مولانا جامی بارگاہ شاہِ نقشبند میں	۳۶۳
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا	۳۴۷	حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۴
گنج شکر بارگاہ گنج بخش میں	۳۴۹	حاضر و ناظر کا مسئلہ حل کر دیا	۳۶۵
فیض مدینے سے آ رہا ہے	۳۴۹	لنگر کا انتظام ہو گیا	۳۶۵
ایک غلط فہمی	۳۵۰	ایسے ہی کہہ دے	۳۶۵
اہل لاہور کی فضیلت	۳۵۱	تجھے حسن کا نور بنا دوں؟	۳۶۵
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۲	میں محمد کا بابو ہوں	۳۶۶

تقریر نمبر 1:

انسان اور انسانیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ مَنْ ہَاجَرَ اِلَیْہِ لِسَبِیْلِ مَرْضَاتِہٖ وَوَجَّہَ لَہُ الْقَبُوْلَ وَاَسْبَغَ عَلَیْہِ جَمِیْلَ ہِبَاتِہٖ وَوَقَاہُ مَکَائِدَ الشَّیْطٰنِ وَمَکَارِہَ اٰفَاتِہٖ کَذٰلِکَ یَھْدِی اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ لِسُلُوْکِ سَبِیْلِ الرِّضْوَانِ وَیُحْکِمُ اٰیَاتِہٖ اَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ عَلٰی نِعَمٍ تَتَجَدَّدُ بِالْغُدُوِّ وَالرَّوَاحِ وَاَشْکُرُوْہُ عَلٰی مَا صَرَفَ مِنَ الْمَکْرُوْہِ وَاَزَاحَ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کَثِیْرُ الْخَیْرِ دَآئِمُ الْاِحْسَانِ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ وُلْدِ عَدْنَانَ صَاحِبُ الْاٰیَاتِ الْمُعْجِزَاتِ وَالْبُرْھَانِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ حَمَلَۃِ الْعِلْمِ وَالْقُرْاٰنِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ والتین میں ارشاد ہوتا ہے: انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم ○ اور طور سینا کی قسم ○ اور اس امن والے شہر (مکۃ المکرمہ) کی قسم (جس میں اللہ کا حبیب صادق وامین آیا اور اس نے اس شہر کو امن والا بنا دیا)

بے شک ہم نے انسان کو بہترین تناسب (و اعتدال) پر بنایا ہے۔ (بہترین صلاحیتیں، بہترین اعضاء، بہترین فطرت، اعتدال قوائے ظاہری و باطنی کے ساتھ تخلیق کیا اور عمدہ صورت عطا فرمائی)

عظمت انسان

آدمیت کو نئی طرز پہ ڈالا کس نے
ڈگمگاتے ہوئے انسان کو سنبھالا کس نے
ہر برائی کو دیا دیس نکالا کس نے
کر دیا مشرق و مغرب میں اجالا کس نے
توڑ ڈالا کس نے رنگ و نسل کا اک اک بت
کارواں انسانیت اِک خانداں بنتا گیا

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ ہی ہر شئی کا خالق و مالک ہے۔ اس نے ہی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کو بھی پیدا کیا اور بڑی سے بڑی مخلوق کو بھی، اگر ہاتھی اس نے بنایا ہے اور یہ اس کا کمال ہے تو چیونٹی کو پیدا کرنا بھی کچھ کم کمال نہیں ہے کہ اتنے بڑے ہاتھی میں جتنے اعضاء اس نے بنائے ہیں وہ سارے کے سارے چیونٹی کے اندر بھی ہیں، اگر بڑا کارخانہ چھوٹی چیز بنائے تو اس کی توہین سمجھی جاتی ہے مگر اللہ نے جو کچھ بھی بنایا یہ اس کی شان ہے کیونکہ کارخانے میں تیار ہونے والی شئی سے بہتر بھی شئی دوسرے کارخانے میں تیار ہو سکتی ہے مگر سارا جہان اور جہان کے سارے کارخانے مل کر بھی اس کے کارخانہ قدرت میں تیار ہونے والی ادنیٰ سے ادنیٰ شئی سے بہتر تو کیا اس جیسی بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ مخلوق کی بنائی ہوئی شئی اور اللہ کی بنائی ہوئی شئی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی شئی جیسی کوئی اور نہیں بنا سکتا لن یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا لہٗ ۔ جب مکھی نہیں بنائی جا سکتی تو اور کیا بنایا جا سکے گا۔ پھر یہ اس کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں غلاظت کا کیڑا بنانے کی بجائے وجود محمدی عطا فرما دیا ہے اور پھر صرف انسان ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی بنا دیا اور اپنے پیارے کا امتی بھی بنا دیا۔

کسی کو پرندہ بنا کر اڑا دیا، جنگل کے بادشاہ شیر کو رکوع میں جھکا دیا، سانپ وغیرہ کو سجدے کی حالت میں گرا دیا تو تجھے سرو جیسا قد عطا فرما کر تیرے سر پر (ولقد کرمنا بنی آدم) عزت کا تاج پہنا دیا کہ تو اشرف المخلوقات ہے تو جھک کر نہ چل سر بلند ہو کر چل، ساری مخلوق کو تیرے سامنے جھکا (مسخر فرما) کر تجھے اس نے صرف اپنے سامنے جھکنے کا حکم فرما دیا۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے ، کھیتیاں سرسبز کیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے ، سب کچھ ہے تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

(الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض)

اب وفا کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کے آگے جھکے ورنہ جانوروں اور انسانوں میں کیا فرق رہ جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ نزول کے اعتبار سے یہ

Scanned with CamScanner

قرآن مجید کی بالکل پہلی آیت ہے۔ اس میں خلق کا مفعول ذکر نہ فرمایا گیا لہٰذا کل مخلوق ہی مراد ہوگی پھر اس کے فوراً بعد خلق الانسان کا ذکر کرنا انسان کی تمام مخلوق پر عظمت پہ بطریق اتم دلالت کر رہا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں بھی خلق الانسان فرمایا اور قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پہ بڑے اہتمام کے ساتھ صرف خلقت انسانی کا تذکرہ کرنا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق پہ ناز فرماتا ہے کیونکہ انسان اس کی تخلیق کا شاہکار ہے، باقی ساری کائنات میں اس کی معرفت کے جلوے جزوی طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ (سمندر کو دیکھیں تو صرف رحمت ہی رحمت، پہاڑوں کو دیکھیں تو صرف جلال ہی جلال) مگر انسان میں معرفت حق کا جلوہ کلی طور پر دکھائی دیتا ہے۔

وفا کا تقاضا

پھر اگر یہ انسان اپنے پالنے والے اور تخلیق کرنے والے کو بھول جائے تو اس سے بڑھ کر کیا بے وفائی ہوگی۔

کوئی شخص اگر اپنے کسی بہت ہی پیارے کے پاس جانے کا ارادہ کر لے اور اس کا پیارا اس کو کہے کہ میرے پاس آ رہے ہو تو فلاں چیز جو مجھے بہت پسند ہے وہ ضرور لیتے آنا اور بار بار تاکید کرے لیکن آپ وہ چیز لئے بغیر چل پڑے اور دوست کو جا کر ملے اس سے پیار کا اظہار کیا اور جب اس نے اپنی مطلوبہ ومحبوبہ شئی طلب کی تو آپ نے کہا ویسے تو مجھے آپ سے بہت محبت ہے مگر آپ کی چیز نہیں لا سکا تو یہ محبت نہیں دھوکہ ہے۔ محبت یہ ہے کہ محبوب بھی یاد رہے اور اس کی پسند بھی۔

ارے محبوب کی پسند پہ تو عاشق جان دے دیتے ہیں اے انسان! اگر تو بھی اولاد اور کاروبار سے اللہ کے لئے محبت کرتا تو تجھے خدا کی پسند کبھی نہ بھولتی، خدا سے محبت ایسی کرو کہ سب کچھ اس کے لئے ہو جائے۔ ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین ۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء'' میں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرمایا ہے کہ میں جب بھی اپنے محبوب حقیقی کی تلاش میں نکلا تو خود کو پایا اور اب عرصہ بیس سال سے حالت یہ ہے کہ خود کو تلاش کرتا ہوں تو جلوۂ یار نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اقبال نے اسی موقع کے لئے کہا ہے۔

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی ، کہ او پیدا است تو زیر نقابی

تلاش او کُنی جز خود نہ بینی — تلاش خود کُنی جز او نیابی

ہر مخلوق (جاندار) کو اس ذات نے پیٹ دیا ہے جس کی وجہ سے اس کو لقمے کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ جانوروں کا بادشاہ شیر ہی کیوں نہ ہو لیکن انسان کو فرمایا کہ تجھے میں لقمے کے آگے نہیں جھکاؤں گا بلکہ نوکری اور خدمت کے لئے دو نوکر و خادم (ہاتھ) عطا فرما دیئے تا کہ لقمے کی دہلیز پہ جھک کر اپنے آپ کو ذلیل نہ کر صرف میری بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اپنی عظمت کو چار چاند لگا لے۔

اگر ہمارے حضور علیہ السلام فرشتوں میں سے مبعوث ہوتے تو انسان کبھی اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز نہ پا سکتا اور اگر حضور علیہ السلام جنوں میں سے ہوتے تو اشرف المخلوقات جن ہوتے نہ کہ انسان، حضور علیہ السلام کو انسان بنا کر انسانیت کے سر پہ تاج کرامت وشرافت رکھ دیا۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات ؎

اب آدمی کچھ اور ہماری نظر میں ہے
جب سے سنا کہ یار لباسِ بشر میں ہے

تخلیق انسانی

فرشتوں اور جنوں کو ایک ایک شئی سے بنایا مگر انسان کی باری آئی تو اس کو چار چیزوں سے بنایا۔ (آگ، ہوا، مٹی، پانی) یہ چار عناصر ہوں تو بنے ''حضرتِ انسان''

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین علیہ السلام کو فرمایا: زمین کے سب سے اعلیٰ خطے ''عرفات'' سے مٹی لے کر آ (عرفات، عرفہ، عرفان کا معنی پہچان ہے تا کہ انسان ہر وقت میرے ساتھ جان پہچان رکھے جو انسان ہو کر اپنے خدا کو بھول جائے وہ عظمت انسانیت کا حامل نہیں بلکہ انسانیت کے لئے ذلت کا سبب ہے اولٰئک کالانعام بل هم اضل)

جب جبریل امین علیہ السلام مٹی لینے کے لئے میدان عرفات میں آئے مٹی پکڑی تو اس نے رونا شروع کر دیا، پوچھا کیوں روتی ہے، اس نے کہا: یہ قتل کرے گا، خون بہائے گا، فساد کرے گا۔ جبریل امین علیہ السلام واپس لوٹ گئے پھر اللہ نے میکائیل اور اسرافیل علیہما السلام کو بھیجا تو ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گئے۔ اب اللہ نے فرمایا کہ اب میں اس کو بھیجوں گا جو خالی واپس نہ آئے گا پھر اللہ

تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا، زمین روتی رہی چیخیں مارتی رہی مگر انہوں نے فرمایا: تیرا رونا دیکھوں یا اس کا حکم دیکھوں؟ اللہ نے فرمایا: تو ہی اس کو لایا ہے اور تا قیامت تو ہی اس کو واپس بھی کرے گا یعنی اس کی جان قبض کرنے کی ڈیوٹی بھی تیری ہی لگا دی ہے۔ (قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم)

پھر ہر شئی کو اللہ نے لفظ کن سے بنایا (انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون) مگر جب انسان کی باری آئی تو فرمایا: وخلقت بیدی میں نے اس کو (اپنے ایک ہاتھ سے نہیں) دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔

ونفخت فیہ من روحی اور اس میں ''اپنی'' روح پھونکی ہے۔

فقعوا لہ ساجدین اور اس کے آگے فرشتوں کو جھکا دیا اور سجدے میں گرا دیا۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

جب اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم علیہ السلام) میں روح پھونکی تو اس کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ فرشتے یہ سن کر حیران رہ گئے کہ نہ کچھ پڑھا نہ کچھ سیکھا، زبان کھولی تو ایسے الفاظ ادا کئے کہ فرشتے ہو کر جن کی ہمیں بھی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہلے انسان کی اس سنت کو تا قیامت جاری کر دیا تا کہ انسان کو اپنی عظمت وشرافت یاد رہے۔

چھینک آنے پر الحمد للہ کیوں کہا جاتا ہے؟

ایک حدیث شریف میں ہے: عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ علی کل حال ولیقل الذی یرد علیہ یرحمك اللہ ولیقل هو یهدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ (رواہ الترمذی والدارمی۔ مشکوٰۃ ص ۴۰۶)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے ''ہر حال میں تعریف اللہ ہی کے لئے ہے'' یعنی ''الحمد للہ علی کل حال'' کہے اور سننے والا ''یرحمك اللہ'' کہے کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے، پھر جس کو چھینک آئی ہے وہ کہے یهدیکم اللہ و یصلح بالکم اللہ تمہیں ہدایت عطا کرے اور تمہارے حالات درست فرمائے۔

Scanned with CamScanner

ایک حدیث میں یرحمک اللہ کے ساتھ چھینک کا جواب دینا مسلمان کا حق قرار دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو ہر مسلمان جس نے اس چھینک لینے والے کا الحمد للہ کہنا سنا اس پر حق (لازم) ہے کہ یرحمک اللہ سے اس کو جواب دے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے (مگر میدان جہاد میں) پس جب کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکنے کی کوشش کرے جتنی بھی ہو سکے کیونکہ شیطان اس سے ہنستا ہے۔ یہ روایت تو بخاری کی ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جب کوئی (جمائی کے وقت) ''ہا'' کہتا ہے یعنی آواز نکالتا ہے تو شیطان (اس کا مذاق اڑاتے ہوئے) ہنستا ہے۔

سوال یہ ہے کہ چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو اس میں بہت ساری حکمتیں ہیں اور آج کے سائنسی دور میں جہاں حضور علیہ السلام کی دیگر سنتوں کے طبی فوائد سامنے آرہے ہیں وہاں چھینک کے بارے میں بھی ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ چھینکنے کے وقت دماغ کی رگوں میں ایسا کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے کہ بندے کی رگ پھٹ کر موت واقع ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا! چونکہ ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہے اور نہ صرف خطرہ ٹلا ہے بلکہ چھینک کے نتیجے میں جسم کے اندر ایک عجیب قسم کی خوشگواری اور چستی پیدا ہوگئی ہے تو اس نعمت کے ملنے پر اور مصیبت کے ٹلنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو اور دوسرے مسلمان بھائی چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہہ کر مبارکباد دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے موت کے منہ سے بچا لیا ہے۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

روزنامہ جنگ لاہور چھ جنوری 1985ء میں لندن سے ایک خبر آئی کہ ''ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق چھینک سے ہڈی ٹوٹ سکتی ہے۔''

دہلیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ جھک جاؤ

اے غافل مسلمان! غیروں کے علم سے مرعوب ہونے والے مصطفیٰ کریم علیہ السلام

کے بھولے بھالے امتی، اپنے نبی کے علم وفراست پہ قربان ہو جا کہ جس بات کی سائنس کو آج سمجھ آرہی ہے تیرے نبی نے وہ بات پندرہ سو سال پہلے ہی اپنی امت کو بتا دی جبکہ سائنس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ غیر تو تیرے نبی کی عظمت کو دبے لفظوں میں مان بیٹھے ہیں، ذرا تو بھی اپنے آپ کو دیکھ کہ تو کہاں بیٹھا ہے۔ کیا اغیار کی دہلیز پر یا درِ مصطفیٰ ﷺ پر۔

جس دل میں محبت سرکار نہیں ہے	وہ دل کبھی ایماں کا سزاوار نہیں ہے
لٹی ہوئی کونین رہی جس کے قدم سے	وہ خود کسی شئی کا بھی طلب گار نہیں ہے
اعجاز لب احمد مختار تو دیکھو	قرآن ہی قرآن ہے گفتار نہیں ہے

بعض ڈاکٹر حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ ناک میں ایک قسم کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے جس کا علاج اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں کہ چھینک آتی ہے اور بیماری چلی جاتی ہے۔ اس لئے حضور نے فرمایا الحمد للہ کہہ لیا کرو کہ اللہ نے تمہیں میڈیسن اور ڈاکٹروں کی بیش بہا فیسوں کے چکر میں نہیں ڈالا اور اپنی بارگاہ سے ایک چھینک پر بیماری سے بچا لیا ہے۔

تو خالق ہے ہر عالم کا یا حیّ یا قیوم	ہر پل ہے تیرا رنگ نیا یا حی یا قیوم
تو ظاہر بھی ہے باطن بھی یا حی یا قیوم	سب میں بس کر سب سے جدا یا حی یا قیوم

عقل وفراست نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

اس تناظر میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی بات کتنی سچ ہے کہ ان اللہ تعالیٰ لم یعط جمیع الناس من بدء الدنیا الیٰ انقضائها من العقل فی جنب عقله صلی اللہ علیه وسلم کحبة رمل من بین رمال الدنیا

(الشفاء بحوالہ حقوق المصطفیٰ ص ۶۷)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے شروع سے لے کر آخر تک جتنی عقل سارے انسانوں کو عطا فرمائی ہے وہ حضور علیہ السلام کی عقل کے سامنے ایسے ہے جیسے ریت کا ایک ذرّہ سارے جہان کی ریت کے مقابلے میں

آب وگل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں اِک آدمی کونین کا حاصل بنا

Scanned with CamScanner

کائنات نے ترقیاں کیں، تجربات بڑھتے گئے، مشاہدات میں اضافے ہوتے گئے، دنیا اپنے کمال کو پہنچی تو اللہ نے نبوت ورسالت کا تاج اپنے محبوب کے سر پہ سجا دیا جو فرش سے گزرے تو فرشی دکھائی دیئے، عرش پہ گئے تو عرشی نظر آئے، مکاں میں رہے تو مکین بنے، لامکاں کی منزلوں کو طے کیا تو سیاحِ لامکاں ہو گئے۔ باقی نبیوں کا دین مکمل تھا مگر فقط اپنے اپنے ادوار کے لئے اور ہمارے آقا جو دین لیکر آئے وہ ہر دور کے لئے ہے۔

ہر دور میں چلتا ہے پیمانہ محمد کا　　آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا

اب بھی اور قیامت تک بھی ہدایت اسی کو ملے گی جو دامن مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ وابستہ ہو گا اور احساس کمتری کا شکار ہو کر دین اسلام کی عظمتوں پہ پردہ ڈالنا اور یہ کہنا کہ اس دور کے تقاضوں کو اسلام پورا نہیں کر سکتا سراسر گمراہی اور بے دینی ہے کیونکہ اسلام جس طرح چودہ سو سال پہلے والوں کے لئے مکمل نظام حیات تھا آج ہمارے لئے بھی اور قیامت تک والوں کے لئے بھی کامل، مکمل اور اکمل دین ہے۔ نہ دین بدل سکے گا اور نہ ہمارے حضور کے بعد کوئی نیا نبی آسکے گا۔ اب ہر دور دین مصطفیٰ ﷺ کا دور ہے۔ ہر شخص حضور کا امتی ہے اور ہر زمانہ محبوب خدا کا زمانہ ہے۔

دن کلا انہی سے روشنی سب کو انہی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

دوڑ پیچھے کی طرف ....

علماء فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے روح کو آدم علیہ السلام کے جسم میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو روح نے عرض کیا اے مالک و مولیٰ، اس میں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے، حکم ہوا چند دنوں کی بات ہے ہم تجھے پھر اپنے پاس واپس ہی بلا لیں گے۔

غریب سے غریب انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے وہ ساری جسمانی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو ایک بادشاہ کے پاس ہیں۔ اس کے بھی دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں، اس کے بھی۔ لہٰذا اگر غریب بندہ اس بات پر بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتا رہے تو بجا ہے کیونکہ یہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اعضاء کی صورت میں ہر انسان کو عطا فرمائی ہیں صرف ان کی قیمت کا ہی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کسی کا گردہ فیل ہو جائے اور وہ امریکہ لندن جائے تو کس قدر اخراجات اس کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

ایک شخص مالدار ہو مگر اندھا ہو تو اس نعمت کے حصول کے لئے اگر اس کو اپنی ساری دولت بھی لٹانا پڑے تو وہ تیار ہو جائے گا اور یہ نعمت اللہ نے اگر غریب کو دے رکھی ہے اور مالداری نہیں دی تو مالداری کے نہ ملنے کا شکوہ کرنے کی بجائے پہلے اس نعمت کا شکر تو ادا کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، سورج چاند ستارے انسان سے پہلے بنائے ہیں کیوں؟ اس انسان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اور اس کی آمد کا استقبال کرنے کے لئے۔ جب انسان کی شان یہ ہے تو فخر آدم و بنی آدم کا مقام کیا ہو گا۔ یہ سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

یہی ہے فلسفۂ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ
خدا کے بعد سبھی کچھ کہو! خدا نہ کہو

شرفِ انسانیت

فرشتوں میں غصہ نہیں، شہوت نہیں اس لئے ان کا امتحان لینے کی بھی ضرورت نہ تھی، انسان میں یہ ساری باتیں تھیں اس لئے اس کو امتحان میں ڈال دیا کیونکہ غصہ، شہوت نہ ہو اور پھر گناہ نہ کیا جائے، یہ کمال نہیں ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے گناہ نہ کرے تو یہ شرف انسانیت ہے۔

دنیا کے سائنس دان ایک عمر کی کاوش کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مریخ والوں سے سلسلۂ گفت و شنید ہو سکتا ہے مگر قرآن پاک نے فرمایا تم صرف مریخ والوں سے کلام کرنے کو ممکن جان کر خوش ہو رہے ہو ہم نے تو زمین و آسمان اور ما فیہا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تمام اجرام فلکی کو تمہارے تابع فرمان کر دیا ہے۔ (الم تر ان اللّٰہ سخر لکم ما فی الارض والفلک تجری بامرہٖ ویمسک السمآء ان تقع علی الارض الا باذنہٖ۔ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض جمیعًا منہ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون)

تبھی تو زمین نے حضرت انسان کا استقبال کچھ اس تپاک سے کیا کہ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں

Scanned with CamScanner

یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی صدائیں
آئینہ ایام میں اپنی ادا دیکھ
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیری نظر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تیری پنہاں ہے تیرے خون جگر میں
اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ

(علامہ اقبال)

انسان کا امتحان

چونکہ انسان کو اللہ نے مجبور محض نہیں بنایا بلکہ اختیارات عطا فرمائے۔ اس لئے اس کو آزمائش کی بھٹی سے بھی گزرنا پڑا کہ بغیر امتحان کے اگر اس کو مراتب دیئے جاتے تو جنہوں نے اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس پر اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء کا لیبل لگا دیا تھا ان کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ اس کو ایسے ہی اتنے بڑے مراتب دے دیئے گئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مختلف بندوں کو مختلف مقامات پہ مختلف امتحانات سے گزارا کہیں ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں بیوی بچوں سے جدا فرما کے آزمایا، حضرت ہاجرہ کو صفا مردہ کے چکر لگوا کے آزمایا، اسماعیل کی گردن پہ چھری چلوا کے آزمایا، وہ آگ جس کے بارے میں مناطقہ نے کہا کل نار حارۃ، ہر آگ گرم ہوتی ہے اللہ نے اسی آگ کو ابراہیم پہ گلزار بنا کے دیکھا' یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے گلے کے بوسے دلوا کے دیکھا، پھر اسی یوسف کو بھائیوں کے ہاتھوں کنویں میں پھینکوا کے' کھوٹے درہموں میں بکوا کے، جیل کی اندھیری کوٹھری میں رکھوا کے اور پھر اسی یوسف کو مصر کا بادشاہ بنوا کے دیکھا اور، انہی بھائیوں کو یوسف کا محتاج بنا کے دیکھا اور پھر چالیس سال کے بعد حضرت یعقوب کو یوسف ملوا کے دیکھا۔

خدا نے اپنے محبوب کے محبوب نواسوں کو ان کے نانا کی گود میں کھلا کے دیکھا، ان کی زبان اپنے محبوب سے چسوا کے دیکھا، محبوب کی زبان سے ان کو جنت کے پھول اور

سید شباب اھل الجنہ کہلوا کے دیکھا، نماز کی حالت میں چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پہ بٹھوا کے بھی دیکھا اور پھر حسن کو زہر پلوا کے اور حسین کی گردن پہ خنجر چلوا کے، بہتر تن شہید کروا کے، سر کٹا کے، نیزے پہ چڑھا کے اور قرآن سنوا کے دیکھا۔

خدا نے اپنے محبوب کو آزمایا تو کبھی غار حرا میں رلا کے دیکھا، کبھی غار ثور میں چھپا کے دیکھا، طائف کے بازاروں میں لہولہان کرا کے بھی دیکھا اور پھر عرش پہ بلا کے پردے ہٹا کے جلوہ کرا کے اور السلام علیك ایھا النبی فرما کے بھی دیکھا اور ہاں ہاں ہدایت کے ستاروں (صحابہ کرامؓ) میں مصطفیٰ کو چاند بنا کے دیکھا، محبوب کی زبان سے من رانی فقد رای الحق کہلوا کے دیکھا، جبریل کے کافوری ہونٹوں سے مصطفیٰ کے نوری قدموں کے بوسے دلوا کے دیکھا، نبیوں کا امام بنا کے دیکھا، شب اسریٰ کا دولہا بنا کے دیکھا۔

محمد سے صفت پوچھو خدا کی　　خدا سے پوچھیے شان محمد

الغرض انسان جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تو محبوبیت و مقبولیت کے اس مقام پہ فائز ہو جاتا ہے کہ جس کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

پھر ان کے بال بکھرے ہوئے ہوں، کپڑے پھٹے ہوئے ہوں، لوگ نفرت کر کے اپنے دروازے ان پر بند کر دیتے ہوں، کتے ان کو دیکھ کر بھونکتے ہوں مگر اللہ فرماتا ہے مجھے اتنے پیارے لگتے ہیں کہ اگر کسی بات پہ قسم اٹھالیں تو میں پوری کر کے رہتا ہوں، اقبال نے رو کر کہا کہ اے لکان ولامکان کی سیر کرنے والے انسان آج تیری حالت یہ ہو گئی ہے کہ

تیرا اندیشہ افلاکی نہیں ہے　　تیری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری　　تیری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے　　وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج　　یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے　　مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

صفیں کج، دل پریشاں سجدے بے ذوق — کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے
نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری — رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ — نہیں ممکن امیری بے فقیری
تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے — ترا دم گرمیٔ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور — چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے
تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو — فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور — کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

اس کے بعد علامہ اقبال شرف انسانیت کھودینے والے انسان کے لئے یوں دعا کرتے ہیں۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے — پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے — میرا نور بصیرت عام کر دے
دلوں کو مرکز مہر و وفا کر — حریم کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشا ہے تو نے — انہیں بازوئے حیدر بھی عطا کر
عطا اسلاف کا جذب دروں کر — شریک زمرۂ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

بندہ بنتا ہے خدا کا تو گدا بن ان کا

انسان اگر واقعی خدا کا بندہ بن جائے تو ادھر خدا کے بندوں میں داخل ہوتا ہے اور ادھر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ واز لفت الجنۃ للمتقین ۔ ایسا انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو حدیث کے مطابق زمین و آسماں بھی اس پہ آنسو بہاتے ہیں اور ہر طرف سے صدائیں آتی ہیں۔

عرش پہ دھومیں مچیں وہ طیب و طاہر ملا
فرش پہ ماتم اٹھے وہ مومن صالح گیا

ایسا بندہ ہی دیکھنے میں بندہ مگر خدا کے جلوؤں کا مظہر ہوتا ہے، پھر اگر اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے لئے طور پہ جلوہ ڈالتا ہے تو اس سے آواز آتی ہے۔ انی انا اللہ رب العالمین ۔ حالانکہ درخت خدا نہیں۔ خدا درخت نہیں، لیکن ایک بات تو ثابت ہوئی کہ

چوں روا باشد انا اللہ از درخت
کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

پھر انہی بندوں میں کوئی بندہ نواز بن جاتا ہے۔ کوئی غریب نواز اور گنج بخش ہو جاتا ہے۔ ہر محکمے میں درجہ بندی ہے۔ اس طرح بندگان خدا میں بھی کوئی ولی کوئی غوث قطب ابدال ہے کوئی صحابی ہے، کوئی وہ ہے جو سکول کے ماسٹر سے پڑھتا ہے اور اس کی ماریں کھا کھا کر جھوٹا نبی بن بیٹھتا ہے اور کوئی وہ ہے جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ الرحمٰن علم القرآن

بندہ بنتا ہے خدا کا تو گدا بن ان کا
وہ جو بندے کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں
اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

ان بندوں کو یہ مقامات بندگی سے ملے ہیں اسی لئے حکم ہے یاایھا الناس اعبدوا ۔ اے لوگو! میری بندگی کرو۔ اے اللہ کیسے کریں۔ فرمایا ایسے کرو جس طرح آدم نے تین سو سال رو رو کے کی، ابراہیم نے آگ میں چھلانگ لگا کے کی، اسماعیل نے گردن پہ چھری چلوا کے کی، ایسے مجھے پکارو جیسے نوح نے کشتی میں پکارا، یونس نے بطن ماہی میں پکارا، ایوب نے جسم کو کیڑوں سے چھلنی کرا کے پکارا، سلیمان علیہ السلام نے سارے جہان پہ حکومت فرما کے پکارا، تم ایک گاؤں کے چودھری ہو کر میری عبادت سے بغاوت کر جاتے ہو مگر سلیمان ہواؤں فضاؤں کو تابع کر کے جن و انس کا حاکم ہو کر میرے دربار میں سر تسلیم کو خم کئے ہوئے ہے۔

بندگانِ خدا کی صفات قرآن سے

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلٰما ٥ والذین یبیتون لربھم سجدًا وقیٰمًا ٥ (الفرقان)

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ زمین پہ آہستہ (اور نرمی سے پھونک پھونک کر) قدم دھرتے ہیں اور جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں تو کہتے ہیں بس سلام اور ان کی راتیں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدے اور قیام میں گزرتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
(ضرب کلیم)

بندگانِ خدا جل جلالہ اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

لو ان عبدين تحابافى الله واحد فى المشرق واخر فى المغرب لجمع الله بينهما يوم القيمة يقول هذا الذى كنت تحبه فى
(مشکوٰۃ ص ۴۲۷ عن ابی ھریرۃ)

اگر دو بندے آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت کریں چاہے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمادے گا اور ارشاد ہوگا یہ مقام تمہیں آپس میں میری وجہ سے محبت کرنے کے سبب ملا ہے۔

ہم جو اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں تو کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اللہ ہی کی وجہ سے، ایک مشرق میں رہتا ہو اور دوسرا مغرب میں اس کا مطلب بعد مکانی یا زمانی یا دونوں ہیں کہ ایک ہزار سال پہلے گزرا ہوا اور دوسرا ہزار سال بعد میں آیا، یا محبت کرنے والا لاہور میں رہتا ہو اور جس سے محبت کرتا ہے وہ بغداد و اجمیر میں رہتا ہو کیونکہ دنیا میں بن دیکھے محبت کرتے رہے لہٰذا قیامت کے دن تمام جدائیاں ختم ہو جائیں گی اور کوئی داتا کے قدموں میں کھڑا ہوگا کوئی خواجہ کے قدموں میں اور پھر سارے غوث پاک کی گیارہویں دلانے والے والی بغداد کے پاس ہوں گے اور ہم جیسے سیاہ کار کبھی اپنی سیاہ کاریوں پر نظر کریں گے کبھی شہنشاہِ بغداد کو دیکھ کر سراپا سوال بن جائیں گے کہ یا اللہ! ہم تو اس قابل نہ تھے کہ ان کے قدموں میں کھڑے ہو سکتے پھر یہ مقام ہمیں کس طرح مل گیا؟ تو حکم ہوگا هذا الذى كنت تحبه فى ہاں تم تو اس قابل نہ تھے مگر میری وجہ سے ان کے ساتھ دنیا میں تمہارا محبت کرنا تمہیں اس قابل بنا گیا ہے۔ اولیاء کرام کے نام لیوا جھوم جائیں گے اور ایک ایک کی زبان پر ہوگا۔

یہ کہاں نصیب میرے کہ میں ان کے ساتھ ہوتا
کوئی جذبۂ محبت میرے کام آ گیا ہے

دوسری حدیث المرء مع من احب، کے مطابق کئی مسلمان ہو کر دنیا میں کافروں سے محبت کرتے ہوں گے تو ان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔ اپنے جلسوں میں کسی درگاہ کے گدی نشین کی صدارت رکھنے کی بجائے (صد سالہ جشن دیوبند کے موقع پر) اندرا گاندھی کی صدارت رکھنے والو! کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

جب اللہ بندے سے محبت کرتا ہے تو......

ان اللّٰه تعالىٰ اذا احب عبدا دعا جبرئيل فقال انى احب فلانا فاحبه قال فيحبه جبرئيل ثم ينادى فى السماء فيقول ان الله يحب فلانا فاحبوه فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول فى الارض ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۵)

بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل امین کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبریل امین بھی محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں (حضرات ایک ضروری اعلان سنیے) اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی سارے اس سے محبت کرو، چنانچہ تمام آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اسی طرح زمین پہ بھی اس بندے کی قبولیت اتاری جاتی ہے (کیا یہ اسی قبولیت ہی کا نتیجہ تو نہیں ہے کہ سینکڑوں سال کے بعد بھی ان کے مزارات پہ دنیا حق فرید یا فرید کے نعرے لگا لگا کر جا رہی ہے) حدیث کے اگلے حصے میں اسی طرح کا مضمون اس بدنصیب کے بارے میں ہے کہ جس سے اللہ دشمنی فرماتا ہے جبریل بھی اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور تمام آسمان و زمین والے بھی۔

بزرگوں کے نعرے کیوں لگتے ہیں

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑی علیہ الرحمۃ پاکپتن شریف لے گئے تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا لوگ "حق فرید یا فرید" اور "اللہ محمد چار یار حاجی، خواجہ، قطب،

فرید" کے نعرے لگا رہے ہیں، اس کا ثبوت کیا ہے؟ فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا اس میں ثبوت موجود ہے، سائل حیران ہوا کہ قرآن تو میں نے کئی بار پڑھا ہے مگر مجھے تو ثبوت نہیں ملا، فرمایا تعصب کی عینک اتار کے پڑھو تو ثبوت نظر آئے۔ **فاذکرونی اذکرکم** اللہ فرماتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ ان بزرگوں نے ساری عمر رب کو یاد کیا اور اب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ نبھا رہا ہے کہ اپنی مخلوق کو ان کی یاد میں لگا دیا (آواز خلق نقارۂ خدا است)

اور اگر کوئی کہے کہ **اذکرکم** میں تو اللہ کا یاد کرنا بتایا گیا اور یہاں تو مخلوق نعرے لگا رہی ہے تو **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** میں بھی اللہ نے ہی قرآن کی حفاظت کو اپنے ذمے لیا ہے مگر حفاظت کروانا حفاظ، قراء اور علماء کے ذریعے ہے تو جس طرح ان کی حفاظت اس کی حفاظت ہے اسی طرح ان کا یاد کرنا اسی کا یاد کرنا ہے۔

اللہ والے روشن ضمیر ہوتے ہیں — یہ آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
ان کی محفل میں بیٹھنے والے — کون کہتا غریب ہوتے ہیں
جس کو چاہیں اسے نوازتے ہیں — اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں
جب میں ہوتا ہوں سامنے ان کے — وہ بھی منظر عجیب ہوتے ہیں

ایک حدیث میں ہے **ان اللّٰہ یقول یوم القیمۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لاظل الاظلی** (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا "کہاں ہیں میرے آج کے دن کے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے والے آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہے۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی — خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و عرش و کرسی — خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

سو بندوں کا قاتل

کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعۃ و تسعین انسانا...... فغفرلہ۔

(متفق علیہ، مشکوۃ ص ۲۰۳ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے افراد کو (ناحق) قتل کیا ہوا تھا (آخر

اس کے ضمیر نے ملامت کی اور) پھر نکل پڑا کہ کسی سے مسئلہ پوچھے، ایک عبادت گزار کے پاس گیا کہ کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں چنانچہ اس کو بھی قتل کر (کے سو پورا کر) دیا، پھر کسی بڑے عالم کی تلاش میں نکلا تو ایک آدمی نے اس کو کہا فلاں بستی میں جا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے رہتے ہیں چنانچہ وہ ادھر چلا ہی تھا کہ موت آ گئی تو اس نے اپنا سینہ نیکوں کی بستی کی طرف کر دیا۔ رحمت و عذاب کے فرشتے آ گئے اور جھگڑنے لگے۔ (عذاب والوں نے کہا ہم اس کو دوزخ میں لے جائیں گے کیونکہ سو افراد کا قاتل ہے، رحمت والوں نے کہا اگرچہ قاتل تھا مگر توبہ کے لئے جا رہا تھا، اگرچہ توبہ ابھی مکمل نہ کر سکا مگر اس کا سینہ تو دیکھو کیا گواہی دے رہا ہے۔ اللہ اگر چاہتا تو جن فرشتوں کو چاہتا حکم دے دیتا کہ تم لے جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیاروں کا ذکر پیار سے فرماتا ہے چنانچہ) اللہ نے فرمایا زمین ناپ لو (اگر اس کی اپنی بستی والا فاصلہ تھوڑا ہو تو عذاب والے فرشتے لے جائیں اور اگر ولیوں کی بستی والا فاصلہ تھوڑا ہو تو رحمت والے لے جائیں حالانکہ فاصلہ اس کی اپنی بستی والا تھوڑا تھا اس لحاظ سے وہ بندہ عذاب والوں کا بنتا تھا مگر اللہ نے زمین کو حکم دیا) تو قریب ہو جا اور تو دور ہو جا چنانچہ ایک بالشت کے فرق سے اس کی بخشش ہو گئی۔

ولی اللہ نگاہ کرکے تقدیر بدل دیندے
لکھی لوح و قلم والی تحریر بدل دیندے

پڑھ کر کلمہ مسلماں ہو گیا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی تھا جو سفر پہ گیا اور رات کے وقت اس کے گھر سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے پتہ کروایا کہ بچہ کیوں روتا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ گھر میں چراغ کا انتظام نہیں ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے روتا ہے۔ آپ روزانہ چراغ میں تیل ڈال کر ان کے گھر بھیجتے رہے یہاں تک کہ یہودی واپس آ گیا اور جب اس کو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے اس معاملہ کا پتہ چلا تو اس نے کہا! جس گھر میں بایزید بسطامی کا چراغ روشنی کرتا رہے ان گھر والوں کے دلوں میں

بھی کلمے کی روشنی ہونی چاہئے چنانچہ سارا گھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ص۱۷۵ و ص۲۷۵ ج نمبر۶)

سایۂ یزداں بود بندہ خدا — مردۂ ایں عالم و زندہ خدا
دامن اُو گیر زودتر بیگماں — تا رہی از آفت آخر زماں
کیف مد الظل نقش اولیاء است — کو دلیل نور خورشید خداست
اندریں وادی مرو بے ایں دلیل — لا احب الافلین گوچوں خلیل
خاک شو مردان حق را زیرپا — خاک برسر کن حسد را ہمچوا
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

(مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

قربِ خداوندی

ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب......الخ

(بخاری شریف، عن ابی ہریرۃ۔ مشکوٰۃ ص۱۹۷)

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس کو جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میں اپنے بندے سے فرائض کے قرب کو پسند کرتا ہوں یا فرائض کے ذریعے ہی میرا بندہ میرے قریب ہوتا ہے۔ (باقی رہی نوافل کی بات تو) نوافل کے ذریعے بھی بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں خود اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (اور ایسی) کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے (پھر قریب اور دور کا فرق ختم ہو جاتا ہے، جس طرح قریب سے سنتا ہے اس سے بڑھ کر دور سے بھی سنتا ہے کیونکہ اب وہ اپنے کانوں سے نہیں بلکہ رب کی قوت سماعت اور اس کے نور سے سن رہا ہے۔

جس طرح سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز کئی میل سے سن لی۔ (النمل)

حضرت عمر نے مسجد نبوی کے منبر پہ بیٹھ کر لشکر ساریہ کو دیکھ بھی لیا اور وہاں آواز بھی پہنچا دی، یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھ کر مصر سے چلنے والی قمیض کی خوشبو کو سونگھ لیا، آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے

ہزاروں من وزنی تحت حاضر کر دیا۔ اسی لئے کہا گیا ہے

دست پیراز غائباں کوتاہ نیست
دست اوجز قبضۂ اللہ نیست

(مولانا روم)

اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (غوث پاک فرماتے ہیں میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں، اس کا ستر کھل جائے تو میں پہنچ جاتا ہوں اور پردہ پوشی کرتا ہوں) اور اس کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا اور چلتا ہے۔

(یہ چند اعضاء کا ذکر ہے ورنہ جب فنا فی اللہ کا مقام آتا ہے تو

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

کا سا معاملہ ہوتا ہے۔ پھر بھی اللہ اللہ رہتا ہے اور بندہ بندہ رہتا ہے)

اور اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے (چاہے حیات ظاہرہ میں یا بعد الوصال اپنے لئے یا اپنے زائرین کے لئے) تو اس کو ضرور بالضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور بالضرور اس کو پناہ بھی دیتا ہوں اور مجھے کبھی کسی کام میں تردد نہیں ہوا مگر اس بندے کی جان کے بارے میں کہ جب یہ مرنا نہ چاہے اور میں اس کو اپنے پاس بلانا چاہوں۔ (پھر میں فرشتوں کے ذریعے اس کو اپنی نعمتیں، دیدار اور دیگر انعامات یاد دلاتا ہوں تا آنکہ وہ خوش ہو کر موت کو قبول کر لیتا ہے کہ یہ تو یار کو یار سے ملانے والی ہے)

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنون
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے پاس ہے

انا عند ظن عبدی بی......الخ (متفق علیہ)

من تقرب منی شبرا......الخ

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص۱۹۶ و ص۱۹۷ عن ابی ہریرہ و ابی ذر رضی اللہ عنہما)

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں جیسا کہ وہ میرے بارے میں

Scanned with CamScanner

گمان رکھتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے جی میں یا تنہائی میں یاد کرے تو میں بھی اس کو تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ محفل میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجلس (فرشتوں کی مجلس) میں اسے یاد کرتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

اگر وہ میری طرف ایک بالشت آئے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ کے برابر قریب ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہو تو میں ایک قدم کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میری رحمت دوڑ کر اس کا استقبال کرتی ہے اور اگر وہ زمین بھر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئے گا بشرطیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو تو میں اس کے سارے گناہ بخش دوں گا۔ (مذکورہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث، حدیث قدسی ہے)

ان احادیث سے عظمت انسان اور شرف انسانیت کا بھی پتہ چلتا ہے اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی عظمت و شان بھی کس قدر واضح ہو رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وجود خلق خدا کے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے مگر افسوس کہ یہ نفوس قدسیہ تو نور بکھیریں اور ہم ان کے بارے میں بدگمانیوں کے اندر مبتلا ہو جائیں، جو ماننے والے ہیں وہ بھی صرف زبان کی حد تک عقیدت رکھتے ہیں اور جو ان کی شان کے منکر ہیں ان کو تو اس کے سوا کیا کہا جائے، جو مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی میں فرمایا ہے

مہ فشاند نور سگ وع وع کند　　سگ ز نور ماہ کے مرتع کند
از ہمہ اوہام و تصویرات دور　　نور و نور و نور و نور و نور و نور
چند ہچو فاختہ کاشانہ جو؟　　کو و کو و کو و کو و کو و کو

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تقریر نمبر 2:

مومن کا دل اللہ کا عرش

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۷۹ کا ترجمہ ہے: بے شک ہم نے دوزخ کے لئے بہت سارے جن اور انسان بنائے، وہ دل تو رکھتے ہیں مگر سمجھ نہیں رکھتے۔ ان کی آنکھیں تو ہیں مگر دیکھتے نہیں، ان کے کان تو ہیں مگر ان سے سنتے نہیں، وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں اور وہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

مذکورہ آیت کا صرف ایک جملہ آج کی گفتگو کا عنوان ہوگا اور وہ ہے لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان میں سمجھ نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

سمجھ والے دل کی اللہ کی بارگاہ میں بڑی اہمیت ہے جبکہ جس دل میں سمجھ ہی نہیں اس کے بارے میں خود قرآن نے فیصلہ فرمادیا کہ ایسا دل رکھنے والا جانوروں سے بدتر ہے۔

قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ تعمیر خلیل اطہر است　　دل گزرگاہ جلیل اکبر است۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان اشعار میں سے پہلے مصرعہ کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ایک معنی تو یہ ہے کہ کسی کا دل نہ دکھانا چاہئے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنے دل کو ہاتھ میں لے اور اس کو خوشی و غمی کے اثرات سے محفوظ رکھ یعنی تیرا دل ہر وقت تیرے ہی قبضے میں ہو۔

Scanned with CamScanner

اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ کسی دل والے کے دل کو تھام لے اور یوں ہی ٹھوکریں نہ کھاتا رہ اور پھر سائل (جو کہ خود بہت بڑا عالم تھا) کو فرمایا اس کے اور بھی بہت سارے معانی ہیں جو آپ کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ رموز سرِّ دل بے دل چہ داند

قلوب الاصفیاء لها عیون
تری مالا یراه الناظرون

صوفیاء و اولیاء کے دلوں کی آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو عام دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتا۔ (اسی لئے وہ عوام کالانعام اپنے دل کے اندھے پن کی وجہ سے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے محبوبان بارگاہ الٰہی کے دلوں کی لطافتوں، وسعتوں و عظمتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور دلائل ان کے پاس بھی ہوتے ہیں مگر ایسے کہ یضل بہ کثیرًا کا مصداق لہٰذا

کسی کی پُرفسوں باتوں سے تم دھوکا نہ کھا جانا
تمہارے سامنے مطلب کے دیوانے بھی آئیں گے

اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ

حسد کی آگ ہر دور میں اپنی تپش دکھاتی رہی ہے اور بڑے بڑے اس آگ میں جلتے رہے ہیں اور صاحبان دِل کی دلی کیفیات کا انکار کرتے رہے ہیں

آتش رشک و حسد سے سنگ بھی خالی نہیں
دید موسیٰ کو ہوئی اور طور جل کر رہ گیا

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر)

دیکھنے کو دل ایک گوشت کا معمولی سا ٹکڑا ہے مگر اس کی عظمت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جو حدیث قدسی ہے اور صوفیاء کرام نے کتب تصوف میں درج فرمائی ہے جس میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن

جس کا ترجمہ بھی صاحبانِ دل ہی کی زبان سے سنیے:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است — من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز — من نہ گنجم تو یقیں داں اے عزیز

من بہ گنجم قلب مومن اے عجب — گر تو می خواہی دراں دلہا طلب

نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں ہاں قلب مومن میں یہ وسعتیں ہیں کہ میں اس میں بسیرا کروں۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونج مہانے ہو
چودہ طبق دلے دے اندر، تنبو انگن تانے ہو
جہڑا محرم دل دا باہو سوئی ای رب پچھانے ہو

ایک عارف کا قول

ایک عارف کا قول ہے کہ اگر عرش اور پوری کائنات دس کروڑ گنا ہو جائے و وضع فی زاویۃ من زوایا قلب عارف ما احس بہ و کیف یحس بالحادث من وسع القدیم (تفسیر سورۂ کوثر، علامہ محمد اشرف سیالوی) اور وہ مومن کے دل کے ایک گوشے میں رکھ دی جائے تو مومن کے دل کو پرواہ تک نہ ہو اور کیسے پرواہ ہو کہ یہ سب کچھ تو حادث ہے اور قلب مومن تو قدیم ذات کی گزرگاہ بنا ہوا ہے۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکیں
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دل کی تین قسمیں

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اے درویش! جب انسان اپنے قلوب ثلثہ کو دنیا کی برائیوں سے پاک کر لیتا ہے اور اس طرح تائب ہو جاتا ہے کہ اس کے دل کی خوشبوئیں مخلوق کے دماغ تک پہنچتی ہیں۔ حقیقتًا اسی کی توبہ توبہ نصوح ہوتی ہے چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلوب ثلثہ کی یہ تفصیل پیش فرمائی ہے:

کما قال علی کرم اللّٰہ وجہہٗ القلوب ثلثۃ قلب سلیم و قلب منیب و قلب شہید اما قلب السلیم فھو الذی لیس فیہ سواء معرفت اللّٰہ تعالٰی و اما قلب المنیب فھو الذی تاب من کل شیءٍ الی اللّٰہ تعالٰی واما قلب الشہید فھو الذی شاھد اللّٰہ فی کل شیء ۔

Scanned with CamScanner

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دل تین قسم کے ہوتے ہیں۔ قلب سلیم، قلب منیب اور قلب شہید، قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں معرفت الٰہی کے سوائے کچھ نہیں ہوتا۔ قلب منیب وہ قلب ہے جو ہر شے سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جاتا ہے اور قلب شہید وہ قلب ہے جو ہر شے میں مشاہدۂ حق کرتا ہے۔

صفائی قلب اور توبۃ النصوح

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا جب کسی شخص کے دل میں مذکورہ تین صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور قرار پکڑ لیتی ہیں تو وہ سلیم، منیب، شہید بن جاتا ہے۔ اس کی توبہ توبہ نصوح ہو جاتی ہے اور اگر ابھی تک دنیا اور اس کی خواہشات ہی میں ملوث ہے تو وہ دل مردہ ہے اگر ان عیوب کے زنگ دھل گئے ہیں تو ازل سے ابد تک زندۂ جاوید بن جائے گا۔ بندہ و مولیٰ کے درمیان حجاب آلائش دل ہی کا ہے۔ جب یہ اٹھ جاتا ہے اور بندہ توبہ کرنے سے اپنے آپ کو پاک وصاف کر لیتا ہے تو بندہ و مولا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہتا۔ پس اے درویش! آلائش دل ہی کی خرابی ہے۔ اپنے دل کو تمام خواہشات و مرغوبات سے پاک کر لے تاکہ درمیان کا پردہ نہ رہے لذات و خواہشات نفسانی کی جگہ مشاہدہ و مکاشفہ کے مقامات میسر آ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ورنہ

بردل اثر گناہ برلب توبہ — در صحت خوش دلی ود تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ — زیں توبۂ نادرست یا رب توبہ

دل میں گناہ کا اثر ہے اور زبان توبہ کر رہی ہے۔ صحت میں خوش دلی ہو رہی ہے اور بخار میں توبہ کر رہے ہیں۔ آئے دن توبہ توڑنا اور رات کو توبہ کر لینا۔ یا اللہ۔ اس غلط توبہ سے میں توبہ کرتا ہوں۔ (اسرار الاولیاء)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! تیرا ٹھکانہ کہاں ہے تو حکم ہوا انا عند المنکسرۃ قلوبھم میں ان دلوں کے پاس رہتا ہوں جو میری محبت میں شکستہ ہو چکے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں

غافل تر ز مرد مسلماں نہ دیدہ ام
دل درمیان سینہ و بیگانۂ دل است

میں نے مسلمان سے زیادہ کسی کو غفلت کا شکار نہیں دیکھا کہ اس کے سینے میں دل جیسی عظیم نعمت ہے مگر وہ اس نعمت سے بے خبر ہو کر جی رہا ہے۔

یاد رکھو! ابو جہل اوپر سے حسین وجمیل تھا مگر اس کے دل کی دنیا اجڑی ہوئی تھی۔ اس لئے مردود ہو گیا اور بلال حبشی اوپر سے کالا تھا مگر دل اس کا اتنا روشن تھا کہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گیا، کیونکہ دل توجہات الٰہیہ کا مرکز ہے۔ اس لئے شیطانی حملوں کا بھی اس کو زیادہ خطرہ ہے کیونکہ چور خالی گھر میں نہیں آتا اور شیطان اسی مقام پر حملہ آور ہوتا ہے جو ایمان اور حب الٰہی اور عشق رسول سے سرشار ہو۔ اس لئے اس کی حفاظت کی سخت ضرورت ہے اگر خود حفاظت نہ کر سکو تو کسی دل کے چوکیدار سے دوستی کر لو۔

پاسبانی کن کے درکوئے دل — زانکہ دزداںند در پہلوئے دل

گوشت کا لوتھڑا

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جسم میں ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے کہ اذا صلح صلح الجسد کلہ و اذا فسد فسد الجسد کلہ الاو ھی القلب

کہ جب تک وہ درست رہے سارا جسم ہی درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ سن لو! کہ وہ دل ہے

پاک ہوویں تے پاک ملے بن پاکوں پاک نئیں ملدا
سارے جسم دے دھوون نالوں توں دھولے ٹکڑا دل دا

ابو جہل ساری عمر اپنے ظاہر اور باہر کو دھوتا رہا۔ دل کی صفائی کی طرف توجہ نہ کی اور لعنتی بن گیا۔ بلال حبشی نے اندر کو دھولیا اور جنت کی سیر کا حقدار ہو گیا۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا

باہروں مَل مَل دھوندیے — اندروں مَل مَل دھو

دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے

حدیث شریف میں ہے: ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کی طرف نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دل اللہ تعالیٰ کا منظور نظر ہے کہ خدا اس کو دیکھتا رہتا ہے اور جو کسی دنیا کے بادشاہ یا وزیر کا منظور نظر ہو جائے دنیا میں اس کی شان بڑھ جاتی ہے تو پھر اس دل کا کیا مقام ہوگا جو خدا کا منظور نظر ہے ۔ دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے۔

لہٰذا اہل دل نے کہا ہے کہ

کھلونا سمجھ کر نہ توڑو اسے
یہ مٹی کی مورت بڑی چیز ہے

اور اس دل کی دنیا کے بے آباد ہونے پر شاعر مشرق علامہ اقبال نے یوں ماتم کیا۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے ”مرضِ کہن“ کا چارہ

اللہ تعالیٰ نے آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں دو دو بنائے مگر دل ایک بنایا، کیوں؟ اس لئے کہ یہی ایک دل ایک اللہ کی محبت کا مرکز ہے چونکہ اس کا مرکز محبت بھی یکتا ہے اس لئے اس میں بھی شان یکتائی کو رکھ دیا گیا ہے۔

؎ محبت ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں ہوتی

اور جس سے بھی ہوتی ہے اس ایک ہی کی وجہ سے ہوتی ہے یہی تصوف کا بنیادی اصول ہے جس کی اصل قلب مومن ہے۔ لہٰذا دل کی دنیا کو یاد خدا سے آباد رکھو ورنہ وہ حال ہوگا کہ

؎ دلے دارند محبوبے ندارند

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے ضرور یہ بستی اجاڑ کے

ہم دنیا والوں نے اپنے دنیوی محبوب کو دیکھنا ہو تو نگاہیں اٹھا کر دیکھتے ہیں مگر دل والوں نے محبوب کا دیدار کرنا ہو تو نگاہیں جھکا لیتے ہیں کیونکہ ان کے

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

کسی بادشاہ نے آنا ہو تو جس محکمے کا دورہ کرنا ہو اس محکمے کے دفاتر کو خوب سجایا جاتا

ہے حالانکہ بادشاہ نے صرف ایک نظر ہی دفاتر دیکھنے ہوتے ہیں مگر دل وہ ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ اس کو ایک نظر نہیں بلکہ ینظر ”فعل مضارع“ کا صیغہ ہے کہ اللہ کی ہر وقت اس پر نظر ہوتی ہے لہٰذا اس کو بھی حسد، بغض، ریا، تکبر کی غلاظتوں سے صاف رکھو پھر اس کی نگاہ پڑے گی تو دل اس کے جلوؤں کا مرکز بن جائے گا۔ پھر تمہاری نظر سے بھی ہزاروں دل بدل جائیں گے جب تمہارے دل کا رخ محبوب حقیقی کی طرف ہو جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب تو کسی صاحب دل کا دامن دل تھام لے گا کہ جس کا دل واقعی عرش اللہ ہو۔

مندرجہ بالا حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے چونکہ نیت کا تعلق بھی دل کے ساتھ ہے اس لئے اس کی تشریح میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر جو ہماری اپنی زبان میں ہے وضاحت کے لئے کافی رہے گا چنانچہ آپ فرماتے ہیں

جے رب نہاتیاں دھوتیاں ملدا ملدا ڈڈواں مچھیاں ہو
جے رب ملدا مون منایاں تاں ملدا بھیڈاں سسیاں ہو
جے رب ملدا جتیاں ستیاں تاں ملدا داندان خصیاں ہو
رب انہاں نوں ملدا باہو نیتاں جنہاں دیاں اچھیاں ہو

اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

سنگ مرمر کی کوٹھی ہو لیکن کوئی اس میں رہتا نہ ہو تو دیواروں پہ گوبر ہوگا اور اندر باہر ویرانی ہی ویرانی ہوگی نہ کوئی شمع جلے نہ اس کے کوئی قریب جائے، بھوت بنگلہ دکھائی دے۔ دل خدا کا گھر ہے اس میں اس کی یاد کی شمع جلتی رہے تو آباد ہے کہ اس پر شیطان حملہ نہ کر سکے اور نہ ہی نفس کا قبضہ ہو سکے، دینوی زندگی میں فرصت کے ان لمحات کو غنیمت جان کر دل کی اندھیری کوٹھڑی میں یادِ الٰہی کی شمع جلا کر دل کی دنیا کو آباد کر لیا جائے تا کہ دل یار کی آمد کے قابل ہو جائے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی فرماتے ہیں

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

Scanned with CamScanner

واقعات کی روشنی میں

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی ایک دفعہ بڑی عجیب حالت ہوگئی کہ آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا اور اپنے آپ سے باہر دکھائی دینے لگے جب عالم صحو میں آئے تو ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک قدم اٹھایا تو عرش پہ جا پہنچا اور صدا دی اے عرش میں نے سنا ہے میرا محبوب حقیقی تیرے اوپر رہتا ہے۔ (الرحمٰن علی العرش استوی) عرش پکار اٹھا کہ مجھ میں تو بات کرنے کی طاقت نہیں مگر سنیئے! مجھے تو خود اس کا پتہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تیرے دل کے عرش پہ رہتا ہے حیرانگی ہے کہ زمین والے اس کو عرش پہ تلاش کرتے ہیں اور عرش والے اس کو زمین پہ سمجھ رہے ہیں۔ (اسرار الاولیاء ص ۱۳۹)

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

(غالبؔ)

محبوب کی یاد میں رہنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! وہ کون سا عمل ہے جو میں کروں اور تیرا پیارا ہو جاؤں فرمایا اے موسیٰ! وہ عمل تو بڑا مشکل ہے بس اتنی بات ہوئی اور اس کے بعد خاموشی ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام انتظار کرتے کرتے جواب میں دیر ہونے کی وجہ سے بے قرار ہو کر رونے لگے کہ کہیں میرا اللہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوگیا۔ اللہ کی طرف سے پیغام آیا کہ بس یہی میری یاد اور انتظار میں رونا ایسا عمل ہے کہ جس سے بندہ میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ (خطبات شیر ربانی ص ۱۲۷)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کوک دلا متاں رب سن لئی درد منداں دیاں آہیں ہو
سینہ میرا دردیں بھریا، اندر بھڑکن بھاہیں ہو
تیلاں باجھ نہ بلن مشالاں درداں باجھ نہ آہیں ہو
آتش نال یارا نہ لاکے، باہو بھمبٹ سڑن کہ ناہیں ہو

دل کی سختی

ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی گناہ گار شخص نے ایک مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رب کم اعصیك وانت لا تعاقبنی اے اللہ! میں تیری کتنی نافرمانی کروں گا حالانکہ تو مجھے سزا نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس احمق سے کہہ دو کہ کیا یہ سزا کم ہے۔ ان جمود عینیك و قساوة قلبك استدراج منی وعقوبة لو عقلت (ضیاء القرآن آخری جلد ص ۳۴۱)

اگر تو سمجھے تو تیری آنکھوں کا نہ برسنا اور تیرے دل کا سخت ہو جانا میری طرف سے مہلت اور سزا ہی تو ہے۔

رقت قلب

ہر برتن سلامت رہے تو قیمتی رہتا ہے مگر دل کا برتن ٹوٹ جائے تو قیمتی ہو جاتا ہے

انا عند المنكسرة قلوبهم

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے دکانِ آئینہ ساز میں

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑ دی کیونکہ سلامت رہتی تو بادشاہ قبضہ کر لیتا (یاخذ کل سفینة غصبا) دل کی کشتی کو شیطان کے قبضہ سے بچانے کے لئے اس پر یادِ خدا کی ضرب لگا کر اسے شکستہ کر دو کیونکہ شیطان ٹوٹے دل پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ (الا عبادك منهم المخلصین)

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی سے پیار فرماتا ہے تو اس کو رقت قلب اور آہ و زاری کی دولت عطا فرما دیتا ہے

چوں خدا خواہد کہ مایاری کند
میل مارا جانب زاری کند

دل شکستہ

خوف خدا کے پتھر سے دل کے شیشے کو توڑ دینا مردانِ حق کا شیوہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ایک بار بارگاہ خداوندی میں عرض کیا این اطلبك قال عند المنكسرة قلوبهم۔ اے اللہ! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس،

Scanned with CamScanner

عرض کیا مجھے تو اپنے دل سے زیادہ کوئی دل دکھائی نہیں دیتا۔ فرمایا بس پھر جہاں تو ہے وہیں میں ہوں۔ (کشف المحجوب ص ۲۲۷)

چوں کار مخلصاں آمد خطرناک — گناہ گاراں برند ایں کوئے چالاک
نہ بیند مرد خودبیں بادشاہ را — انین المذنبیں باید خدا را

آدم علیہ السلام سے گناہ نہیں ہوا تھا کیونکہ گناہ کے لئے ارادہ ہونا ضروری ہے اور اللہ فرماتا ہے فنسی ولم نجدلہٗ عزمًا ۔ وہ بھول گئے تھے ان کا ارادہ نہ تھا۔ بھول کر ہم روزے کی حالت میں گندم کی پانچ روٹیاں بھی کھالیں تو روزہ بھی نہیں ٹوٹتا اور پیٹ بھی بھر جاتا ہے پھر آدم علیہ السلام ایک دانے کے کھانے پر زمین پہ کیوں اتار دیئے گئے؟ یہی شکستگیٔ دل پیدا کرنے کے لئے ندامت کا احساس دلانے کے لئے کہ شاید مجھ سے کتنا بڑا جرم ہوگیا ہے کیونکہ اللہ کا خلیفہ بننا تھا جو معمولی منصب تو نہیں ہے۔

کہ دانا خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

رونا دھونا بندے کی میراث ہے، یہ متاع پاس ہوتو بازار عشق میں قیمت لگتی ہے، پھر کوئی رومی بنتا ہے کوئی جامی اور ندامت کے آنسو دریائے رحمت خداوندی میں ہلچل مچادیتے ہیں۔

عطار ہو، رومی ہو، غزالی ہو کہ رازی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

ایک روایت میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

انین المذنبین احب الی من تسبیح المقربین (عرفان ج ۱ ص ۲۴۷)

گناہ گاروں کا میرے خوف سے رونا مجھے نیکو کاروں کی تسبیح وتہلیل سے زیادہ محبوب ہے۔ اس موقع پر یہ کہنا بہت مناسب لگتا ہے کہ

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

دل کی امیری

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک بندہ انڈے کے برابر سونا لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! یہ مجھے کان (معدن) سے ملا ہے یہ لے لیجئے میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پس یہ

Scanned with CamScanner

میری طرف سے صدقہ سمجھیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنا چہرہ انور دوسری طرف کرلیا۔ وہ شخص ادھر سے آیا اور پھر پہلے کی طرح عرض کیا فاعرض عنہ ۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ ثم اتاہ من خلفہ ۔ پھر وہ پیچھے کی طرف سے آیا اور اسی طرح عرض کیا یعنی صدقہ کہہ کر ساتھ یہ بھی کہتا کہ میرے پاس اور کچھ نہیں۔ **فاخذھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فحذفہ فلوا صابتہ لا وجعتہ اولعقرتہ** آپ نے وہ سونے کا ٹکڑا پکڑا اور اس قدر غصے سے اس کی طرف پھینکا کہ اگر اس کو لگ جاتا تو وہ زخمی ہوجاتا۔ **فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاتی احدکم بما یملك فیقول ھذہ صدقہ ثم یقعد یستکف الناس خیر الصدقة ما کان عن ظھر غنی**

(ابوداؤد شریف ص ۲۳۵)

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ساری ملکیت لے کر آجاتا ہے اور کہتا ہے یہ صدقہ ہے پھر خود بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا شروع کردیتا ہے، سنو! صدقہ وہی ہے جو دل کی امیری سے دیا جائے۔

مگر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک کے موقع پہ گھر سے سوئی تک اٹھا لائے اور عرض کیا سب کچھ تو آپ کی خدمت میں حاضر کردیا ہے۔ باقی رہے گھر والے تو **ابقیت لھم اللّٰہ ورسولہ** ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے۔ حضور نے ان کو تو ایسا نہ فرمایا اور سب کچھ رکھ لیا کیونکہ وہ پوچھنے پر بھی کہہ رہے ہیں کہ مجھے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے اور یہ بندہ بغیر پوچھے ہی بار بار کہہ رہا ہے کہ میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ابوبکر کے پاس دل کی امیری تھی اور یہ دل کا فقیر تھا۔ دل غنی ہو تو خالی جھولی بھی بھری رہتی ہے ورنہ سارے جہاں کی دولت اکٹھی کرکے بھی غریب کا غریب ہے۔

فقیر کی دو قسمیں

بزرگانِ دین فرماتے ہیں فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ فقیر جو در در سے بھیک مانگتا پھرتا ہے اور دوسرا وہ فقیر کہ جس سے ساری دنیا مانگتی پھرتی ہے۔ اس کا ہاتھ خدا کے خزانوں میں ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتے اور وہ ساری دنیا بھی اکٹھی کرلے تو اس کا اپنا دامن پھر بھی خالی کا خالی رہتا ہے۔ اس نے اپنی میں کو مار لیا ہے اور وہ در بدر میں میں

کرتا پھر رہا ہے۔

بکری کرے ''میں میں میں'' گلے چھری پھراوے
منیا کرے ''میں نہ میں'' سب کے من کو بھاوے

علماء نے فرمایا کہ جو کمال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ فیضان نبوت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں جن نے کہا تھا انی علیه لقوی امین ۔ میں تخت لیکر آؤں گا کیونکہ میں بڑا با کمال، قوت والا ہوں مگر خدا کو پسند نہ آیا کہ میرے نبی کے دربار میں اپنی قوت وکمال کی بات کرے، قال الذی عندهٗ علمٌ من الکتب انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك جن نے مجلس برخاست ہونے سے پہلے پہلے تخت لانے کی بات کی اور اپنا کمال بتایا اور یہ آنکھ جھپکنے سے پہلے کی بات کر رہا ہے مگر اپنا کمال نہیں بلکہ هذا من فضل ربی ۔

شور دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوں
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

یہاں ایک اور بات بھی یاد رہے کہ کسی کو فقیر وغریب دیکھ اس سے نفرت نہ کرو ہو سکتا ہے اس پر تم سے زیادہ اللہ کا فضل ہو۔ کیونکہ غریبی اور امیری تو دو حال ہیں، خدا کی مرضی ہے جس کو جس حال میں چاہے رکھے۔ غریب سے نفرت کرنے والا اگر کلمہ بھی پڑھتا ہے تو یہ سوائے منافقت کے کچھ نہیں ہے کیونکہ حضور نے فرمایا مجھے فقر پہ فخر ہے اور آپ یہ دعا بھی کرتے تھے اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے زمرے میں شامل کرنا۔

کیونکہ کبھی فقیری وغریبی بندے کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے اور کبھی امیری و سرمایہ داری انسان کو قارون بنا دیتی ہے۔ طالب مولیٰ رہ کر دنیا بھی چلائے تو کوئی حرج نہیں اور طالب دنیا بن کر بے دین ہو جائے تو یہی سب سے بڑی لعنت ہے جس کے بارے فرمایا گیا ہے۔ الدنیا جیفه و طالبها کلاب دنیا غلاظت و مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

طالب الدنیا و توفیرا تھا   طالب العلم و تدبیرا تھا

(مولائے روم)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو ہماری زبان میں یوں سمجھایا ہے

دنیا ڈھونڈن والے کتے در در پھرن حرانی ہو
ہڈی اتے ہوڑ تہاندی لڑدیاں عمرو ہانی ہو
عقل دی کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہو
باجھوں ذکر ربے دے باھو کوڑی رام کہانی ہو

قلب مصطفیٰ ﷺ

مندرجہ بالا ساری باتیں تو ولی اللہ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں کی ہیں پھر قلب مصطفیٰ علیہ السلام کی شان کیا ہوگی کہ جس پہ تیس پارے قرآن اترا ہے۔ (فانه نزله علی قلبك)

اسی لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضور علیہ السلام کے ایک ایک عضو کی تعریف کرتے کرتے سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں پہ سلام پڑھتے پڑھتے جب قلب محبوب خدا پہ آتے ہیں تو قلم رکھ کر توقف فرماتے ہیں کہ جس کے پاؤں کے ناخن اور جسم کے ایک بال کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس کے دل جو انوار وتجلیات ربانی کا مرکز اور علم وحکمت، ایمان وایقان، رشد وہدایت کا منبع، مصدر اور مرکز ہے اس دل کی میں کیا تعریف کروں تاہم کچھ نہ کچھ تو لکھنا ہی ہوگا چنانچہ ایک شعر سلام کا لکھا جس سے کچھ نہ کچھ سمجھ آئی بھی اور بہت ساری سمجھ نہ بھی آئی۔ اور وہ شعر یہ ہے

دل سمجھ سے وراء ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

ہمارا دل سینے میں ہو مگر حرکت نہ کرے تو ہم مردہ مگر نبی اکرم علیہ السلام کا قلب منور سینے سے نکال بھی لیا گیا اور طشت میں رکھ دیا گیا مگر آپ اس کو دیکھ رہے تھے کہ فیه عینان تبصران و اذنان تسمعان ۔ دل میں بھی دو آنکھیں (چہرۂ مصطفیٰ) دیکھ رہی تھیں اور دو کان تھے جو سب کچھ سن رہے تھے۔

جس نبی کا سینہ الم نشرح کی شان والا ہو، اس کے دل کی کیفیات کا اندازہ کون کر سکتا ہے، کیونکہ سینہ تو دل کی حفاظت کے لئے چوکیدار کا کام کرتا ہے تو جس کے دل کے چوکیدار کی شان الم نشرح ہے اس مالک مکان ولا مکان، محبوب مالک دو جہاں، جانِ

کائنات بلکہ روح کائنات کے قلب اطہر کی شان کیا ہوگی۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — اے مسیحانِ نہاں درجوف خر

(مولانا روم)

ان اللّٰہ تعالٰی نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد خیر قلوب العباد فاصطفاہ لنفسہ (سیرت محمد رسول اللہ ص ۱۱۵)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں میں نگاہ ڈالی تو تمام دلوں میں سے قلب مصطفیٰ کو سب سے بہتر پایا۔ پس اللہ نے اس کو خاص اپنے لئے چن لیا۔

والبلد ہے تیرے مکاں کی قسم — لعمرك ہے تیری جاں کی قسم
والعصر ہے تیرے زماں کی قسم — تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

اور جب

سینے کی صفت ہے الم نشرح
تیرے دل کی فضا کا کیا کہنا

روح اور جسم

انسان دو چیزوں سے عبارت ہے، جسم اور روح جسم عالم اسفل (مٹی، پانی، آگ اور ہوا) سے مرکب ہے اور روح عالم امر کی چیز ہے (قل الروح من امر ربی) جسم کی مماثلت اس دنیائے مادیات کے ساتھ ہے اور روح کی مماثلت عالم انوار وتجلیات کے ساتھ ہے، جسم دنیا کی غلاظتوں کا مظہر ہے اور روح رب ذوالجلال کی طہارتوں کا مرقع ہے، جسم میں وہ اوصاف ہیں جو اس مادی دنیا میں پائے جاتے ہیں اور روح ان صفات کی حامل ہے جو رب کعبہ کی ذات سے متعلق ہیں اسی لئے جسم سو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا کے تمام مادے سو جاتے ہیں اور روح نہیں سوتی اس لئے کہ یہ اس کی صفات کا مظہر ہے کہ جس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، لاتاخذہ سنۃ ولا نوم ۔ جسم ہنسنے سے خوش ہوتا ہے اور روح کو رونے سے لذت آتی ہے، جسم کھا کر مزے لیتا ہے اور روح بھوکا رہنے سے مزے لیتی ہے، جسم کھانے سے قوی ہوتا ہے اور روح نہ کھا کر طاقتور ہوتی ہے، جسم نہ کھا کر کمزور ہوتا ہے اور روح کھانے سے کمزور ہوتی ہے اور روزے رکھنے سے قوی ہوتی ہے۔ جسم دکھائی دیتا ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز نظر آتی ہے اور روح نظر نہیں آتی حالانکہ

سارے جسم میں موجود ہے کیونکہ ایسی لطیف ہے کہ دکھائی نہیں دیتی اور اس کی صفات کا مظہر ہے جو ساری کائنات میں ہو کر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ مولائے روم فرماتے ہیں

تن زجان و جاں زتن مستور نیست
لیک کس را دید جاں دستور نیست

اللہ تعالیٰ اگر کائنات سے ایک لحہ کے لئے بھی نظر ہٹالے تو کائنات خاک کا ڈھیر ہو جائے اور روح کا اگر جسم سے تعلق نہ رہے تو جسم گل سڑ جائے۔ معلوم ہوا کہ جسم ایک پردہ ہے۔ حقیقت ساری روح میں ہے۔ جسم سونے سے مر جاتا ہے (النوم اخت الموت) اور روح جسم کے سونے سے آزاد ہو جاتی ہے۔ پوری دنیا کی سیر کرتی رہتی ہے جسم سو کر خوش ہوتا ہے اور روح رات کو جاگنے سے مسرور ہوتی ہے جس طرح جسم دنیوی کمالات کا آخری نکتہ اور منتہائے دماغ ہے اس طرح روح جب عالم روحانیت کی منازل طے کرتی ہے تو اس کا منتہا دل ہوتا ہے، روح کے سارے کمالات کا مرکز ومحور دل ہے اور یہ دل وہ گوشت کا لوتھڑا نہیں جو نظر آتا ہے اور جس کا کام خون کو گردش دینا ہے، یہ تو صرف جسم کا دل ہے جبکہ روح کا دل وہ ہے جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس میں وہ وسعتیں ہیں جو زمین وآسمان میں بھی نہیں ہیں اور اسی کے بارے میں کہا گیا ہے

دل کا حجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے

اور علامہ اقبال اس دل روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مقام مصطفیٰ ہے

دردل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

گوشت کا دل تو ہر کسی کے سینے میں ہے اور حرکت کر کے اپنی زندگی کا ثبوت بھی دے رہا ہے اور روح کا قلب کسی کسی کا حصہ ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص زندہ دل ہے یا قرآن پاک میں ہے: لمن کان لہ قلب ۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ باقیوں کے سینوں میں دل ہی نہیں ہے یا اس میں حرکت نہیں رہی۔

روح عقل اور نفس

بعض نے یہ کہا ہے کہ روح نفس اور عقل ایک ہی شئی کے نام ہیں دنیا سے تعلق ہو تو عقل کہلاتی ہے۔ شہوات سے تعلق ہو تو نفس کہا جاتا ہے۔ رب سے تعلق ہو تو اس کو روح

Scanned with CamScanner

کہتے ہیں حالانکہ عقل کا تعلق اگر چہ دنیا سے بھی ہو پھر بھی اس کی تعریف ''نور'' سے کی گئی ہے۔ العقل نور فی بدن الادمی ۔ تو جب یہ روح بن کر رب سے تعلق قائم کرلے تو پھر اس کو کیوں نہ ''نور علی نور'' کہا جائے۔ تو جو عقل کو نہ سمجھ سکے وہ روح کو کیا سمجھیں گے اس لئے فرمایا قل الروح من امر ربی و ما اوتیتم من العلم الاقلیلا ۔ کہ جب تم عقل کی پرواز نہیں سمجھ سکتے تو روح کی بلندیوں کو کیسے پا سکتے ہو کیونکہ یہ امر ربی ہے اور امر ربی کیا ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہٗ کن فیکون ۔ وہ ارادۂ الٰہی ہے اور ارادہ الٰہی کیا ہے؟ فعال لما یرید، یفعل ما یشاء ۔ وہ مشیت ورضا الٰہی ہے اور رضائے الٰہی کیا ہے وہی جو رضائے محبوب الٰہی ہے۔

رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰ
ہے رضائے مصطفیٰ میں رب کعبہ کی رضا

جسم وروح کی پرواز

جسم کی پرواز گور تک ہے اور روح کی پرواز عرش تک ہے، جسم کی آواز محدود فاصلے تک جاتی ہے اور روح کی آواز تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک جاتی ہی نہیں بلکہ ہلچل مچا دیتی ہے کیونکہ جب خدا زبان بن جائے تو خدائی آواز کے آگے کوئی شئی رکاوٹ نہیں بن سکتی پھر مسجد نبوی میں یا ساریۃ الجبل کی آواز ملک نہاوند تک جاتی ہے اور بطن مادر میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز سنائی دیتی ہے اور جس طرح آگے دیکھتی ہے اس طرح پیچھے بھی دیکھتی ہے اور جس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اس کو بھی دیکھ لیتی ہے۔ انی اریٰ ما لا ترون واسمع مالا تسمعون محبت ورحمت، نیاز وگداز کے سارے چشمے روح سے ہی پھوٹتے ہیں۔ روح وہ نور ہے جس سے شاہراہ حیات جگمگا اٹھتی ہے جسمانی سمع وبصر کا دائرہ بالکل محدود ہے جبکہ روحانی سمع وبصر چونکہ لامحدود ذات کا جلوہ ہے اس لئے اس کی ''رینج'' لامحدود ہے۔ جسم مجبور ہے روح ایسی مختار ہے کہ آنکھ جھپکنے میں تخت بلقیس بھی لا سکتی ہے اور مردوں کو زندہ بھی کر سکتی ہے۔

گوتم بدھ نے روح کی حفاظت کے لئے جسم کو فنا کر دیا، گوشت تو گوشت سبزی اور دال کھانا بھی چھوڑ دیا، کسی نے جسم کو زندہ رکھا تو روح کو ایسا مارا کہ جنت ودوزخ کا بھی انکار کر دیا۔ اسلام نے روح وجسم دونوں کو سنبھالنے کا حکم دیا۔ مسلمان اگر جسم پالے تو

المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف ۔ طاقتور مسلمان کمزور سے بہتر ہے کہ اس سے کفر مٹے گا اسلام پھیلے گا۔ روح پہ محنت کرنے والے کو ولی اللہ بنا دیا۔ جسم کی غذا سحری، افطاری اور عید ہے روح کی غذا روزہ، نماز اور تہجد ہے۔ مسلمان نہ کھائے تو روزہ کھالے تو عید بچ جائے تو غازی مرجائے تو شہید۔

جسم وروح کی غذا

گیارہ مہینے کھا کر جسم کو مضبوط کیا جاتا ہے ایک ماہ کے روزے رکھ کر روح کو طاقتور بنایا جاتا ہے تاکہ انسان کو اس کا اصل مقام عالم ارواح بھی یاد رہے۔ جب یہ گناہوں سے پاک تھا اور حریم کبریا میں رہتا تھا کیونکہ جسم سفلی دنیا کا باشندہ ہے۔ خلقہ من تراب ۔ اس لئے اس کی خوراک بھی اسی جہان کی ہے اور روح اعلیٰ علیین سے ہے اسی وجہ سے جسم مرکر مٹی میں جاتا ہے اور روح اعلیٰ علیین میں چلی جاتی ہے۔ کل شیء یرجع الی اصلہ ۔ ہر شی اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ فرشتوں کی غذا کیا ہے ونحن نسبح بحمدك کیونکہ یہ اوپر والے ہیں اور یہی غذائے روح بھی ہے الابذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ زندگی درحقیقت روح کو زندہ رکھنے کا نام ہے جیسا کہ فرمایا گیا مثل الذی یذکر ربہ والذی لایذکرہ کمثل الحی والمیت ۔ خالی جسم کو زندہ رکھنا کوئی زندگی نہیں بلکہ

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

رب کو یاد کرنے سے دل وروح زندہ رہتے ہیں اور ان کے صدقے جسم کا کام بھی چلتا رہتا ہے۔

کیونکہ جسم کی غذائیں عام حیوانات کا خاصہ ہے کہ اس کو دال دلیہ ملتا رہے تو خوش رہتا ہے۔ اس کی خوشی کے لئے فرمایا وفی السمآء رزقکم وما توعدون اور روح ہر وقت عبادت وذکر کی تلاش میں رہتی ہے۔ اس کے لئے فرمایا اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا ۔ جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چرلیا کرو اور جنت کی کیاریاں ذکر الٰہی کی مجلسیں ہیں۔

یہ عنصری جسم اس علوی مخلوق (روح) کے لئے بمنزلہ چھلکا اور سواری کے ہے۔ اس

Scanned with CamScanner

لئے اس کو دابہ فرمایا گیا۔ وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها ۔ یہی وجہ ہے کہ توالد و تناسل بھی انسان کے رزیل مقامات سے ہوتا ہے۔ انا خلقنا الانسان من نطفة

اقسام نفس

اس لئے انسان میں دونوں خواہشات رکھ دی گئیں اما شاکرا و اما کفورا ۔ جسم اگر ہار جائے اور روح جیت جائے تو نفس امارہ، نفس مطمئنہ، لوامہ، راضیہ اور مرضیہ بن جاتا ہے پھر اس کو ندا آتی ہے یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية نفس بہیمی کی قوت مادی غذاؤں اور اخلاق رزیلہ سے ہے اور اس کا داعی شیطان لعین ہے اور نفس مطمئنہ کی غذا ذکر و فکر اور اعمال صالحہ ہے اور اس کا داعی اللہ، رسول ہیں جو رؤف و رحیم ہیں۔ من اعرض عن ذکری فان له معیشةً ضنکا ۔ اس سے مراد بھی روح کی معیشت کی تنگی ہے کہ وہ سارے جہاں کی دولت حاصل کرکے بھی روحانی سکون نہیں پاسکتی ورنہ ہزاروں لوگ ذکر الٰہی سے منہ موڑ کر معاشی طور پہ بے حد خوشحال ہیں اور اگر اس سے مراد ظاہری رزق کی تنگی ہو تو اگلے جملے کا مفہوم یعنی پرہیز گار جو دنیا میں غربت کی زندگی گزارتا رہا اس کے حق میں درست نہ ہوگا کہ اس کو کس جرم میں قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھایا جائے گا۔ (ونحشرهٗ یوم القیمة اعمیٰ)

اقسام رزق

ایک جسمانی رزق ہے وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها دوسرا روحانی رزق جس سے دل و روح سکون پاتے ہیں۔ الا بذکر الله تطمئن القلوب ۔
جس انسان کو بھی مادی دنیا میں فقر و فاقہ کا سامنا ہو تو اس کو ختم کرنے کے لئے جسمانی محنت کرنا ہے یونہی کبھی روح فاقوں کا شکار ہو جائے تو روحانی محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔ والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا ۔ پھر گھر میں کچھ ہو یا نہ ہو بندہ اطمینان کا بادشاہ نظر آتا ہے۔ بادشاہوں کے چہروں پہ تو پھر بھی پریشانی کے بادل چھا جاتے ہیں مگر یہ فقیر مطمئن دکھائی دیتا ہے بلکہ اس کے دربار سے بادشاہوں کو سکون کی بھیک ملتی ہے۔

(حضرت امام عالی مقام امام حسین ؓ کی تلوار پہ یہ جملے کنداں تھے الرزق مقسوم، الحریص محروم، البخیل مذموم، الجاسد معموم ۔ رزق لکھا ہوا

ہے لالچی محروم ہے، بخیل مذمت کیا گیا ہے، حسد کرنے والا ہمیشہ پریشان ہے)
حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو روحانی غذا کے ذریعے ہی خلاصی ہوئی۔ فلولا انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون ۔
غذائے روح کے بغیر یوسف روح کا چاہِ غفلت سے نکلنا ناممکن ہے۔ یہی عروۃ وثقیٰ ہے جس کو تھام کر دینوی آلائشوں سے نکلا جاسکتا ہے۔ گویا ذکر الٰہی تار اور خط کا کام دیتا ہے اللہ اور مخلوق کے درمیان۔ اگر دوستوں میں خط و کتابت بھی ختم ہو جائے تو دوستی قائم نہیں رہتی۔ اس لئے فرمایا فاذکرونی اذکرکم ۔ تم مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد کرتا رہوں تاکہ تعلق و رابطہ قائم رہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

روح کی حفاظت

جسم بندوں کے لئے ہے اور روح مولیٰ کے لئے ہے جسم بیمار ہو جائے تو ہمیں کتنی فکر پڑ جاتی ہے فوراً ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، بھاری بھر کم فیس ادا کرتے ہیں، کڑوی دوائیاں استعمال کرتے ہیں، واک کرتے ہیں، صاف ستھرے مکان اور کپڑے استعمال کرتے ہیں مگر جو مولیٰ کے لئے ہے، نہ اس میں عشق الٰہی کا دیا جلاتے ہیں، نہ اس کو محبت رسول کی روشنی دیتے ہیں، نہ اس کا کوئی علاج معالجہ نہ تیمارداری۔
حالانکہ انسان کے سارے اعضاء سلامت ہوں صرف روح نکل جائے تو یہ جسم مردہ اور اس کے تمام لوازمات اس کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں اس کو کوئی انسان بھی نہیں کہے گا بلکہ مردہ (ڈیڈ باڈی) روح اتنی کارآمد ہونے کے باوجود نظر نہیں آتی حالانکہ سب کچھ وہی ہوتی ہے جسم تو ایک پردہ تھا۔ آگے سارا کام روح کا ہے اور جسم سے پہلے بھی سارا کام روح کا تھا۔ جب روح جسم میں ملوث نہ ہوئی تھی تو اس نے الست بربکم کے جواب میں قالوا بلیٰ کہا، جسم کی آلودگیوں میں گھری تو سب کچھ بھول گئی، وعدہ الٰہی بھی بھول گئی اپنی اصل بھی بھول گئی، اپنے خالق کو بھی بھول گئی، جنت کی راہ بھی بھول گئی مگر ہر کسی کی نہیں۔ بعض وہ مردان حق بھی ہیں کہ ان کے جسموں کو بھی روح کی لطافتیں نصیب ہو جاتی ہیں اور ان کو سب کچھ یاد رہتا ہے بلکہ وہ ماسوی اللہ کو بھلا دیتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

پہلے طبقے کو فرمایا نسوا اللّٰہ فنسیھم ۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو۔ دوسرے کو فرمایا وما کان ربك نسیا ۔ تیرا رب بھولنے والا نہیں کیونکہ جب تو نے اس کو نہیں بھلایا تو وہ تجھے کیوں بھلائے گا۔

کن خدا نے جد فرمایا اساں وی کولے ہاسے ہو
ھکے ذات صفات ربے دی ھکے جگ ڈھنڈیا سے ہو
ھکے لا مکاں اساڈا ھکے آن بت اندر پھاسے ہو
نفس شیطان پلیتی کیتی، باہو اصل پلیت تاں ناسے ہو

میں عرض کر رہا تھا کہ جس طرح ہماری نظر صرف جسم پر ہوتی ہے اسی طرح بعض جسموں والے ہو کر بھی نظر روح پہ رکھتے ہیں کیونکہ جسم تو فنا ہونے والا ہے۔ اصل تو روح ہی ہے اگرچہ ہماری آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں

جو تیری نظر میں نہ آسکا تو تیری نظر کا قصور ہے

شربت پیتے ہیں، پھل کھاتے ہیں، ذائقہ کے لئے حالانکہ پھل کے سارے اجزاء نظر آتے ہیں مگر ذائقہ جو اصل ہے وہ نظر نہیں آتا بلکہ اس کے اجزائے ترکیبی (گٹھلی، چھلکا، گودا) میں ذائقہ کا نام تک نہیں ہے۔

بندے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ٹانگ کٹ گئی پھر بھی آدمی باقی، بازو کٹ گیا پھر بھی بندہ باقی' سارے عضو ٹوٹ پھوٹ گئے اگر جان بچ جائے تو وہ کہتا ہے خدا کا شکر ہے میں بچ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ اعضا آدمی نہیں بلکہ وہ جس کو میں کہہ رہا ہے وہی تو اصل ہے اس کو روح کہو یا جان، تو چاہے مان یا نہ مان مگر یہی میں ہے' اور اسی کے لئے ہے سارا جہان، اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہے، جسم کے لئے جتنا وقت جلوت میں گزارو، روح کے لئے کم از کم اتنا وقت خلوت میں گزارو کیونکہ خرچہ آمدنی کے برابر ہو تو گزارا چلتا رہتا ہے، اگر خالی خرچہ ہی خرچہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ جتنا جلوتوں میں کھو کر نقصان کر بیٹھتے ہو، خلوتوں میں جا کر اتنا تو حاصل کر لیا کرو، یہی اولیاء کرام کی تعلیم اور تصوف کی اصل ہے تا کہ جسم کو بنا سنوار کر روح کو بیزار نہ کرتے پھرو، ورنہ بقول حضرت سلطان باہو روح پکارتی پھرے گی۔

بنھ چلایا طرف زمیں دے عرشوں فرش ٹکایا ہو
گھر تھیں ملیا دیس نکالا، لکھیا جھولی پایا ہو

روہ نی دنیا نہ کر جھیڑا، ساڈا اگے ای دل گھبرایا ہو
اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈا، باہو دم دم غم سوایا ہو

تصوف کیا ہے؟

هو معرفة طرق تعمير الظاهر و الباطن (شرح مثنوی ج ۳ ص ۲۹۲)

ظاہر و باطن کے تمام راستوں کی تعمیر کرنے کا نام تصوف ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق و من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق

جس نے فقہ سیکھی اور تصوف کی طرف نہ گیا وہ فاسق ہو گیا اور جو صوفی بن گیا مگر فقیہہ نہ بنا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے دونوں کو پا لیا وہ حقیقت کو پا گیا۔

چونکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحبت نبوی کی برکت سے فیض کے سارے خزانے نصیب ہو گئے۔ اس لئے ان کو مختلف لوگوں کے پاس جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی اور حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد یہ ساری نعمتیں کسی ایک جگہ سے حاصل نہ ہو سکتی تھیں کیونکہ آپ کی طرح کی ہمہ گیر شخصیت کا ملنا محال تھا لہٰذا کوئی فقہ کا مرکز قرار پایا تو کوئی تزکیہ و تصوف کا، اسی لئے ایک طبقے نے حدیث کا کام کیا ایک نے فقہ کا اور ایک نے تصوف کا۔ بظاہر محنتیں مختلف تھیں مگر منزل اور مدعا ایک ہی تھا۔ اس لئے صوفیاء کرام نے اس شعبہ کو منظم انداز سے چلایا جس طرح کہ حدیث و فقہ والوں نے اپنے اپنے شعبوں کو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات اتنی نہیں ملتیں جتنی کہ اولیاء کرام کی۔ ان کے سامنے معجزات والے آقا تھے، ان کے سامنے کرامات کا ظہور اتنا اہم نہ تھا جن کی کرامات تھیں وہ بھی ظاہر کرنا بے ادبی سمجھتے اور اس طرف توجہ کم کرتے تھے کیونکہ اہل حق کے نزدیک کرامات دکھانا پاؤں کی گرد سے زیادہ مقام نہ رکھتا تھا۔

فرمان غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سر الاسرار فيما يحتاج اليه الابرار میں فرماتے ہیں اصحاب الكرامات كلهم محجوبون والكرامة حيض الرجال فالولي له الف مقام اوله باب الكرامات من جاوز منها نال الباقي والافلا ۔ کرامات والے پردے میں ہیں اور کرامت اہل حق کے نزدیک ایسے ہے جیسے عورتوں کے لئے مخصوص ایام۔

دلی کے ہزار مقام ہیں اور پہلا مقام کرامت کا باب ہے جو یہاں سے گزر گیا اس نے باقی مقامات پالئے ورنہ راستے ہی میں رہ گیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

علم حق در علم صوفی گم شود　　ایں سخن کیف آورے مردم شود

اہل اللہ ہوا میں اڑنے کو پرندوں کا کام، پانی پہ چلنے کو مچھلیوں اور کچھوؤں کا کمال سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کرامتوں والے سارے مل جائیں تو صحابی کی گرد راہ کو نہیں چھو سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفائے راشدین اعلیٰ درجے کے صوفی ہوئے ان کے بعد حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما جیسے لوگ تصوف کے اعلیٰ درجہ پہ فائز تھے۔ تابعین میں حسن بصری اور سعید بن مسیب جیسے لوگوں نے تصوف کا کام کیا اور مجانین کے سردار حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

لفظ انسان میں انس بھی ہے اور نسیان بھی اور صوفی ماسوی اللہ کو بھول کر ساری محبتیں اللہ کے لئے وقف کر کے اشد حبا للّٰہ کا پیکر بن جاتا ہے۔ صوفی ایک معنی کے لحاظ سے لفظ صف سے بنا ہے اس طرح صوفی وہ کہلایا جو اللہ کی بارگاہ میں صف اوّل کے اندر کھڑا دکھائی دیا یا اس کا دل صف کی طرح سیدھا ہوتا ہے، اگر صوفی صفہ سے بنے تو پھر اس کا معنی یہ ہے کہ صوفی وہ ہے جو اپنی زندگی میں اصحاب صفہ کے کردار کو شامل کرے۔

الغرض! دل کی صفائی، نفس کی اصلاح، روح کی بالیدگی اور باطنی طہارت کا نام تصوف قرار پایا۔

علم و عمل

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ نے جب علم حاصل کر لیا تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس گئے۔ نصیحت طلب کی تو امام صاحب نے فرمایا: علیك بالعمل فان العلم بلا عمل كالجسد بلا روح (کشف المحجوب ص ۱۸۹)

علم کے ساتھ عمل کو لازم پکڑ لو کیونکہ علم بغیر عمل کے ایسے ہے جیسے جسم بغیر روح کے

حضرت وارث شاہ فرماتے ہیں

بناں عمل دے نیں نجات تیری ماریا جائیں گا قطب دیا بیٹیا اوئے

عمل کے بغیر علم و لقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس اور صم بكم عمی، اموات غیر احیاء کا مصداق بنا دیتا ہے اور علم کے ساتھ عمل ہو تو تقرب الی

بالنوافل کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ بات بات میں فرق ہوتا ہے اور ذات ذات میں فرق ہوتا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

علموں باہو جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو
سے ورھیاں دی کرے عبادت اللہ کنوں بیگانہ ہو
غفلت کنوں نہ کھلسن پردے دل جاہل بت خانہ ہو
میں قربان تنہاں تھیں باہو جنہاں ملیا یار یگانہ ہو

جھوٹے پیر

انہی بزرگوں کے اشعار پڑھ کر جاہل پیر لوگوں کو بے عمل بناتے ہیں مگر تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ اس سے اپنا پردہ چاک ہوتا ہے۔ ایک پیر کہنے لگا کہ ہماری چوبیس گھنٹے ہی نماز ہوتی ہے۔ یہ ظاہری نمازیں بے فائدہ ہیں کیونکہ سلطان صاحب نے فرمایا ہے

نفل نمازاں کم زنانے روزے صرفہ روٹی ہو

اور جب اس کو کہا گیا کہ حضرت سلطان صاحب خود تو دن رات میں فرضی نمازوں کے علاوہ ایک ہزار نوافل ادا کیا کرتے تھے تو

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

جو پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکتا وہ چوبیس گھنٹے کیا نماز پڑھے گا

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہردست نہ باید داد دست
کار شیطاں می کند نامش ولی
گر ولی این است لعنت بر ولی

پیر صاحب یہ کام نہیں کرتے

پیر صاحب نماز نہیں پڑھا سکتے، تلاوت نہیں کر سکتے کیوں؟ گونگے ہیں؟ نہیں! یہ مولویوں کے کام ہیں۔ اچھا یہ کام حضور نے نہیں کئے؟ پیر صاحب مسئلہ نہیں بتاتے کہ آتا

Scanned with CamScanner

ہی نہیں اور مرغ مسلم کھا جاتے ہیں۔ نماز دل کی پڑھتے ہیں بلکہ نماز مدینے میں پڑھتے ہیں اور گھر مرید کا اجاڑ دیتے ہیں۔ ایسے نالائقوں کے لئے سحری کے مؤذن کو ذبح کر کے اس کی جان مت لو۔ ان سے کہو اگر نماز مدینے میں پڑھتے ہو تو کیا تمہیں مدینے سے لنگر نہیں ملتا؟

اور یہ کام کرتے ہیں

پہلے پیر نگاہ کر کے لوگوں کے دل صاف کرتے تھے یہ سینے پر ہاتھ پھیر کر مریدوں کی جیبیں صاف کر لیتے ہیں۔

امیر مرید آئے تو بیٹھک کا دروازہ کھولو۔ غریب بیچارہ آجائے تو اس کو کہو باہر بیٹھ کر سوا لاکھ مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھے تا کہ نہ پڑھ سکے اور نہ ملاقات ہو سکے اور اگر پڑھنے سے معذوری ظاہر کرے تو پیر کا نافرمان اور کلام الٰہی کا منکر ہو کر سیدھا دوزخ میں جائے۔

لطیفہ

ایک مرید کہنے لگا سبحان اللہ میرے مرشد کے چہرے پہ نماز روزہ نہ کرنے کے باوجود اتنا نور ہے کہ ''جھال نہیں جھلی جاندی'' خوراک بتائی تو (مولوی ہونے کے باوجود) مجھ پہ سکتہ طاری ہو گیا۔ میں نے کہا اتنی خوراک تو بھینسا بھی کھالے تو اس کے چہرے پر بھی نور آجائے۔

ہدیہ قبول کرنا اور پھر دبا جانا

حدیث میں ہے کہ آقا علیہ السلام ہدیہ قبول فرماتے تو یاخذ من اغنیاء ھم وترد الی فقراء ھم ۔ امیروں سے لیتے اور غریبوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک پیر کا بیٹا باہر سے پڑھ کر آیا اور اس نے دیکھا کہ والد صاحب لیتے ہی لیتے ہیں دینے کی طرف آتے ہی نہیں۔ کوئی غریب بیچارا پانچ روپے دے رہا ہے۔ وہ بھی لے لئے جو پانچ سو دے رہا ہے وہ بھی لے لئے، اس سے نہ رہا گیا اور اعتراض کر دیا تو حضرت صاحب نے ڈانٹا تو جانتا نہیں ہے ہدیہ قبول کرنا سنت ہے۔ اس نے کہا مگر مستحقوں کو دینا بھی تو سنت ہے؟ پیر صاحب جلال میں آگئے اور فرمایا: چپ ہو جا گستاخ! ہم نے پوری سنت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ آدھی حدیث پہ ہم عمل کرتے ہیں آدھی پہ یہ عمل کرتے رہیں۔

کہاں سے لائیں شریعت وطریقت کے جامع لوگ، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی

علیہ الرحمۃ کو کوئی غریب آدمی سو روپے دیتا تو آپ اس کی دل جوئی کے لئے ایک روپیہ رکھ لیتے اور باقی شکریہ کے ساتھ واپس کر دیتے اور ساتھ پر تکلف کھانا کھلا کر حقدار کو کرایہ بھی عنایت فرماتے۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی مثال

یاد رکھو! شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی مثال بالترتیب چمڑا، گوشت، ہڈی اور مغز سے دی گئی ہے۔ چمڑا اگر چہ ہڈی سے کمزور ہوتا ہے لیکن ہڈی مغز اور گوشت کی حفاظت بہر حال چمڑا ہی کرتا ہے اگر چمڑے کی اہمیت نہ جان کر اس کو اتار پھینکو گے تو کچھ بھی سلامت نہ رہے گا۔ شریعت تو سرکار کی اداؤں کا نام ہے اور آقا علیہ السلام کی ساری ادائیں ہی اللہ کو پسند ہیں۔ ہم نماز میں آسمان کی طرف منہ اٹھائیں تو دھمکی اور وعید ہے کہ تمہاری نگاہیں اچک کر تمہیں اندھا کر دیا جائے گا اور حضور علیہ السلام نماز کی حالت میں چہرہ آسمان کی طرف کریں تو اللہ تعالیٰ پیار سے دیکھتا ہے اور رضائے محبوب کے لئے قبلہ تبدیل فرما دیتا ہے۔

ویکھو محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں
محبوب دے پاک اشارے تے سجدے کروائے جاندے نیں
لب ہلے نئیں ہتھ چائے نئیں اوویں رُخ دا رُخ بدلایا سی
ایتھے وی فترضیٰ دے وعدے پے توڑ چڑھائے جاندے نیں

(الحاج محمد یوسف نگینہ علیہ الرحمۃ)

داڑھی اندر لٹ، کڑا اور مندرے باہر

ایسے ظالم ہیں کہ لٹ باہر رکھتے ہیں اور داڑھی اندر، کڑا اور مندرے ہاتھوں پہ ہیں اور نماز اندر کی پڑھتے ہیں ہر برا کام باہر اور اچھے کام کی بات کرو تو وہ دل میں۔ خبردار اے مسلمانو! باہر کا بے نمازی اندر کا ولی نہیں ہو سکتا۔

اس طرح کے ایک پیر کے ذرا سمجھدار مرید نے عرض کیا کہ حضرت میری بھینس دودھ نہیں دیتی اس کو دم کر دیں۔ پیر صاحب نے کہا: بھینس لے آؤ۔ اس نے گدھا لا کھڑا کیا پیر کہتا رہا یہ تو گدھا ہے مگر مرید نے ضد کر لی اور کہتا رہا حضرت: یہ اندر سے بھینس ہے۔ پیر سمجھ گیا کہ شریعت ظاہری کا باغی اندر کا ولی نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلطان

Scanned with CamScanner

صاحب فرماتے ہیں ۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

میں نے ہر مرتبہ شریعت سے حاصل کیا ہے اور میں نے اپنا پیشوا شریعت کو بنا لیا ہے۔

آپ اپنی اکثر کتابوں میں ایک عبارت نقل فرماتے ہیں اور آپ اس کو حدیث قرار دیتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

مخالف شرع اور سنت کے تارک ''پیر'' کا علاج

اذا رایت رجلا یطیر فی الھواء ویا کل النار ویمشی علی الماء ۔
فھو ترك السنة فاضربه بالنعلین ۔

جب تو کسی کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا آ رہا ہے، آگ کھا رہا ہے اور پانی پہ چل رہا ہے (مگر اس کے پاؤں بھی نہیں بھیگتے) اور ایک سنت کا تارک ہے تو اپنے دونوں جوتے اتار اور مار مار کے اس کا دماغ درست کر دے۔ وہ شیطان تو ہو سکتا ہے ولی اللہ نہیں ہو سکتا کہ جس بابرکت رسول کا نام لے کر اپنی پیری مریدی چمکا رہا ہے انہی کی شریعت سے غداری کر رہا ہے؟

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میں نے ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان غلام باہو علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خط لکھا کہ بعض بے عمل قسم کے لوگ بادشاہ حضور کے اشعار اور چند عبارات سنا کر لوگوں کو بدعمل بناتے ہیں اور شریعت پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ اس بارے میں کیا حکم ہے تو آپ کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ ''بیٹا قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ صرف اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔'' حدیث بھی کمی بیشی سے محفوظ نہیں کیا امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ موضوع احادیث یاد نہ تھیں تو جب اس اچھے دور میں نبی علیہ السلام کے کلام میں لوگ گڑبڑ کرتے رہے تو بادشاہ حضور کا کلام ان قباحتوں سے کیسے محفوظ رہا ہو گا۔ اس لئے جس شعر یا عبارات کی شریعت کے عین مطابق مناسب تاویل ہو سکے کر لو اور جس کی تاویل نہ ہو سکے سمجھ لو کہ الحاقی ہے چاہے کسی نے عقیدت کے پردے میں ایسا کیا ہو یا سازش کے تحت۔

میں سمجھتا ہوں کہ بڑا جامع جواب ہے اور جتنے صوفیائے کرام کی عبارات سے بالخصوص جاہل پیر غلط مفہوم اخذ کرتے ہیں سب کا جواب اس میں موجود ہے کیونکہ ولی اور فقیر کہلانے والا شریعت کا مخالف ہو ہی نہیں سکتا اور جو شریعت کا مخالف ہو وہ ولی اور فقیر ہو ہی نہیں سکتا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں فقیر کی ف سے مراد فنا فی اللہ ہو کر اپنی ذات و صفات سے فارغ ہو جانا ہے۔ ق سے مراد یاد الٰہی سے اپنے دل کو قوت دینا ہے اور ہمیشہ اس کی رضا پر قائم رہنا ہے۔ ی سے مراد یاس و ناامیدی سے دور رہ کر رب کی رحمت کا امیدوار ہو جانا ہے اور ''ر'' سے مراد رقت قلب اور ہر شئی سے منہ موڑ کر رجوع الی اللہ کرنا ہے۔ (شرح ابیات باہو ص ۴۷۵ پروفیسر سلطان الطاف علی زید مجدہ)

اصلاح نفس

نفس ما کمتراز فرعون نیست
لیک اور اعون و مارا عون نیست

ہمارا نفس بھی فرعون سے کم نہیں ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کے پاس وسائل کی بہتات اور دولت کے انبار تھے اور بہت بڑی حکومت تھی جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس لئے اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور ہم بچ گئے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پنجابی کلام میں نفس امارہ کی خوب خبر لی ہے آپ فرماتے ہیں۔

صورت نفس امارے دی کوئی کتا گلر کالا ہو
رکھی سکھی کھاندا ناہیں، منگے چرب نوالا ہو
کھبے پاسوں اندر بیٹھا دل دے نال سنبھالا ہو
ایہ بدبخت ہے بھکھا باہو اللہ کرسی ٹالا ہو

ضاد ضروری نفس کتے نوں فہما فہم کچیوے ہو
نال محبت ذکر اللہ دا دم دم پیا پڑھیوے ہو

ذکر کنوں رب حاصل تھیندا ذاتو ذات دسیوے ہو
دوئیں جہان غلام تھاں دے جھاں ذات لبھیوے ہو

بزرگان دین نے کئی طریقوں سے نفس کا علاج فرمایا اور اصلاح کی۔

نفس کا علاج

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اپنے مریدین کے ساتھ روزانہ چہل قدمی کو نکلتے راستے میں بادشاہ کا دربار لگا ہوتا جو آپ کو دیکھ کر بمعہ وزراء وامراء کھڑا ہو جاتا۔ ایک دن آپ حسب معمول جا رہے تھے اور بادشاہ بھی حسب سابق کھڑا ہوا تو آپ نے اس کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ اس نے خوب برا بھلا کہا اور آپ چل دیئے۔ مریدین نے اس تبدیلی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: روزانہ بادشاہ میری تعظیم بجالاتا اور میرا نفس اپنی جگہ قائم رہتا۔ آج جب بادشاہ کھڑا ہوا تو میرا نفس پھولا کہ بایزید: تیری کیا شان ہے کہ وقت کا بادشاہ بھی تجھے دیکھ کے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں نے سوچا اس کا علاج ابھی قدموں پہ ہو جانا چاہئے۔ اس لئے میں نے ایسا کیا ہے اور جب بادشاہ گالیاں دے رہا تھا تو میں اپنے نفس سے پوچھ رہا تھا ہاں بتا تیری کیا شان ہے کہ تجھے گالیاں پڑ رہی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے واما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی جو اپنے رب کے سامنے ڈرتے ہوئے کھڑا ہوا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک لیا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

جس طرح مثلاً پودینے کا درخت لگایا تو اردگرد گھاس بھی اگ آئی۔ ہم چاہتے ہیں کہ کھاد وغیرہ کا اثر صرف پودینے تک ہی رہے۔ گھاس کی طرف نہ جائے لہٰذا گھاس کو اکھیڑ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ نے دل کی زمین نیکی کے پودوں کے لئے بنائی ہے۔ اس میں خواہشات کا پیدا ہونا گھاس کی طرح ہے جن کو دل سے نکالنا ضروری ہے تاکہ دل کی زمین نیکیوں کے لئے ہموار ہو جائے جب یہ کام ہو گیا تو ونھی النفس عن الھوی کی شرط پوری ہو گئی جس پر فان الجنۃ ھی الماوی کی جزاء لازم ٹھہری۔ بعض دفعہ اسی کارروائی کو صوفیاء نے حضوری کا نام دیا ہے، کیونکہ اتنا عمل کر لینا مرد مومن کے لئے

حضوری کا باعث ہو جاتا ہے اور وہ مجلس محمدی کی حضوری کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

باجھ حضوری نیں منظوری پئے پڑھن بانگ صلاتاں ہو
روزے نفل نماز گزارن پئے جاگن ساریاں راتاں ہوں
باجھوں قلب حضور نہ ہوئے پئے کڈھن سے زکاتاں ہو
باجھ فنا رب حاصل ناہیں باہو نہ تاثیر جماتاں ہو

واقعات خضر علیہ السلام کی توجیہات

حضرت خضر علیہ السلام نے تینوں کام (کشتی توڑنا، بچے کو قتل کرنا، گرتی دیوار کو سیدھا کرنا) خود ہی کئے لیکن چونکہ کشتی توڑنا ایک لحاظ سے کشتی کو عیب دار کرنا تھا حالانکہ درحقیقت کشتی والوں کا اس میں فائدہ تھا کہ بادشاہ کے قبضے سے بچ گئی لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا فاردت ان اعیبھا ۔ میں نے اس کشتی کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا تاکہ عیب کی نسبت اپنی طرف رہے اگرچہ یہ بھی رب کے حکم سے ہی کیا تھا۔

بچہ مارنا بظاہر عیب تھا لیکن درحقیقت اس کے والدین کا اس میں فائدہ تھا کہ فخشینا ان یرھقھما اپنے والدین کو بڑا ہو کر گمراہ کر دیتا چنانچہ اس بچے کے بدلے ان کو بیٹی دی گئی جس کے بطن سے کئی نبی پیدا ہوئے۔ اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: فاردنا ان یبدلھما ربھما خیراً منہ زکوٰۃ واقرب رحما ۔ ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب ان کو اس سے زیادہ پاکیزہ پیاری اور مہربان اولاد دے۔ تاکہ عیب کی نسبت اپنی طرف ہو جائے اور کمال کی اللہ تعالیٰ کی طرف۔

اور دیوار سیدھی کرنا چونکہ خیر ہی خیر تھا اس لئے وہاں اپنا نام ہی نہ لیا اور فرمایا فاراد ربك تیرے رب نے ارادہ کیا۔ اس واقعہ میں اپنے نفس کی اصلاح کرنے کا بہتر سبق موجود ہے۔

قرآن پاک میں فرمایا گیا ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سیئة فمن نفسك ۔ (حالانکہ سارا کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: قل کل من عند اللہ مگر ادب یہ ہے کہ) جو تجھے بھلائی ملے تو کہہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور برائی یا تکلیف پہنچے تو کہہ میرے اپنے نفس کی وجہ سے ہے۔ یہ ہے نفس کی

Scanned with CamScanner

اصلاح کا حسین طریقہ اور بارگاہ خداوندی کا ادب جس کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں

بے ادباں نہ سار ادب دی گئے ادب تھیں وانجے ہو
جہڑے ہون مٹی دے بھانڈے کدی نہ تھیوں کانجے ہو
جہڑے مڈھ قدیم دے کھیڑے کدی نہ ہوندے رانجھے ہو
جیں حضور نہ منگیا باہو دوئیں جہانیں وانجھے ہو

صوفیانہ تفسیر

خضر علیہ السلام کا واقعہ من وعن اپنی جگہ حق ہے مگر اس کی صوفیانہ تفسیر میں لکھا گیا ہے کہ کشتی بدن اور ملک شیطان ہے جو بدن کی کشتی کو سلامت دیکھنا چاہتا ہے تا کہ اس پہ قبضہ کر لے اور وہ لاغوینھم اجمعین والی بات پوری کرے۔ لیکن جنہوں نے اپنے رب کی عبادت اور مجاہدوں میں بدن کی کشتی کو توڑ لیا کسی خضر کی صحبت میں رہ کر، وہ الا عبادک منھم المخلصین میں شامل ہو کر ملک (شیطان) کے قبضے سے بچ گئے مگر کب؟ جب اپنا من مار لیا۔ فنا فی ذات ہو حضرت سیدنا سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں

موتوا والی موت نہ ملسی جیں وچ موت حیاتی ہو
موت وصال تھیو سے ہکا جداسم پڑھیوے ذاتی ہو
عین دے اندر عین تھیو سے دور ہووے قرباتی ہو
ہودا ذکر ہمیش سڑیندا باہو دنہاں سکھ نہ راتی ہو

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: فالھمھا فجورھا وتقواھا ہم نے نفس کو نیکی اور بدی کی اطلاع دی۔ جسم کو اطلاع دی نہیں فرمایا کیونکہ جسم تو مکان ہے نفس کا اور اطلاع مکان کو نہیں بلکہ مکین کو دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا کام تزکیہ وجود نہیں بلکہ تزکیۂ نفوس ہے اور فرمایا: النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم لہٰذا اپنے اجسام دیکھ کر نبی کو اپنے جیسا نہ سمجھو تمہاری اصل چیز تو نفس ہے جس پر میرے مصطفیٰ کا قبضہ ہے۔ نیز فرمایا یوم لاتظلم نفس عن نفس ۔ واتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیئا ۔

خدا بندے سے خود پوچھے......

نفس کی حقیقت کو پالینا اور نفس امارہ کی اصلاح کر کے اس کو لوامہ ملہمہ، مطمئنہ،

راضیہ اور مرضیہ کے مقام طے کروا دینا یہی حقیقی زندگی و بندگی ہے اگر نصیب ہو جائے تو پھر بولنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ پھر کشتی حیات کو چپو مارنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ رب کی رحمت کی ہوائیں خود ہی اس کے موافق ہو جاتی ہیں۔ پھر لھم ما یشاء ون عند ربھم کا مقام آتا ہے۔ لھم ما تسئالون نہیں فرمایا کیونکہ مانگنے سے تو ہر کوئی دے دیتا ہے۔ ادھر بندے کا ارادہ ہو ہاتھ نہ بھی اٹھیں تو تقدیر بدل جاتی ہے۔ اور خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔ ہمیں چونکہ یہ زندگی و بندگی میسر نہیں ہے اس لئے دعاؤں کے چپو مار مار کر تھک جاتے ہیں مگر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

خود تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

کیونکہ ہم واثر الحیوۃ الدنیا کے طبقے میں شامل ہو کر اپنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دے چکے ہیں کہ دنیا کے لئے سارا وقت اور دین کے لئے کچھ بھی نہیں، نماز کا وقت بھی نہیں۔ گناہ کرتے ہیں، فضول خرچیاں کرتے ہیں کہ اگر نہ کریں تو ناک کٹ جائے گی اور لوگ کیا کہیں گے (اخذتہ العزۃ بالاثم) کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتے کہ خدا کیا کہے گا۔

ادھی لعنت دنیا تائیں ساری دنیا داراں ہو
جیں راہ صاحب خرچ نہ کیتی لین غضب دیا ماراں ہو
پیوواں کولوں پت کہاوے، بھٹھ دنیا مکاراں ہو
ترک جنہاں دنیا تھیں کیتی باہو لہن باغ بہاراں ہو

میں نے دیکھا ایک باؤ صاحب داڑھی منڈا کر ٹائی لگا کر بن سنور کر جا رہے تھے میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں تو جواب ملا دفتر جا رہا ہوں۔ میں تڑپ گیا کہ دفتر جانے والا تو اتنی تیاری کرے اور تو رب کی طرف جانے والا ہے۔ باؤ صاحب دفتر کے منیجر کے سامنے پیش ہونے کے لئے اتنی تیاری کریں اور تو اللہ اکبر من کل شیء کے دربار میں حاضری کے لئے کچھ بھی نہ کرے۔

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ
اور یہ بھی یاد رکھ کہ

Scanned with CamScanner

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا خدا سے غافل ہونے کا نام ہے نہ کہ سونا چاند، بیوی بچوں میں مشغولیت کا، اگر خدا سے غافل نہ ہو تو یہ مشغولیت بھی عبادت قرار پائے۔

(ان لنفسك عليك ولزوجك عليك حق ولا ولادك عليك حق)

امیری فقیری کی مانع نہیں

حضرت سیدنا غوث اعظم ؓ جو سلطان الفقراء اور سید الاولیاء ہیں ایک وقت میں آپ نے ستر ہزار درہم کی دستار بھی پہنی ہے۔ ایک دن آپ کی جیب میں کچھ نہ تھا کہ ایک سائل آ گیا۔ آپ نے ستر درہم کی دستار ہی اس کے حوالے کر دی۔ اہل اللہ کی نگاہ میں امیری وفقیری برابر رہی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے پاس روزانہ ایک لاکھ درہم آتے جن میں سے رات تک کچھ نہ بچتا تھا۔ آپ فرماتے فقیری یہ نہیں کہ کٹیا میں رہا جائے اور پیوند لگے کپڑے پہنے جائیں بلکہ فقیری یہ ہے کہ قدموں میں دولت کا ڈھیر لگا ہو اور تیرا دل اس طرف مائل ہونے کی بجائے خدا کے ساتھ لگا ہو۔ غوث پاک کا جبہ کیا معمولی رقم کا ہوگا جس کو چرانے کے لئے آنے والا قطب بن کر واپس گیا۔

بغداد شہر میں ایک درزی کی دکان پہ اس وقت کے وزیر اعظم نے کپڑے کا ایک ٹکڑا دیکھا اور دنگ رہ گیا کہ یہ کپڑا تو ہم لوگ بھی نہیں پہن سکتے یہ کس کا ہے۔ درزی نے کہا عبدالقادر کا جبہ بنایا تھا یہ ٹکڑا اس سے بچ گیا تھا لیکن ایسے جبے پر بھی آپ ٹاٹ کا پیوند لگا لیا کرتے تھے۔

امام جعفر صادق ؓ نے بہت قیمتی لباس پہنا کسی نے دیکھ کر کہا نبی کا بیٹا ہو کر ایسا دنیا دارانہ لباس آپ اس کو علیحدہ لے گئے اور اس لباس کے نیچے آپ نے ٹاٹ پہنا ہوا تھا فرمایا اوپر والا دنیا داروں کے لئے ہے اور یہ اپنے مولیٰ کے لئے ہے۔

صوفیاء کا ہر کام سنت سے ثابت ہے

بیعت وخلافت: بیعت کی نو اقسام ہیں اور ساری حدیث سے ثابت ہیں۔

نمبر ۱- اسلام قبول کرنے کی بیعت نمبر ۲- بیعت خلافت نمبر ۳- بیعت ہجرت

نمبر ۴- بیعت جہاد نمبر ۵- بیعت اقامت ارکان اسلام نمبر ۶- بیعت تمسک بالسنہ نمبر ۷- بیعت اجتناب عن البدعہ نمبر ۸ بیعت السمع والطاعۃ (جیسا کہ عورتوں کا نوحہ نہ کرنے کی بیعت کرنا) نمبر ۹ بیعت محبت (کہ حضور ہم اس بات پہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم آپ سے محبت کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر کتب احادیث میں ہے: (من شاء فليطا لعها)

حضور علیہ السلام کی خلافت دو طرح کی تھی۔ ظاہری اور باطنی، ظاہری خلافت اسلامی حکمرانوں کے حصے میں آئی اور باطنی کے پھر تین شعبے ہوئے۔ نمبر ۱ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی حفاظت کی ذمہ داری اس میں حفاظ وقرأ حضور علیہ السلام کے خلفاء ہیں نمبر ۲- قرآن پاک کے معانی، اسرار ورموز کی ذمہ داری اس کے حق دار علماء ومفسرین ٹھہرے اور تزکیہ نفوس (ویزکیھم) کا کام صوفیاء کو سونپا گیا، پھر بیعت طریقت اس لئے زیادہ مشہور ہوگئی کہ خلافت کا اصل سرچشمہ یہی نفوس قدسیہ ہیں اس لئے کہ جب دل ہی صاف نہ ہو تو اعمال کیا کریں گے۔ اسی لئے ہر صوفی کسی نہ کسی عالم کا شاگرد ہوا ہے اور ہر عالم کسی نہ کسی صوفی کا مرید ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تمام طبقات وراثت نبوت کے حقدار ہو کر خلفائے رسول ہیں کیونکہ وہ کام جو فرائض نبوت تھے (ویزکیھم ویعلمھم الكتب والحكمة) یہی لوگ ان فرائض کو ادا کر رہے ہیں۔

تو جب اللہ کا نبی زمین پہ اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور مذکورہ طبقات مناصب نبوت کی ذمہ داریوں کو نبھا کر حضور علیہ السلام کے خلفاء ہوئے تو خلیفہ کی بیعت اصل ہی کی بیعت ہوتی ہے جیسے مصطفیٰ کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ (ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله) لہٰذا اگر کوئی مثلاً سلسلہ قادریہ کے ہزارویں درجے میں بھی بیعت ہوا ہے تو اگر مرشد کامل ہے تو وہ مرید غوث اعظم کے وسیلہ سے حضور علیہ السلام ہی کے ہاتھ پہ بیعت کر رہا ہے کیونکہ خلیفہ کی بیعت اصل ہی کی بیعت ہے۔ (من يطع الرسول فقد اطاع الله)

اور جب کوئی شخص کسی کامل کے ہاتھ پہ بیعت ہوتا ہے تو مذکورہ نو کی نو قسمیں بیعت کی اس میں آ جاتی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر بات کی پیر کی طرف سے مرید کو نصیحت کی جاتی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

Scanned with CamScanner

☆ ایک صحابی کہتے ہیں بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ بَيْعَاتٍ خَمْسٌ بَيْعَاتٍ عَلَى الطَّاعَةِ وَالسَّمْعِ وَاثْنَيْنِ عَلَى الْمَحَبَّةِ میں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پہ سات بیعتیں کیں، پانچ اطاعت وفرماں برداری کی اور دو محبت کی۔

☆ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ مَا اسْتَطَعْتُ ۔ (ترجمہ احادیث کی عربی عبارت کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

☆ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، يَقُوْلُ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ

☆ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ بَايَعْنَهُ عَلَى الْاِسْلَامِ،، ....الخ

ترجمہ احادیث: میں نے حضور علیہ السلام کی اس بات پر بیعت کی کہ اپنی طاقت کے مطابق آپ کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا:۔ ہم رسول اللہ ﷺ سے جب سننے اور ماننے کی بیعت کرتے تو رسول اللہ ﷺ ہم سے فرماتے:۔ جو تمہاری بساط کے اندر ہو۔

امیمہ بنت رقیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند عورتیں اسلام پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ وہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں زنا نہ کریں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ اپنے پاس سے گھڑ کر کسی پر بہتان نہ لگائیں اور اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی تمہیں استطاعت اور طاقت ہو وہ عرض گزار ہوئیں کہ اللہ اور اس کا رسول ہم پر ہماری جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ یا رسول اللہ! آیئے ہم آپ سے بیعت کریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ میرا سو عورتوں سے کہہ دینا ایک عورت سے کہنے کی طرح ہے۔

(صحابہ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست پر پیروی کرنے کی بیعت کی اور مشائخ عظام سے بھی اسی مقصد کے لئے بیعت کی جاتی ہے کہ جو دین کا عالم وعامل اور سنت رسول کا پیکر ہو دوسرے اس لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تا کہ وہ ماہر راہ پیا کی طرح اپنے مریدین کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور نائب رسول بن کر قدم قدم پر ان کی رہنمائی کرے۔)

عورتوں سے بیعت کیسے لی جائے

رسول اللہ ﷺ عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ انہیں زبانی کلامی بیعت فرمالیا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کو مس نہیں کیا۔ جو عورتیں اپنے پیر سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس کے ہاتھ پیر دباتی ہیں تو ایسی بیعت قطعاً شرعی بیعت نہیں کیونکہ ایسے پیر حقیقت میں کاروباری اور دین کے ڈاکو ہیں وہ خود تو ڈوبے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ڈبونے میں کوشاں رہتے ہیں۔ شرعی بیعت وہی ہے جو ایسے نائب رسول کے ہاتھ پر کی جائے جو عالم وعامل، سنت رسول کا پیکر اور صاحب نسبت ہو جو ایسا نہ ہو اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔

قرونِ اولیٰ میں امیر یا سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی۔ آج کل ووٹ ڈالے جاتے ہیں جن کے ذریعے بالآخر سربراہ مملکت کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ بعض ممالک میں یوں بھی ہوتا ہے کہ فوج حکومت وقت سے باغی ہو کر ملک پر قابض ہو جاتی ہے اور موجودہ حکمرانوں کو معزول کر کے خود ملک کا نظم ونسق سنبھال لیتی ہے جیسا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے اندر ہوا۔ حکمرانوں کی اطاعت عوام پر اسی حد تک لازم آتی ہے جبکہ وہ اللہ اور رسول کے قوانین کے مطابق حکم کریں اگر وہ شریعت مطہرہ کے خلاف قوانین نافذ کریں تو شرعاً ان امور میں حاکم وقت کی اطاعت واجب نہیں ہے اور اس طرح جو منوایا اور مانا جائے گا وہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

Scanned with CamScanner

صوف کالباس

صوفیاء کرام کے جن کاموں پہ اعتراض کیا جاتا ہے ان میں ایک ان کا "لباس صوف" ہے اور عجیب بات ہے کہ اس کا ذکر کتب احادیث بلکہ صحیح بخاری میں ہے۔

غسل (رسول اللہ ﷺ) وجهه ویدیه و غلیه جبه صوف ۔

کہ حضور علیہ السلام نے اپنا چہرۂ انور اور ہاتھ دھوئے جب کہ آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا۔

ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یلبس ثیابامن صوف** کہ حضور علیہ السلام اکثر اونی لباس زیب تن فرمایا کرتے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۸ پہ ہے کہ یونس علیہ السلام کا لباس اونی تھا۔

مراقبہ اور چلہ کشی

چلہ کشی اور مراقبہ کی اصل حضور علیہ السلام کا کئی کئی دن (تین، سات، دس، تیس اور چالیس دن) غار حرا میں جا کر خلوت گزیں ہونا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے **حبب اللّٰه الیه الخلوة و کان یخلو بغار حرا** ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے **حبب الیه الخلاء** کہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کا شوق ڈال دیا جو آپ غار حرا میں جا کر پورا فرمایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۲۲، وص ۵۲۳)

یہی صوفیاء کرام کی چلہ کشی (جو تصوف کا اہم جزء ہے) کی اصل ہے۔

سالانہ عرس

ہر سال بزرگان دین کے مزارات پہ حاضری دینا اور عرس منعقد کرنا اس کی اصل حضور علیہ السلام کا ہر سال شہدائے احد کی قبروں پہ جانا اور وہاں جا کر منبر بچھا کر وعظ و نصیحت فرمانا ہے۔ یہی تو عرس ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا **نهیتکم عن زیارة القبور الافزوروها** (کتب احادیث)

کثرت عبادت

کثرت سے عبادت کرنے پر بھی بعض لوگ معترض ہیں۔ اس لئے نوافل اور سنن غیر مؤکدہ کا تو کبھی انہوں نے منہ بھی نہیں دیکھا بلکہ سعودی عرب میں تو عموماً فرائض پر

ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے نہ کوئی پہلے سنت نہ بعدٗ نہ کوئی مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ جبکہ قرب نوافل کی حدیث پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں اور کثرت عبادت و قیام کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں پہ ورم آنا اور قرآن پاک کی آیت **قم الیل الا قلیلا** ۔ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حالانکہ علاج تو وہ کرواتا ہے جو بیمار ہو حضور علیہ السلام تو دوسروں کے نفوس کا تزکیہ فرمانے والے ہیں پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے؟ صرف ہمارے اندر احساس پیدا کرنے کے لئے۔ قرآن پاک میں ہے طٰہٰ ۝ **ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ** پیارے ہم نے آپ پر اس لئے تو قرآن نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں مگر حضور علیہ السلام اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہیں **افلا اکون عبدًا شکورًا** ۔ کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

رات کی عبادت کے ساتھ ویسے ہی اللہ کو زیادہ پیار ہے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پہ آنے کا وعدہ کیا تو چالیس راتوں کا تذکرہ کیا اگرچہ ان میں دن بھی آتے ہیں مگر نام صرف راتوں کا لیا (اربعین لیلا) یہ بتانے کے لئے کہ عبادت کا جو لطف رات کی خلوتوں میں ہے وہ دن کے اجالوں اور خلوتوں میں کہاں؟

خاموشی اور اس کے فضائل

خاموشی کے فضائل میں کتب حدیث کے اندر پورے پورے ابواب ہیں اور زیادہ بولنے کی قباحتوں کا بھی ذکر ہے لیکن کئی لوگوں کو صوفیاء کی یہ عادت بھی اچھی نہیں لگتی جبکہ خود حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ **کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طویل الصمت** (مشکوٰۃ ص ۵۲۰) کہ خود حضور علیہ السلام زیادہ تر خاموشی اختیار فرمائے رکھتے تھے۔

ابن ماجہ شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تمہیں معلوم ہو کہ کوئی شخص کم بولتا ہے اور دنیا سے بےزار ہے تو اس کا قرب حاصل کرو

فاقہ کشی اور اس کے فوائد

اور فاقہ کشی کے بارے میں تو کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ حضور علیہ السلام کے معرکۃ الاراء فاقے کس کو معلوم نہیں ہیں اگرچہ اختیاری ہی تھے۔ یہ بابرکت عمل بھی صوفیاء کرام کی زندگی کا محبوب مشغلہ اور معمولات مشائخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ اور اس کے فوائد بھی کما حقہ وہی جانتے ہیں جنہیں اس کی لذتیں نصیب ہیں۔

Scanned with CamScanner

معلوم ہوا کہ یہ سارے کام حضور علیہ السلام کی سنتوں میں سے ہیں جن کی طرف توجہ بہت کم دی جاتی ہے حالانکہ ان پر عمل کرنے سے بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح دوسری سنتوں پر عمل کرنے سے ملتا ہے۔ کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ان تمام سنتوں کو اپناؤ اور ایک ایک سنت کو زندہ کرنے پر سو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرو۔

مرید بنو مگر کس کے؟

مگر صاحب سلسلہ، صحیح العقیدہ اور عالم شریعت پیروں کے ورنہ یاد رکھو ۔ لباس خضر میں ہزاروں رہزن بھی پھرتے ہیں۔ اور اگر کوئی مرد کامل مل جائے تو اس کے با ادب مرید بنو اور ادب یہ ہے کہ مرشد بات کرے تو مرید کا سارا جسم کان بن جائے۔ مرشد سامنے آئے تو مرید سراپا گوش بن جائے چونکہ مرشد کامل حضور علیہ السلام کا خلیفہ ہے اور حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام ﷡ کو بالخصوص حکم دیا گیا یا ایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا ...... واسمعوا (البقرہ) شروع سے ہی میرے حبیب کی بات پر غور کر لیا کرو اور خود حضور علیہ السلام کے بارے میں سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے ما زاغ البصر وما طغی ۔ کہ جب اللہ نے اپنے محبوب کو جلوہ دکھایا تو نہ نظر ٹیڑھی ہوئی اور نہ بھٹکی۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ ۔ اک آگ کا دریا ہے اور پار گزرنا ہے

حضور سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

مرشد مکہ طالب حاجی قبلہ عشق بنایا ہو
وچ حضور سدا ہر ویلے کریئے حج سوایا ہو
ہک دم میتھوں جدا نہ ہووے دل ملنے تے آیا ہو
مرشد عین حیاتی باہو لوں لوں وچ سمایا ہو

احوال واقوال صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ

مرید کی وجہ سے پیر کی بخشش

بعض عرفاء سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں لوگوں کو اس لئے بیعت کرتا ہوں کہ کسی اچھے مرید کی وجہ سے میری بخشش ہو جائے۔

جب رات ہوتی ہے

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ رات ہوتی ہے تو میرا دل وجد کرنے لگتا

ہے کہ اب دنیا سے جدا ہو کر اپنے مولیٰ کے ساتھ رہوں گا مگر افسوس کہ ابھی پوری طرح پیاس بھی نہیں بجھتی کہ پھر صبح ہو جاتی ہے۔

ہر وقت خدا کی زیارت

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان للہ عباد الو حجب عن اللہ تعالیٰ فی الدنیا والاخرۃ لارتدوا ۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر دنیا و آخرت میں کسی لمحے بھی خدا تعالیٰ سے پردے میں ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

ہر وقت مصطفیٰ کی زیارت

حضرت شیخ ابوالعباس مرسی علیہ الرحمۃ کا اپنے متعلق اپنا فرمان ہے لو حجب عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفة عین ما اعددت نفسی من زمرة المسلمین ۔ اگر ایک لحہ کے لئے بھی حضور علیہ السلام کا مجھے دیدار نصیب نہ ہو تو میں اس لمحے اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا۔

اولیاء کرام کا معیار تحقیق

حضرت شیخ روز بہاں بکری علیہ الرحمۃ کے سامنے ایک محدث نے حدیث پڑھی جو اسناد کے لحاظ سے بالکل درست تھی مگر آپ نے فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کتب اسماء الرجال سے پوری تحقیق کے ساتھ بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تیری تحقیق دیکھوں یا رخ والضحیٰ دیکھوں وہ دیکھ حضور علیہ السلام اشارے سے فرما رہے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ لوگ بحث میں نہیں پڑتے کیونکہ گھڑے کی آواز اس وقت تک آتی ہے جب تک کہ خالی ہوتا ہے، بھر جائے تو آواز نہیں آتی۔ ان کی حالت بھی ایسی ہی ہوتی ہے کہ کوئی پتھر مارے یا گالی دے، دعا دے کر گزر جاتے ہیں جھگڑتے نہیں ہیں۔ واذا خاطبھم الجاهلون قالوا سلاما ۔

گرد مستاں گرد گر مے کم رسد بوئے رسد
بوئے او گر کم رسد رویت ایشاں بس است

کہ ان مستوں کے گرد ایسے چکر لگا جس طرح شمع کے گرد پروانہ گھومتا ہے۔ اگر

شراب عشق و محبت کا پورا جام نہ بھی ملے تو تجھے ایک گھونٹ ہی کافی ہے اگر گھونٹ بھی نہ ملے تو خالی بو ہی کافی ہے اور اگر بو بھی نہ ملے تو پھر بھی مایوس ہو کر اپنے آپ کو محروم نہ سمجھ کیونکہ ان کی زیارت ہی کافی ہے کیونکہ اذا راوا ذکر اللہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آ جاتا ہے یہ بھی تو عبادت سے کم نہیں۔

کوئی پرواہ نہیں

واللہ ما ابالی ان اسقطت علی الموت ام سقط الموت علی ۔

(قول علی المرتضیٰ الکامل للمبرد ابواب امثال العرب)

اللہ کی قسم مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں موت پر جا گروں یا موت مجھ پہ آ گرے۔

(ایک صوفی کا فرمان)

کن گناہوں سے ایمان چھن جاتا ہے

حضرت ابوالقاسم حکیم علیہ الرحمۃ سے سمرقند میں کسی نے سوال کیا کہ وہ کون سا گناہ ہے جس کے کرنے سے بندے کا ایمان چھن جاتا ہے۔ فرمایا: وہ تین گناہ ہیں جن کے کرنے سے بندہ ایماندار نہیں رہتا۔

نمبر۱ ایمان جیسی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرنا

نمبر۲ ایمان کے ضائع ہونے سے نہ ڈرنا

نمبر۳ مسلمانوں پر ظلم کرنا۔ (تنبیہ الغافلین، فقیہہ ابواللیث سمرقندی)

امید و خوف

ویروی عن بعض الصالحین انه قال لو انزل اللہ کتابا انه معذب رجلا واحدالخفت ان اکونه اوانه راحم رجلا واحد لرجوت ان اکونه (ایضًا)

ایک ولی اللہ کے خوف خدا اور امید رحمت الٰہی کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ لکھ کر کچھ نازل فرمائے کہ میں صرف ایک ہی بندے کو عذاب دوں گا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ بندہ کہیں میں ہی نہ ہوں اور اگر مجھے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی بندے پہ رحمت فرمائے گا تو مجھے اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ (الایمان بین الخوف والرجاء)

شیطان کا مقابلہ کیسے کریں؟

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **ان کان ھو (الشیطن) یرك من حیث لاتراه فاستعن بمن یراه من حیث لایراه وھو اللہ القھار الستار** (تفسیر ضیاء القرآن ج۲ ص۲۳)

اگر شیطان تجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو تو اس (اللہ) کی مدد حاصل کر جو اس شیطان کو ایسی جگہ سے دیکھتا ہے کہ جہاں سے شیطان اس رب العالمین کو نہیں دیکھ سکتا اور وہ ذات اللہ کی ذات ہے جو قہار بھی ہے اور ستار بھی۔

اویس قرنی علیہ الرحمۃ کا سوال

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق جب حضور علیہ السلام کے حکم سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے اویس کیا تو نے حضور علیہ السلام کا جمال دیکھا ہے تو انہوں نے عرض کیا ہاں میں نے تو دیکھا ہے مگر **لم تریاه من رسول اللہ الاظله** تم نے تو صرف حضور کا ظل اور عکس ہی دیکھا ہے۔ (جواہر البحار)

سنی ہونے پر شکرِ خدا

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کا ایک مشہور شعر ہے ؎

شکر خدا کہ سنی ام نے معتزلی نے ہیچو شیعہ دارم دغلی
از صدق دل گویم ہر دم ابوبکر و عمر، عثمان علی

خدا کا شکر ہے کہ میں سنی ہوں، نہ تو میں معتزلی ہوں اور نہ شیعوں کی طرح دھوکے باز ہوں۔ صدق دل سے ہر وقت یہ نعرہ لگاتا رہتا ہوں کہ

چمن چمن گلی گلی، صدیق عمر، عثمان، علی (حق چار یار)

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

غصت فی لجة المعارف واقفا علی حقیقة المحمدية (علی صاحبها الصلوٰة والسلام) فاذابینی وبینها الف حجاب من نور ولودنوت الی الحجاب الاول لاحترقت کماتحترق الشعرة اذا القیت فی النار (قول بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ: جواہر)

میں نے معرفت کے سمندر میں غوطہ لگایا حقیقت محمدیہ سے واقف ہونے

Scanned with CamScanner

کے لئے تو مجھے اپنے اور حقیقت محمدیہ کے درمیان ایک ہزار پردہ دکھائی دیا کہ اگر میں پہلے پردے کے قریب بھی جاتا تو ایسے جل جاتا جس طرح بال اگ میں جلتا ہے۔

مرشد کا جوتا

خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے جب ایک سائل کو اپنے جوتے عنایت فرما دیئے اور امیر خسرو آپ کے مرید خاص وخلیفہ نے سائل کو دس ہزار روپے دے کر جوتے واپس لے لئے اور جب خواجہ کے دربار میں آئے تو خواجہ نے پوچھا ''بکم خریدہ'' جوتے کتنے کے خریدے ہیں؟ عرض کیا! بدہ ہزار خریدہ ام۔ دس ہزار کے خریدے ہیں۔ فرمایا: ارزان خریدہ ای۔ ابھی بہت سستے خرید لائے ہو۔

''حافظہ'' کا روحانی علاج

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ واستاذ سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کو چھوڑ دینے کی نصیحت فرمائی۔ میں حیران ہوا کہ کہاں حافظہ اور کہاں ترک معصیت؟ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے تو انہوں نے فرمایا

فان العلم نور من الٰہٖ
ونور اللّٰہ لایعطی لعاصٍ

بے شک علم نور خدا ہے جو گناہ گار ونافرمان کو نہیں دیا جاتا۔

مصیبت پہ خوشی

ایک صوفی بزرگ کا فرمان ہے انا نفرح بالبلاء کما یفرح اھل الدنیا بالنعم ۔ ہم مصیبتوں پر ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے دنیادار نعمتوں پر خوش ہوئے ہیں۔

لفظ ''قل'' کا ترجمہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ قل (قل ھو اللّٰہ احد) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ''بگوائے محبوب من، مطلوب من، مقصود من'' اے میرے محبوب، اے میرے مطلوب، اے میرے مقصود تو کہہ دے۔

منصور حلاج کا قول

منصور حلاج فرماتے ہیں مَن حسین وقت و نااھلاں یزید و شمر
کوہ ارادتم متزلزل نمی شود
لو بست الجبال ولو دکت السماء

میں وقت کا حسین ہوں اور میرے مدمقابل نااہل یزید وشمر ہیں۔
میں ارادے کا پہاڑ ہوں کہ جس میں کبھی لرزہ پیدا نہیں ہوسکتا اگرچہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور زمین کو کوٹ دیا جائے۔

میں پربتوں سے لڑتا رہا اور چند لوگ
گیلی زمین کھود کر فرہاد بن گئے

ولی کی سخاوت وشجاعت

حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کسی ولی اللہ کو اگر ہزار کرامتیں ملی ہیں اور دوسرے ولی کو صرف ایک ملی ہے تو شجاعت یہ ہے کہ وہ ایک بھی ہزار والے کو دے دے۔ (قصص الاولیاء)

نیکوں کو دوست بناؤ

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں استکثروا من الاصدقاء المؤمنین فان لھم شفاعة یوم القیمة ۔ (مظہری) نیکوکار اہل ایمان کو زیادہ دوست بنایا کرو کیوں کہ وہ قیامت میں تمہاری شفاعت کریں گے جبکہ کافر کہیں گے فما لنا من شافعین ولاصدیق حمیم ۔ ہائے ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی ہمارا غمخوار ومددگار ہے۔

مرید پیر کے ہاتھوں میں

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح مردہ اپنے آپ کو غسال کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے اور پھر اس کی مرضی ختم ہو جاتی ہے اس طرح مرید کو بھی اپنی مرضی مرشد کی مرضی میں فنا کر کے شیخ کے ہاتھوں میں اپنا آپ دے دینا چاہئے پھر دیکھے رحمت کے دروازے کیسے کھلتے ہیں۔

فرشتوں کو رحمت نہ دو

شیخ جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مرید خالص وہ ہوتا ہے کہ چوبیس

Scanned with CamScanner

سال تک اپنے بائیں کندھے والے فرشتوں کو (گناہ) لکھنے کی زحمت نہ دے (اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے کیونکہ گناہ ہو جانے کے بعد نیکیاں لکھنے والا فرشتہ برائی لکھنے والے فرشتے کو کہتا رہتا ہے ٹھہر جا ہو سکتا ہے ابھی توبہ کر لے۔ فوراً توبہ ہو جائے تو گناہ لکھا ہی نہیں جاتا)

مرید کی خواہش

ایک پیر کے مرید نے کئی سال حضرت غوث اعظم کی خدمت کی آخر دریائے کرم موج میں آیا اور آپ نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے عرض کیا اگر کچھ عطا کرنا ہی ہے تو میرے پیر کے قدموں میں پہنچا دیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۔

تقریر نمبر 3:

صحبت کا اثر

الحمدللّٰہ علٰی ماعلم من البیان والھم من التبیان وتمم من الجود والاحسان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علٰی سید ولد عدنان المبعوث باکمل الادیان المنعوت فی التوراۃ والانجیل والفرقان وعلٰی الہ واصحابه والتابعین لھم باحسان صلوٰۃ دائمۃ ماکر الجدیدان وعبدالرحمن......امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یاایھا الذین امنوا کا پیارا خطاب صرف امت محمدیہ علٰی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے حصے میں آیا ہے اور اللہ نے ان پیارے الفاظ سے قرآن پاک میں اس امت کو اٹھاسی مرتبہ یاد فرمایا ہے۔ پہلی امتیوں کو یا اھل الکتاب اور یبنی اسرآئیل جیسے الفاظ سے خطاب کیا جاتا تھا۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے تقویٰ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: نمبر۱۔ تقوی عن الشرک نمبر۲۔ تقویٰ عن المعاصی نمبر۳۔ تقویٰ عن البدعۃ

ہر قسم کا تقویٰ اختیار کرنے کے بعد بھی سچوں کی صحبت و معیت کا حکم دیا گیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ خالی تقویٰ سے بات نہ بنے گی جب تک کسی کامل کا دامن ہاتھ میں نہ ہو گا۔

قیامت کے دن جب دنیوی تعلقات کی بناء پر تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس دن بھی اللہ تعالٰی کے نیک بندوں سے دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے دین کی بنیاد پر کی ہوئی دوستی باقی رہے گی اور کام آئے گی۔ ارشاد باری تعالٰی ہے

Scanned with CamScanner

الا خلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین ۔ اس دن دوست دشمن ہو جائیں گے ہاں مگر نیکوں کی دوستی قائم رہے گی۔ لہٰذا دوستی ایسوں سے کرو جو یہاں بھی قائم رہے اور وہاں بھی باقی رہے۔ پیر باہو نے ولیوں کی اس مضبوط دوستی کو کتنے پیارے اور سادہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے، کل نوں لاج نہ لائیے ہو
کوڑے تمے تربوز نہ تھیون، توڑے توڑ مکے لے جائیے ہو
کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے بھانویں موتیاں چوگ چگائیے ہو
کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوون بے سو مناں کھنڈ پائیے ہوں
سپاں دے پتر کدی متر نہ ہوندے بھانویں چلیاں دودھ پلائیے ہو

اولیائے اللہ کی معیت اپنانے کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس لئے کہ وہ جو انسان کا کھلا دشمن ہے اور جس نے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور چیلنج اعلان کیا تھا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور گمراہ کردوں گا۔ ولا تجد اکثرھم شکرین اکثر لوگ تیرے ناشکرے ہو جائیں گے۔ اس بے ایمان نے اسی موقع پر اس حقیقت کا اقرار واعتراف بھی کیا تھا۔ الا عبادك منهم المخلصين تیرے مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں چل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ان عبادی لیس لك علیهم سلطن ۔ میرے بندوں پر تو غالب نہیں آ سکتا۔ شیطان کن کن طریقوں سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو ضائع کرنے کے لئے کون کون سے راستے استعمال کرتا ہے اور پھر اللہ کے مخلص بندوں اور شیطان کی طاقت میں کتنا فرق ہے کہ جن کے سامنے روز اول ہی وہ ہتھیار ڈال کر اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے۔ آج کی گفتگو کا عنوان یہی ہے پہلے شیطانی حربوں کا ذکر کیا جائے گا اور پھر اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطن کی طاقت کو بیان کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو کہ

محبت کی نظر اور ہے عداوت کی نظر اور
نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا

شیطان، دشمن انسان

کوئی شخص کتنا ہی سچا اور آپ کا خیر خواہ کیوں نہ ہو اگر آپ کو کہے کہ اس راستے پر نہ

جانا کیوں کہ اس راہ پر تیرا فلاں دشمن بیٹھا ہوا ہے تو پھر بھی اس بات میں جھوٹ کا یا مذاق کا امکان تو ہو سکتا ہے یا یہ بھی تو ہو سکتا ہے آپ کے جانے سے پہلے ہی دشمن وہاں سے چلا جائے اور اگر سو فیصد یقین ہو کہ دشمن ضرور بیٹھا ہوگا پھر بھی احتیاط نہیں کرو گے تو ضرور نقصان اٹھاؤ گے جبکہ شیطان کی دشمنی کے بارے میں اس ذات نے بتایا کہ جس سے زیادہ سچی کسی کی بات نہیں اور جس سے زیادہ پکا کسی کا قول نہیں۔ (من اصدق من اللہ حدیثا و من اصدق من اللہ قیلا) اور اس کتاب میں بتایا گیا کہ جس کی شان یہ ہے ذلك الكتب لا ریب فیه اور اس رسول نے بتایا جو انسانیت کا سچا خیر خواہ اور رحمۃ للعالمین کی شان والا ہے پھر بھی اگر ہم یقین نہ کریں یا اس دشمن سے بچنے کے لئے کچھ نہ کریں جو دشمن ہماری جان کے در پے نہیں بلکہ ہمارے ایمان کو ضائع کرنے کے لئے گھات لگائے بیٹھا ہے تو پھر ہم سے بڑا احمق کون ہوگا۔

دنیا کے دشمن تو کبھی کبھی حملہ کرتے ہیں مگر شیطان ایسا دشمن ہے کہ پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک ہمارے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ما من بنی آدم مولود الا یمسه الشیطن حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنها ایک حدیث میں ہے صیاح المولود حین یقع نزعة من الشیطان (مشکوۃ ص ۱۸) کہ بچہ پیدا ہوتے ہی جو چیختا ہے تو یہ شیطان کے کچوکا لگانے کی وجہ سے ہے۔ جب پیدا ہونے والے بچے کو (جس سے ابھی گناہ کا امکان ہی نہیں) نہیں چھوڑتا تو عاقل بالغ کیسے کہہ سکتا ہے کہ مجھ پر شیطان حملہ نہیں کر سکتا جبکہ ابو الانبیاء اور ابو البشر کو اس کمینے نے معاف نہ کیا تو تو کس کھیت کی مولی ہے بلکہ ایسی بات کہنا بذات خود شیطان کا حملہ ہی ہے۔ (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم)

ایک بندہ وضو کر کے مسجد میں آتا ہے، نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے پھر بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں شیطان سے بچ گیا ہوں، جب تو وضو کرتا ہے وہ اس وقت ہی تیرے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے وضو کرتے ہوئے حملہ کرنے والے شیطان کا نام ''ولھان'' ہے۔ (ترمذی ص ۱۹)

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ عین نماز کی حالت میں بندہ جب پوری توجہ نماز کی طرف نہیں کر پاتا تو یہ بھی شیطان ہی کی طرف سے ہے جس کو حدیث میں ''اختلاس''

فرمایا گیا ہے۔ھو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوٰۃ العبد (متفق علیہ) ۔ یہ بندے کی نماز میں سے شیطان کا ڈاکہ ہے۔اور نماز میں بندے کی توجہ ادھر ادھر کرنے والے شیطان کا نام حدیث میں ''خنزب'' بتایا گیا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹)

حالانکہ نماز کی حالت میں بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قرب میں ہوتا ہے اور جب اہل ایمان کی نماز معراج المؤمنین ہے تو حضور علیہ السلام کی نماز تو معراج کی بھی جان ہے لیکن حدیث شریف میں ہے کہ عین دوران نماز مسجد نبوی شریف میں شیطان نے حضور علیہ السلام پر بھی حملہ کی کوشش کر ڈالی (پورا واقعہ دیکھئے مشکوٰۃ ص ۹۱ پہ) اگرچہ ناکام ہوا اور ہوتا کیوں نہ کہ حضور تو امام الانبیاء ہیں جبکہ اس لعین کا تو اپنا بیان ہے کہ مخلصین پر بھی میرا بس نہیں چل سکے گا تو جب

یہ شان ہے خدمت گاروں کی ''پھر'' سرکار کا عالم کیا ہوگا

اُف! اتنا شدید حملہ؟

شیطان لعین انسان کے ہر عضو کو گنہگار کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارا مہربان رب وضو کرنے سے ہمارے اعضاء کے گناہوں کو نکال باہر کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کلی کرنے سے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں، ناک میں پانی ڈالنے سے ظاہری صفائی بھی ہو جائے گی اور ناک کے گناہ بھی نکل جائیں گے جس سے باطنی طہارت بھی ہوگئی۔ چہرہ دھوتے وقت چہرے سے متعلقہ تمام (صغیرہ) گناہ جھڑ جائیں گے۔ حتٰی تخرج تحت اشفار عینیه ۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی۔

ہاں دھوؤ گے تو ہاتھوں کے گناہ ختم حتی تخرج تحت اظفار یدیه ۔ یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ سر کا مسح کرنے سے سر کے گناہ نکل گئے حتیٰ تخرج من اذنیه ۔ یہاں تک کہ کانوں سے بھی۔ فاذا غسل رجلیه خرجت الخطایا من رجلیه حتی تخرج من اظفار رجلیه ۔ اور جب پاؤں دھوئے گا تو پاؤں کے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے اندر کے گناہ بھی۔ ثم کان مشیه الی المسجد وصلوته نافلة له ۔ پھر نماز اور نماز کے لئے مسجد کی طرف جانا بندے کے لئے ثواب ہی ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹،۴۰)

دیکھئے! ایسا دشمن کہ ان الشیطٰن یجری مجری الدم (مشکوٰۃ ص ۱۸) جو انسان

میں خون کی طرح دوڑتا ہے اللہ نے اس کے حملوں سے ہمیں کیسے بچایا اور اس لئے حکم دیا کہ تم خود اس کے شر سے نہیں بچ سکو گے مجھے ہی عرض کیا کرو۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔

جسمانی بیماریوں سے زیادہ بری بیماری رُوح کی ہے جس کا تعلق ایمان سے ہے اور یہی ضائع کرنے کی کوشش میں شیطان رہتا ہے، ہم لوگ جسمانی امراض کے لئے بڑے علاج، ٹیسٹ کراتے ہیں اگرچہ جتنے مہنگے ہی کیوں نہ ہوں مگر روح کی بیماری کا اتنا آسان اور بالکل مفت علاج بھی نہیں کر سکتے کہ پانچ وقت وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں۔ کیا ہم شیطان کے حملے کی زد میں تو نہیں آچکے؟

جنگل دے وچ شیر مریلا، باز پوے وچ گھر دے ہو
عشق جیہا صراف نہ کوئی، کھوٹ نہ چھڈے وچ زر دے ہو
عاشق نیندر بھکھ نہ کوئی، عاشق مول نہ مردے ہو
عاشق سوئی جیندے جھڑے، باہو رب اگے سر دھردے ہو

ایسا بھی ہوتا ہے

کہ ایک بندے سے شیطان خود ہی گناہ کراتا ہے اور پھر اس کا مذاق بھی اڑاتا ہے تو جب اپنے ماننے والوں کا نہیں بنتا تو اے بندۂ خدا تیرا کب بنے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ جمائی لیتے وقت ہاہا کی آواز نکالتا ہے تو شیطان دیکھ کر ہنستا اور مذاق اڑاتا ہے بلکہ ایک حدیث میں ہے لا تقل "ھا" فانما ذٰلك من الشیطٰن یضحك منه (مشکوٰۃ ص ۹۰)

یعنی ہنستا اور مذاق اڑاتا ہے اور دوسری میں ہے فان الشیطٰن یدخل فی فیه ۔ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

خود ہی چوری کرواتا ہے اور جب چور کو سزا ملتی ہے تو خوشیاں مناتا ہے کہ مسلمان کو کیسے ذلیل کروایا ہے۔ گناہوں کے زخم لگا کر مرہم رکھنے کی بجائے ان پر نمک پاشی کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے و اذ زین لھم الشیطٰن اعمالھم ...... (الانفال)

قریش مکہ جو شیطان کے خاص چیلے تھے ان کے سامنے ان کے گناہوں کو مزین

Scanned with CamScanner

کر کے پیش کیا اور کہا لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم ۔ آج (بدر میں) تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں، لیکن فلما ترات الفئتٰن نکص علیٰ عقبیہ جب اللہ کی مدد فرشتوں کی صورت میں دیکھی تو الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگ نکلا۔ جب ان (اپنے دوستوں) کے کام نہ آیا تو اے غافل مسلمان تیرے کام کیا آئے گا۔ اس لعین نے میر جعفر وصادق سے غداری کروائی، ان کو اپنا مستقبل کتنا درخشندہ نظر آیا ہوگا مگر لعنت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، یہی حال فرعون ویزید کا کرایا۔

لطیفہ یا عبرت

اللہ رسول کا حکم ہے کہ صبح جلدی اٹھ کر نماز با جماعت ادا کرو مگر ہم نے چونکہ ہر کام میں شریعت کی مخالفت کی ٹھانی ہوئی ہے۔ شادی بیاہ ہو یا غمی کا موقع ہو شیطان ہم سے اپنا کام کروا ہی لیتا ہے اس بہانے کہ برادری کو کیا منہ دکھاؤ گے کاش کہ برادری جتنی فکر ہی ہمیں اللہ رسول کی ہوتی۔

حدیث میں ہے کہ جو صبح نماز کے لئے نہیں اٹھتا ذلك رجل بال الشیطان فی اذنہ او قال فی اذنیہ (مشکوۃ ص۹۰) شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔ شاید اس وجہ سے بے نماز سارا دن گانے سنتے رہتے ہیں کیونکہ ناپاک کانوں سے ناپاک کام ہی ہوگا۔ صبح اٹھ کر اللہ کو سجدہ کرتا تو دل میں سرور پیدا ہوتا آنکھوں میں نور پیدا ہوتا۔ اب یہ تیری مرضی ہے کہ جلدی اٹھ کر نور لے لے یا نماز نہ پڑھ کر کانوں میں شیطان کا پیشاب کروالے۔ (یا اس کا پاخانہ کھالے)

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

من غدا الی صلوٰۃ الصبح غدا برایة الایمان ومن غدا الی السوق غدا برایة ابلیس (مشکوۃ ص۶۳)

جو صبح کی نماز کو گیا اس نے ایمان کا جھنڈا بلند کیا اور جو (نماز پڑھے بغیر، اٹھتا ہی) بازار کو (دکان پر) بھاگ گیا وہ شیطان کا جھنڈا اٹھانے والا ہے۔

دنیا گھر منافق دے یا کافر دے گھر سوہنڈی ہو
نقش نگار کرے جیوں کردی عورت سوہنے منہ دی ہو

بجلی وانگ کرے لشکارے سردے اتوں جھونڈی ہو
حضرت عیسیٰ دی سِل وگوں، ویندیاں راہ کوہیندی ہو

قیامت کے دن شیطان کی بے وفائی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ (الی آخر الآیہ)

اس آیت کے تحت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اہل ایمان شفیع کی تلاش میں نکلیں گے اور پھرتے پھراتے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

فیاتونی فیاذن اللہ لی ان اقوم فیثور مجلسی من الطیب ریح شمها احد حتی اٰتی ربی فیشفعنی ویجعل لی نورا من شعر راسی الیٰ ظفر قدمی

پس جب لوگ میرے پاس آئیں گے اور میرا رب مجھے (شفاعت کے لئے) کھڑا ہونے کی اجازت دے گا، میں جب اٹھوں گا تو میری مجلس سے بہت اعلیٰ قسم کی خوشبو پھوٹے گی جسے ہر کوئی سونگھے گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پاس آؤں گا اور میرا رب میری سفارش قبول فرمائے گا اور سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک مجھے نور عطا کرے گا۔

یہ منظر جب کافر دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ مسلمانوں کو تو شفیع مل گیا ہے چلو ہم بھی کسی شفیع کو تلاش کریں۔ فیقولون ماھو غیر ابلیس ۔ پس وہ کہیں گے ہمارا شیطان کے سوا کون ہے؟ ھو الذی اضلنا ۔ اسی نے تو ہمیں گمراہ کیا تھا۔

فیاتونه فیقولون قدوجد المؤمنون من یشفع لهم فمن یشفع لنا ۔ اہل ایمان کو تو سفارش کرنے والا مل گیا، بتا ہماری سفارش کون کرے گا سوائے تیرے فاشفع لنا ۔ چل تو ہماری سفارش کر، کیونکہ تو نے ہی ہمیں راہ راست سے بھٹکایا۔ فیثور مجلسه من نتن ریح شمها احد ثم یعظم نحیبهم ۔ پس اس کی مجلس سے سخت بدبو پھوٹے گی اور پھر وہ چیخ مار کر بھاگ جائے گا۔ ویقول عند ذلك ان اللّٰه

وعدکم وعدالحق و وعدتکم ۔ یہ کہتے ہوئے کہ بے شک ایک وعدہ تم سے اللہ نے کیا اور ایک میں نے، تم ہی بدبخت ہو کہ اللہ کے وعدے کی پرواہ نہ کی اور میری طرف بھاگتے آئے۔ فلاتلوموني ولوموا انفسكم جاؤ دفع ہو جاؤ مجھے کیوں برا کہتے ہو؟ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ ما انا بمصرخكم وما انتم بمصرخي ۔ آج نہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری (الصارخ والمستصرخ هو الذي يطلب النصرة والمعاونة والمصرخ هو المغيث باب افعال سے اسم فاعل مذکر ہے۔ من الصرخ بمعنی چیخ و پکار باب افعال میں آ کر متعدی ہو گیا)

ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہوگئی

سبحان اللہ! شیطان کو مددگار ماننے والے ذلیل ہو گئے اور اس نے اپنے ماننے والوں کو سر محشر دھوکہ دیا اور اللہ کے محبوب کو حاجت روا ماننے والوں کی آقا علیہ السلام نے سر محشر حاجت روائی فرما کر بتا دیا کہ دنیا میں بھی لوگ سچے عقیدے والے تھے۔ اور ان کے عقیدے کو شرک سے اگر ذرہ برابر بھی تعلق ہوتا تو آج یہ کامیاب نہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے بیس وعدے کئے سب پورے ہوئے شیطان نے اپنے ماننے والوں سے سترہ وعدے کئے مگر ایک بھی وفا نہ کیا۔

اتنے ظلم سہہ کر بھی اگر شیطان کے خلاف بغاوت پیدا نہ ہو تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

اور اے شیطانی کاموں میں اپنے شب و روز اور زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کرنے والو! غیرت سے کام لو اور شیطان کی فرمانبرداری سے بغاوت کا اعلان کرو جب وہ سر محشر تمہیں رسوا کرے گا تو تم آج ہی کیوں نہیں اس سے جان چھڑا لیتے۔

اب تو زخمی شیر کی مانند بپھرنا چاہئے
یہ اگر ہمت نہیں تو ڈوب مرنا چاہئے

شیطان کے دامن کو چھوڑ دو اور شیطان سے دامن چھڑا لو اور دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہو جاؤ، جن کے دامن سے وابستگی یہاں بھی کام آئے گی اور وہاں بھی، بخدا! اللہ کو ان کے دامن کا بڑا لحاظ ہوگا۔ شیطان اور شیطانی اعمال پہ لعنت بھیجو اور آگے بڑھ کر محبوب

خدا کے قدموں کو چوم لو اور وجد میں آ کر جھومتے ہوئے عرض کرو، اے پیارے آقا!

عاشقی کا حوصلہ بیکار ہے تیرے بغیر
آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر

کیونکہ

نبی کے در پہ قسمت ہی بدل جاتی ہے لوگوں کی
جو آتے ہیں وہ بوبکر و علی بن کر نکلتے ہیں

لمحہ فکریہ

اللہ سے کئے ہوئے وعدوں پر عمل کرنا مشکل اگرچہ ہے، پانچ وقت مسجد کی حاضری، سردیوں کا وضو، حرام و حلال کی تمیز، راہ حق میں جان قربان کرنا مگر جنت کو اللہ تعالیٰ نے انہی کاموں میں رکھ دیا ہے جبکہ دوزخ کو مرغوبات سے ڈھانپ دیا گیا ہے جن کی طرف نفس دوڑ دوڑ کر جاتا ہے، دین کی بات ہو تو بار بار گھڑی دیکھی جاتی ہے اور کھیل، تماشہ، ڈرامہ فلم لگی ہو تو ساری رات گزر جائے پرواہ نہیں۔

چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا نہ ریڈیو تھا نہ اخبارات اور نہ ہی کوئی اعلان ہوا مگر سو میل سے لوگ جنازے میں آئے اور جس سے پوچھا تمہیں کس نے بتایا اس نے یہی کہا کہ سوتے میں کوئی کہہ رہا تھا اگر نجات چاہتے ہو تو تونسہ شریف جاؤ۔

مجید امجد (بین الاقوامی شہرت کا حامل شاعر) پاکستان میں اس کے نام پر اکیڈمی بھی بنی ہوئی ہے بی بی سی نے گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے کا پروگرام اس پر نشر کیا تھا لیکن جب مرا ہے تو صرف چار آدمی تھے جنازے کے ساتھ وہی جو چارپائی اٹھا کر لے جا رہے تھے

دیکھے مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ادھر بہلول دانا (جن کو دنیا پاگل دیوانہ اور مجذوب کہتی تھی) وقت کا بادشاہ ہارون ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہے کہ جس طرح میری بیوی زبیدہ کو جنت کا محل عطا کیا ہے مجھے بھی دے دو اور منہ مانگی قیمت لے لو، ان کے مزار پر آج بھی بابا گورو نانک کی تصویریں پڑی ہیں کیونکہ گورو نانک وہاں جا کر چلہ کرتے رہے۔ اس عقیدت کے سبب سکھوں نے حضرت بہلول کا بڑا خوبصورت روضہ بھی بنوایا ہے۔ یہ وہی بہلول ہیں کہ جن کی بارگاہ میں امام

Scanned with CamScanner

اعظم جیسی ہستیاں حاضری دیتی تھیں اور آپ کے مشائخ میں حضرت بہلول کا نام بھی آتا ہے۔ بہلول کا مزار بغداد میں ہے۔ آج بھی وقت کے بادشاہ ان کی بارگاہ میں گدا بن کر حاضری دیتے ہیں۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

اس طرف بھی آدمی ہیں، اُس طرف بھی آدمی
ان کے جوتوں پر چمک ہے ان کے چہرے پر نہیں

(ساحرلدھیانوی)

یہی بہلول قبرستان میں رہتے تھے (جس کی وجہ سے لوگ ان کو دیوانہ مگر اہل اللہ دانا کہتے) لوگوں نے عرض کیا آپ شہر میں تشریف لائیں زائرین کو قبرستان جاتے تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا وہاں اس لئے رہتا ہوں کہ ان سے مجھے اس وجہ سے پیار ہے کہ میری بات کسی کے آگے نہیں کرتے اور نہ کسی کی میرے سامنے کرتے ہیں اور شہر والے میری دوسروں کے سامنے اور دوسروں کی میرے سامنے کرتے ہیں

شہروں والو تم کیا جانو شہر تو بنجر ہوتے ہیں
صحراؤں میں رہنے والے لوگ قلندر ہوتے ہیں

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور ایمانیات کی اصل ایمان بالرسالت ہی ہے کیونکہ شیطان باقی سب کچھ ماننے کو تیار ہے اگر نہیں مانتا تو رسالت نہیں مانتا اور خلافت (آدم) نہیں مانتا۔ مندرجہ بالا آیہ کریمہ کی تفسیر میں اور بھی بہت سارے نکات تفاسیر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب ایک شیطان اس قدر دھوکے دیتا ہے تو یہ دنیا تو شیطانوں سے بھری پڑی ہے (من الجنة والناس) لہٰذا ہر وقت اپنے رب سے عرض کرتے رہو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

برباد گلستاں کرنے کو بس ایک ہی الّو کافی تھا
ہر شاخ پہ الّو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

اور اللہ کی پناہ طلب کرتے رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہم تو ہر چمکتی چیز کو سونا کہہ دینے والے احمق ہیں جبکہ لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں

تمہیں تو بادلوں کا پہچاننا بھی نہیں آتا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

شیطانی حربے

ارشاد رب العالمین ہے۔

واستفزز من استطعت منهم بصوتك ...... (بنی اسرائیل:۶۴)

اس آیت میں شیطان کو تمام وسائل اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے جو کسی کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

۱- صوت: اس میں ہر قسم کی شیطانی آوازیں شامل ہیں چاہے وہ فلمی گانوں کی آواز ہو یا دین اسلام کی مخالفت میں لیکچرز اور مباحثے ومناظرے۔ شیطان کی اپنی آواز تو کوئی نہیں وہ اپنے چیلوں اور پٹھوں کی زبان سے بولتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی زبان سے بولتا ہے۔ وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحی

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

۲- واجلب علیهم بخیلك: شیطان اپنے تمام لشکروں کو لیکر اہل حق پہ چڑھ دوڑتا ہے۔ افغانستان اور عراق کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ اس کا راستہ روکنے کے لئے اللہ نے اہل ایمان پر جہاد فرض کیا جس کو نام نہاد مسلمان جو درحقیقت شیطان ہی کے چیلے ہیں دہشت گردی قرار دے رہے ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
آپ ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود "ہیں"

۳- وشارکهم فی الاموال والاولاد۔ شیطان مال واولاد میں شریک ہوکر مال کو غلط جگہوں میں استعمال کراتا ہے اور اولاد کو غلط راہ پر چلاتا ہے۔ مال کمانے میں محنت ہماری ہے اور خرچ کرنے میں مرضی شیطان کی جیسا کہ خوشی غمی کے موقع پر ہوتا ہے کہ ایک ہی تو میرا بیٹا ہے اگر کنجری نہ آئے شراب نہ چلے تو شادی کا مزہ ہی کیا ہے؟ اولاد مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتی ہے مگر اس کی تربیت اسلامی کی بجائے شیطانی ہوتی ہے۔ دیندار، حافظ عالم بنانے کی بجائے عیسائیوں کے سکولوں میں بھیج کر ان کے مذہب اور ان کی آخرت کا ستیاناس کر دیا جاتا ہے اور دیندار لوگوں کو پاگل و دیوانہ کہا جاتا ہے مگر یاد رکھو دنیا اس حقیقت کو جان چکی ہے کہ

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

اہل خرد کی جھوٹی باتیں سن سن کر
لوگوں کو دیوانے اچھے لگتے ہیں

ایک حدیث پاک میں ہے کہ زوجین اگر ازدواجی تعلقات سے پہلے اس عمل کی دعا (اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا او کما قال) نہ پڑھی جائے تو شیطان اس پوری کارروائی میں شامل ہوجاتا ہے۔ وشارکھم فی الاموال والاولاد

خالی فریب ہی دیئے رکھا ہمیں ظفر
اندر بٹھا دیا کبھی باہر بٹھا دیا /

۴- وعدھم ۔ گمراہ کرنے کے شیطان کے جھوٹے وعدے، جن کے چکر میں آ کر کئی لوگ اپنا دین ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور خدا کو ہی بھول جاتے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا حملہ ہے، جس میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ ایک جاہل پیر جو خدا کو سجدہ کرنے سے تو روکتا ہے مگر خود اپنے آپ کو سجدہ کراتا ہے اور جو کہتا ہے خدا تو میرے اندر ہے اور میں چوبیس گھنٹے نماز میں رہتا ہوں لہٰذا مجھے اور میرے مریدین کو پنجگانہ نماز کی ضرورت نہیں اور بزرگوں کی طرف منسوب اشعار پڑھ کر لوگوں کو نماز روزے سے روکتا ہے۔ ایک مرید اس کا مالدار ہوگیا تو اس کو دیکھ کر ہزاروں دنیادار، دین سے بیزار (جو اسی تاک میں تھے کہ کوئی ایسا پیر ملے جو نماز روزے سے جان چھڑوادے) اس کے مرید ہوگئے کہ ہمارے پاس بھی دولت کی ریل پیل ہوجائے گی۔

دین تے دنیا سکیاں بھیناں، عقل نہیں سمجھیندا ہو
دونویں وچ نکاح نہ ہکی دے شرع نہیں فرمیندا ہو
جیویں اگ تے پانی تھاں اک واسا نہیں کریندا ہو
دوئیں جہانی مٹھا "باہو" دعویٰ کوڑ کریندا ہو

ہر کوئی اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کی فکر میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھتا ہے اور اوپر جانے کی کوشش میں اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر اس مضمون کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ (الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر ۔ الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده ۔ ایحسب الن یقدر علیه احد، یقول اهلکت مالالبدا)

اوتھے جا کے پینی جے بہت مشکل ۔ اوتھے عملاں دی سخت پرچول ہووے
اوتھے کم نیئں یار سفارشاں دا ۔ پورا عمل اوتھے تکڑی تول ہووے
ہر اک دے سامنے آ جاناں ۔ جو بولیا منہ وچوں بول ہووے
اوہدے کولوں فرشتیاں کی پچھناں ۔ جہڑا بیٹھا حضور دے کول ہووے

آمدم برسر مطلب

سرنامۂ عنوان آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا وما یعدھم الشیطن الا غرورا ۔ شیطان کے وعدے تو محض دھوکہ ہوتے ہیں۔ ہدایت کے راستے سے ہٹانے کے لئے چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے، طرح طرح کے خیالات دل میں پیدا کرتا ہے تا کہ تمہاری زندگی جو عبادت الٰہی کے لئے ہے اس کو ضائع کردے، یہ سب اس کا دھوکہ ہے ورنہ اس کو ہمارے ساتھ کیا خیر خواہی ہوسکتی ہے۔

ہم تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

(الغرور، تزئین الباطن ممایظن انه حق غرور یہ ہے کہ باطل کو اس طرح آراستہ ومزین کرنا کہ اس پہ حق کا گمان ہونے لگے)

قرآن پاک میں اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو شیطان کا سجدہ نہ کرنا کئی جگہ بیان فرمایا۔ پہلے پارے کے چوتھے رکوع میں تقریباً پورا رکوع۔ آٹھویں پارے سورۃ اعراف میں دو رکوع کے اندر، چودھواں پارہ سورۂ الحجر پورا ایک رکوع، پندرھواں پارہ اس میں دو مرتبہ یہی قصہ بیان ہوا ایک بار سورۂ الاسراء میں اور پھر اگلی سورۃ الکہف میں سورۃ طٰہٰ میں آٹھ آیات کے اندر، اور سب سے آخر میں سورۃ صاد کے اندر اٹھارہ آیات میں ایسا کیوں؟ تا کہ کوئی کتنا بھی عبادت گزار ہو تو شیطان کے دھوکے میں آ کر یہ نہ کہے کہ میں نے بہت کچھ کرلیا کیونکہ شیطان نے خود اس سے کروڑ درجے زیادہ کیا تھا مگر سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا اور

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
ہزاروں سال سر سجدے میں گر مارا تو کیا مارا

کیا یہ شیطان کا دھوکہ نہیں ہے کہ گندے فلمی گانوں کو تو موسیقی کہہ کر روح کی غذا

Scanned with CamScanner

قرار دیا جا رہا ہے اور قرآن پاک کی تلاوت کے قریب نہیں آتے۔ یہ کیسی روح ہے کہ جس کو قرآن کی آواز سے غذا نہیں ملتی اور کنجریوں کی آواز سے غذا لیتی ہے۔ خدارا مسلمانو! اپنے گھروں کو کنجر خانہ نہ بناؤ۔ ففروا الی اللّٰہ ۔ اللہ کی طرف آؤ۔ انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہوتی ہے کہ اس کا نقصان بھی ہوتا رہے اور اس کو شعور تک نہ ہو وہ سمجھے کہ میرے پلے بھرے ہوئے ہیں مگر ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون ۔

اب جس کے دل میں آئے پائے وہ روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ بام رکھ دیا

احساسِ ندامت

حضور غوث اعظم ؓ اپنی کتاب "سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار" میں فرماتے ہیں تصوف کی ت سے مراد توبہ ہے۔ صاد سے مراد صفا (صفائی قلب) واؤ سے ولایت اور ف سے فنائیت (یعنی بندہ توبہ کر کے صفائی قلب حاصل کر لیتا ہے جس سے اس کو ولایت مل جاتی ہے اور ولایت سے پھر فنائیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے) مطلب یہ ہے کہ ہر حرف ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہا ہے، پھر توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائیں۔ ظاہری اور باطنی اور توبہ تو اس راہ کا پہلا قدم ہے اس لئے ہر عارف نے اس موضوع پہ قلم اٹھایا ہے۔ (داتا صاحب نے بھی کشف المحجوب شریف میں توبہ کا پورا باب باندھا ہے) تاریخ کے پہلے انسان کی ترقی کا پہلا زینہ توبہ ہے توبہ جہاں گناہوں کو مٹاتی ہے۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرماتی ہے۔ (فاولئک یبدل اللّٰہ سیاٰتھم حسنات) وہاں بندے میں احساس ندامت بھی ابھارتی ہے بلکہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ احساس ندامت سے ہی توبہ جنم لیتی ہے اور پھر من تواضع للّٰہ فقد رفعہ اللّٰہ کا معاملہ کیا جاتا ہے یعنی "روندا جاتے نیڑے ہوندا جا" اور "جھڑ اروے اودھا کم ہووے"

مگر وہ توبہ جس سے حال نہ بدلے یعنی صرف زبانی کلامی توبہ یا "زبان پہ لا الہ اندر اور بلا" یہ خود فریبی اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر کرم کرنا چاہتا ہے اس سے اگر بغیر ارادے بھی خطا ہو جائے تو اس کو گرفت میں لے لیتا ہے تاکہ یہ توبہ کر لے گڑگڑائے اور میں اس کے ایک ایک آنسو پر اس کے درجے بلند کرتا جاؤں۔ خطا اتنی نہیں ہوتی جتنی کہ توبہ کر لی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب آدم و حوا علیہما السلام میں احساس ندامت پیدا ہوا تو دونوں نے چالیس سال تک کچھ نہ کھایا پیا، سو سال آدم علیہ السلام مائی حوا کے قریب نہ گئے، دو سو سال تک روتے رہے، روئے زمین کے انسانوں کے آنسو اکٹھے کرو تو داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کے برابر نہیں بنتے اور ان دونوں کے آنسوؤں کے مجموعے سے زیادہ آدم و حوا کے آنسو ہیں۔ دونوں نے تین سو سال شرمندگی کی وجہ سے آسمان کی طرف منہ نہ اٹھایا۔ یعنی ان کے اندر یہ احساس پیدا کیا گیا کہ شاید اللہ ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اگر یہ احساس نہ پیدا ہوتا تو ندامت کا دروازہ نہ کھلتا، حالانکہ اللہ نے یہ فرما بھی دیا کہ فنسی ولم نجدلہ عزما ۔ آدم بھول گئے تھے اور ان کا ارادہ نہ تھا اور پھر آدم علیہ السلام کو پہلے سے بتا بھی دیا گیا تھا انی جاعل فی الارض خلیفہ ۔ تیری خلافت زمین کے لئے ہے اور تیری ہی پشت سے نسل انسانیت چلے گی تو ظاہر ہے جانتے تھے کہ یہ سارا سلسلہ جنت میں تو نہ ہوگا اور پھر جس کی پشت سے سارے نبیوں نے پیدا ہونا تھا بھلا اللہ اس سے ناراض کیوں ہوگا؟ بس بے سکونی کی کیفیت پیدا کر کے ندامت کے پروسس سے گزارا کیونکہ جو مزہ رو رو کر ماتھا رگڑنے اور یار کو منانے میں آتا ہے وہ جنت میں کہاں؟ بس اسی کو تصوف و روحانیت کی پہلی سیڑھی سمجھیں اور خدا توفیق دے تو اپنے اندر بھی احساس ندامت پیدا کر کے چند آنسو گرا لیا کریں۔

حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

جنہاں دلاں وچ عشق سمایا رونا کم انہاں ہیں
اٹھدے روون بہندے روون' روون چلدیاں راہیں

خوف خدا، توبہ و استغفار، فکر آخرت پر مشتمل بیانات، عبرت ناک اور سبق آموز حکایات اور عذاب قبر اور حالات مابعد الموت کی باتیں اسی لئے ہیں کہ انسان اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور آخرت کو سنوارنے کی بھی فکر کرے اور یہ ڈیوٹی بڑے بڑے کاملین سرانجام دیتے رہے۔

پیر باہو مرشد روشن ضمیر اور کاروانِ عشق و مستی کے امیر فرماتے ہیں

لوک قبر دا کرسن چارا لحد بناون ڈیرا ہو
چٹکی بھر مٹی دی پاسن کرسن ڈھیر اُچیرا ہو

Scanned with CamScanner

دے در و دگھراں نوں ونجن کوکن "شیرا شیرا" ہو
وچ درگاہ نہ عملاں باجھوں، باہو ہوگ نبیڑا ہو

زبر نہ تھی زیر تھی......

نواب آف بہاولپور محمد بہاول خان عباسی جو کہ حضرت خواجہ غلام فرید آف کوٹ مٹھن کا عقیدت مند تھا اس کے پاس ایک غریب شخص اپنے کسی کام کو حاضر ہوا لیکن نواب نے کوئی توجہ نہ کی۔ وہ حاجت مند خواجہ صاحب کے پاس جا پہنچا اور ماجرا بیان کیا۔ آپ نے کاغذ کے ایک پرزے پہ ایک ہی جملہ لکھ کر دیا جس کو پڑھ کر نواب کھڑا ہو گیا اور زاروقطار رونے لگا، ہاتھ جوڑ کر کام بھی کر دیا اور آئندہ کے لئے بھی ہر کام کرنے کا وعدہ کیا وہ جملہ یہ تھا۔

"زبر نہ تھی، زیر تھی ورنہ پیش تھسیں"

او نیچا نہ ہو زبر کی طرح جو اوپر ہوتی ہے بلکہ نیچا ہو زیر کی طرح ورنہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔

آپ علیہ الرحمۃ کا فکر آخرت کے بارے میں مشہور شعر ہے

فریدا میں بھلا وا پگ دا مت میلی ہو جا
گھلا روح نہ جاندا سر وی مٹی کھا

تو پگڑی میلی ہونے پہ پریشان بیٹھا ہے شاید یہ نہیں جانتا کہ عنقریب سر کو بھی مٹی کھا جائے گی جس پہ تو پگڑی باندھتا ہے۔

فکر آخرت اپنی جگہ حق ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں جو مندرجہ ذیل مسدس کے آخری مصرعہ میں مرشد کامل کی شان کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔

سانوں تخت ہزارے دی لوڑ ناہیں نہ کوئی واسطہ شہر بھنبور دے نال
اسیں اپنی بال کے سیکنے ہاں سانوں کی لگے کسے ہور دے نال
رانجھا ملے تے اوسدے پیر چماں میری دوستی نیں کیدو چور دے نال
لکھاں تلیوں بن کے آئے جوگی رلیا کوئی نہ رانجھے دی ٹور دے نال
اوھو گڈیاں چڑھ اسمان جاون ہوندا جنہاں دا رابطہ ڈور دے نال
انہیں حشر دا بوٹیا خوف کی اے جہدی گور اے مرشد دی گود دے نال

جیسا کہ اس خطاب کے شروع میں عرض کیا تھا کہ شیطان کی دشمنی اور اولیاء اللہ کی دوستی اس خطاب کے دو اہم جز ہیں بحمد اللہ تعالیٰ پہلے جز سے فارغ ہوئے اور اب دوسرا جز شروع کیا جاتا ہے۔ **وما توفیقی الا باللہ**

اولیاء کرام علیہم رحمۃ الرحمٰن

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم اور انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنے کی دعا کی گئی ہے اور انعام یافتہ لوگ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں۔ معلوم ہوا کہ سیدھا راستہ امام الانبیاء والا راستہ ہے۔ ابوبکر صدیق والا راستہ ہے، حسین ابن علی والا راستہ ہے، غوث پاک اور داتا گنج بخش والا راستہ ہے، یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو رب سے فیض لے کر مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہدایت کے آسمان کے چمکتے ہوئے چاند ستارے ہیں، راتوں کو جاگ جاگ کر خدا سے حاصل کرتے ہیں اور دن کو بلا بلا کر خلق خدا کو فیض یاب کرتے ہیں، خلوتوں میں لیتے ہیں اور جلوتوں میں بانٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمانا چاہے تو کبھی کسی کے دل سے نکلنے والی ایک بات وہ اثر پیدا کرتی ہے کہ زندگی میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ سے بادشاہی آپ کے پلنگ پہ سو کر مار کھانے والی لونڈی کے ایک جملے نے چھڑا دی جس کو کسی نے یوں بیان کیا ہے

دو گھڑیاں میں لیٹی ایتھے تے ایڈی آفت آئی
حال کی ہوسی اس دا جس نے ساری عمر لنگھائی

قائد کا پھسلنا

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر ایک چھوٹے سے بچے کے ایک معمولی سے جملے نے ایسا اثر کیا کہ ساری زندگی لذت لیتے رہے۔ ہوا یوں کہ آپ تشریف لے جا رہے تھے اور گلی میں بارش کی وجہ سے پھسلن تھی ایک بچے کو آپ نے سہارا دیا جو پھسلنے والا تھا اور فرمایا سنبھل کے چل، تو اس بچے نے عرض کیا میری خیر ہے میں گر بھی گیا تو کیا ہوگا آپ اپنے آپ کو سنبھالیں آپ پھسل گئے تو پوری ملت پھسل جائے گی۔

لڑکے کہیا جے میں ڈگیا تے ایناں خطرہ ناہیں
توں ڈگیوں تے خلقت ڈگسی سنبھل کے قدم اٹھائیں

Scanned with CamScanner

ارض وسماء کا حُسن ''اولیاءاللہ''

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ستاروں سے سجایا، آسمان کا حسن دیکھ کر زمین اپنی بے بسی پر رونے لگی تو اس کو اللہ نے ولیوں سے سجا دیا۔ ستارے اور چاند رات کو چاندنی بکھیرتے ہیں۔ دن کو نہیں سورج دن کو روشنی لٹاتا ہے رات کو نہیں مگر اولیاء کرام رات کو بھی اور دن کو بھی نور بکھیرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے حکم ہوا وکونوا مع الصادقین ۔ ان پاکوں کے ساتھ ہو جاؤ تو سب کچھ قبول انما یتقبل اللّٰہ من المتقین اور ان کا دامن چھوڑ وگے تو دعا بھی نا قابل قبول وما دعاء الکفرین الا فی ضلل ۔ قبولیت ہو جائے تو ''لکھ بھی لکھ'' اور نہ ہو تو لاکھوں کا اجتماع بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا اور دربدر بستر اٹھا کر پھرنے سے بھی کچھ نہیں ملتا جس کو جہاں سے کچھ مل جاتا ہے وہ پھر آگے نہیں جاتا بلکہ وہیں پہ رُک جاتا ہے۔ آپ نے کوئی سودا خریدنا ہو تو جس دکان سے مل جائے گا آپ وہیں ٹھہر جائیں گے، آگے جانے کی ضرورت ہی نہیں، سبزی لینی ہو تو بزاز کی دکان سے نہیں ملے گی اور خدا کا قرب لینے کے لئے جنگلوں میں مارے مارے پھرنے سے نہیں بلکہ خدا جن کے ساتھ رہتا ہے انہی کی بارگاہوں میں آنا پڑے گا۔ واعلموا ان اللّٰہ مع المتقین ۔ اللہ تو پرہیز گاروں کے ساتھ ہے، خواجۂ اجمیر کہاں سے چلے اور کہاں آ کر رُکے؟ پھر اجمیر میں جا کر ایسا ڈیرہ لگایا کہ آج تک لگا ہوا ہے اور قیامت تک لگا رہے گا۔ ایسا میر کارواں تلاش کرو کہ جو دربدر کی ٹھوکروں سے نجات دلا کر بدگمانیوں سے بچا کر یقین کی دولت سے مالا مال کر دے نہ ایسا کہ ۔ خود تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

کوئی کارواں سے چھوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

جن کی معیت خدا کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا وکونوا مع الصدقین ۔ جن کی چاہتوں اور ارادوں سے تقدیریں بدلتی ہیں ان کی سنگت کو اپنانے کی بات کی گئی ہے۔ (لھم ما یشآء ون عند ربھم)

علم، پہچان اور تعلق

اللہ کو ویسے تو سارے ہی جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جاننا اور ہے پہچاننا اور ہے پھر پہچاننا اور ہے اور تعلق ہونا اور بات ہے۔

پاکستان کے صدر کو جانتا تو ہر کوئی ہے لیکن اگر عام کپڑوں میں سامنے آ جائے تو ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی پہچانے گا، پھر ہزاروں پہچاننے والے بھی ہوں تو تعلق کسی ایک آدھ کا نکلے گا اور تعلق نہ شکل وصورت دیکھتا ہے نہ عقل وعلم۔ ہو سکتا ہے ایم این اے اور ایم پی اے باہر کھڑے انتظار کرتے رہیں اور ایک معمولی حجام، گندے کپڑوں والا، ٹوٹی ہوئی سائیکل پر سوار ہو کر بے اجازت خطرناک اسلحہ (استرہ) لیکر سیدھا اندر چلا جائے اور صدر کی گردن پہ رکھ دے نہ اس کو سکیورٹی والے روک سکیں اور نہ کوئی اور، پھر جن کو تعلق نہیں وہ نو بجے کا ٹائم لے کر ساڑھے آٹھ آئیں گے تو ملاقات ہوگی ورنہ انتظار کرنے اور کروانے کی زحمت اٹھانی پڑے گی اور یہی حجام نو بجے کا وعدہ کر کے بارہ بجے بھی آ جائے تو نہ کوئی سزا ہے نہ باز پُرس۔ بلکہ صدر پوچھے کہ دیر سے کیوں آیا ہے اور حجام آگے سے غصے میں کہہ دے کہ آپ کو حجامت کی پڑی ہے اور میری جھونپڑی پر فلاں وزیر نے قبضہ کر لیا ہے تو اس کے غصے کی پرواہ نہیں کی جائے گی اور اس کی وزارت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہی معمولی حجام یہ کہہ دے کہ مجھ اکیلے کی جھونپڑی ہی نہیں میرے ساتھ اور بھی پچاس خاندان بے گھر ہو گئے ہیں فوراً حکم ہو گا کہ ان کے قبضے ابھی واپس دلاؤ، ہے بادشاہ لیکن حجام کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے یہ کیا ہے؟ یہ تعلق ہے اور یہی تعلق جب بندے کا خدا سے ہو جائے تو اس کو ولایت کہتے ہیں پھر حکم ہوتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب ۔ جو اس سے دشمنی رکھے گا وہ میرا دشمن ہے۔ تعلق والے کا تعلق والا بھی تعلق والا ہو جاتا ہے کیونکہ دوست کا دوست بھی دوست ہی ہوتا ہے۔

درباروں پہ کیوں جاتے ہو؟

ہم اگر ان تعلق والوں کے پاس جائیں مثلاً دربار داتا صاحب ہی چلے جائیں تو مذاق اڑاتے ہیں کہ وہاں خدا دیکھا ہے؟ اور خود اس سے بھی تیس میل آگے جنگل میں جا کر ٹکریں مارتے رہتے ہیں ہمیں کہتے ہیں جب خدا ہر جگہ ہے تو درباروں پہ جانے کا کیا فائدہ؟ اور اگر یہی بات تمہاری درست ہے اور اس پر قائم رہو تو رائیونڈ کے جنگل میں جا کر چھ چھ گھنٹے رو رو کر دعائیں مانگنے کا کیا فائدہ؟

سن لو! ہم ولیوں کو خدا سمجھ کر ان کے پاس نہیں جاتے بلکہ صرف یہ عرض کرنے جاتے ہیں کہ جہاں تک آپ کی پہنچ ہے ہماری نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی زبان سے اپنی

Scanned with CamScanner

بات کروانے آئے ہیں تا کہ خداتعالیٰ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات رد نہ فرمائے۔

ورنہ شفا تو اللہ ہی دیتا ہے مگر حکیم کے پاس جانے کو کوئی بھی شرک نہیں کہتا، سبزہ موسم بہار میں ہی اُگتا ہے اور اللہ ہی اگاتا ہے مگر ابنت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اُگایا) کو کوئی بھی شرک نہیں کہتا جبکہ کہنے والا مسلمان ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کو مؤثر حقیقی مانتا ہو جب اللہ تعالیٰ موسم بہار میں سبزہ اگانے کا اثر رکھ دے تو شرک نہیں اور اپنے ولی کی دعا میں کسی بے اولاد کی گود ہری کرنے کا اثر رکھ دے تو کیا بعید ہے؟

اللہ کے ولی انسانی خزاں کے لئے بہار ہوتے ہیں وہ حقیقت عقلیہ ہے یہ مجاز عقلی، دونوں جائز ہیں۔

تم خزاں میں بیج کیوں نہیں بوتے کیا بہار سے پھل مانگتے ہو جبکہ اللہ تو ایک ہی ہے جو بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ کی شان والا ہے مگر اس نے موسم بہار ہی میں سبزہ اگانے کی طاقت رکھتی ہے، انسان تو سارے ہی ہیں مگر اللہ نے نگاہ ولی میں یہ طاقت رکھی ہے کہ

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اولیاء اللہ کیا مکھی بھی نہیں بنا سکتے؟

یہ کہنا کہ لن یخلقوا ذبابًا کہ ولی اللہ مکھی بھی نہیں بنا سکتے شاید اس لئے ہے کہ تمہیں مکھیوں سے بڑا پیار ہے کیونکہ وہ غلاظت پہ بیٹھتی ہے ناں؟ اور تمہارے اندر بھی نجس عقیدے بھرے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ نہ کچھ کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں اُگل دیتے ہو قدبدت البغضاء من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر۔

ولی اللہ مکھیاں بنانے نہیں آتے بندوں کو خدا سے اور امتیوں کو مصطفیٰ سے ملاتے ہیں۔ یہ ٹانگیں توڑنے نہیں بلکہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کے لئے آتے ہیں ورنہ مکھی کیا شئی ہے خدا کے بندے تو اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر ...... کی شان کے مالک ہوتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ یہ تو باذن اللہ ہے؟ تو پھر بتاؤ جو شرک تھا اللہ نے اس کی اجازت دی کیوں؟

اگر شفا الطبیب المریض کہنا صحیح ہے کہ درحقیقت من جانب اللہ ہے تو یا غوث اعظم مدد کہنا بھی صحیح ہے کیونکہ مدد من جانب اللہ ہی ہے یا پھر بیمار کو ڈاکٹروں کے پاس اور

امریکہ و لندن لے جا کر میت خراب نہ کیا کرو کیونکہ وہاں کوئی اور خدا تو نہیں ہے یا کیا جو وہاں چلا جائے اس کے نہ مرنے کی ضمانت ہے؟ اور جب نہیں اور پھر کیا وجہ ہے کہ

حاکم حکیم داد و دوادیں یہ کچھ نہ دیں؟
مردود یہ مراد کس ایت و خبر کی ہے

ساری دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ جو بندہ ظاہراً خود ایک مرلے کا مالک بھی نہیں۔ اس کے پاس اپنا گھر بھی نہیں، بس کا کرایہ نہیں جوتا اس کا ٹوٹا ہوا ہے، کپڑے اس کے پھٹے ہوئے ہیں، فاقوں پہ فاقے کاٹتے ہیں، وہ ظاہراً کسی کو کیا دے سکتے ہیں لیکن ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور خدا ان کی نہیں ٹالتا تو یقیناً یہ اعلان ہے اس بات کا کہ ہم کسی کو اپنی طرف سے کچھ نہیں دیتے بلکہ اللہ کے خزانوں کو تقسیم کرنے پر ہماری ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ اس نے ہمیں اپنی شان سخا کا مظہر بنایا ہوا ہے، دیتا وہی ہے بس نام ہمارا ہو جاتا ہے۔

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ والے بتوں کی عبادت کر کے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ ہم ولیوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے جب بت اعداللہ ہیں تو ان کے پجاری کافر ٹھہرے اور ہمارے بزرگ اولیاء اللہ ہیں اس لئے ان سے محبت کرنے والے اہل ایمان ٹھہرے۔

انہوں نے ان چیزوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کو ناپسند تھیں۔ یہ شرک فی الرسالت تھا کہ رسول کے ہوتے ہوئے بتوں کو وسیلہ بنا رہے تھے اور ہم نے وسیلہ ان کو بنایا جن کو وسیلہ بنانے کا خدا نے حکم دیا۔ اس لئے وہ مردود ہوئے اور اولیاء اللہ کے چاہنے والے محبوب۔

سورج چھپتا ہے تو ستارے نظر آتے ہیں، ستاروں کو چمکانے والا سورج ہی ہے مگر خود پردے میں رہ کر چمکا رہا ہے ہزار زور لگا لو ستاروں کا نور ختم نہ کر سکو گے، در نبوت بند ہوا تو در ولایت کھل گیا اور حضور جو کہ آسمان نبوت کے آفتاب ہیں پردے میں رہ کر اولیاء کو چمکا رہے ہیں۔ ہزار زور لگا لو ولیوں کی شان گھٹا نہیں سکو گے۔

ابو موسیٰ علیہ الرحمۃ جو کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ و مرید تھے انہوں نے خواب دیکھا کہ عرش معلیٰ کو کندھے پہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ مرشد کے پاس بھاگے

Scanned with CamScanner

بھاگے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ مرشد کا وصال ہو گیا ہے اور لوگ ان کا جنازہ اٹھا کر لا رہے ہیں۔ جنازے کو کندھا دیا اور رو کر عرض کیا کہ میں تو خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا، حضرت بایزید نے کفن سے منہ نکال کر فرمایا یہی تو تیرے خواب کی تعبیر تھی۔

انسانی عظمت اور انسانیت کے سچے خیر خواہ

کسی شئی کو بنانے والا ہی اس کی کما حقہ عظمت و اہمیت کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اس کو ہر لحاظ سے (صوری اور معنوی طور پر تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ بنایا) اور وہ اس طرح کہ حسن و جمال اور فضل و کمال میں کوئی مخلوق انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتی چاہے وہ حیوانات و نباتات ہوں یا جمادات وغیرہ ہوں۔ تنومند جانور، گرانڈیل حیوانات اور خونخوار درندے سب کے سب انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اسی لئے اس انسان اور ساری مخلوق کے خالق نے جو کہ حکیم مطلق ہے انسان میں ایسی ایسی صلاحیتیں رکھ دی ہیں کہ یہ اپنے علم و شعور و عقل سے کام لیکر دیگر تمام نوامیس فطرت کو مسخ کر لے۔ ترقی کی جو غیر معمولی صلاحیت انسان کو دی گئی وہ کسی اور کو نہیں دی گئی۔ فلاسفہ نے انسان کو عالم اصغر اس کے کمالات کا غائر نظر سے جائزہ لینے کے بعد ہی کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔

بیشک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔

ہر مخلوق کی اپنی کوئی نہ کوئی صورت ہے، مگر ان میں ہر لحاظ سے حسین و جمیل، ہر لحاظ سے بہترین و افضل انسان ہے۔ تفسیر قرطبی میں اسی آیت کریمہ کے تحت ابن عربی کا قول ہے:

لَیْسَ اللّٰهُ تَعَالٰی خَلْقَ اَحْسَنَ مِنَ الْاِنْسَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ حَیًّا عَالِمًا قَادِرًا مُّرِیْدًا مُّتَکَلِّمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا مُدَبِّرًا حَکِیْمًا ۔

(احکام القرآن للجصاص)

اللہ تعالیٰ نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ان صفتوں سے نوازا، حی، عالم، بااختیار، با ارادہ، متکلم، سننے والا، دیکھنے والا، مدبر اور حکیم۔

انسانی صورت کا حسن و جمال ہر شے سے افضل و برتر ہے، دوسرے مقام پر ارشاد

ربانی ہے:

وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ (القرآن)

اور اس (اللہ) نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ حسن و جمال کا یہ پیکر ناز و ادا کا یہ پتلا، زیب و زینت کا یہ شاہکار رب کائنات کی سب سے خوبصورت مخلوق ہے، سب حیوانوں سے برتر و افضل ہے۔ اس کو کس مقام سے اٹھا کر یہاں تک پہنچایا گیا، خود مالک و مولیٰ سے ساعت کیجئے۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۔ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ

(القرآن)

کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا؟ ایک بوند سے اسے پیدا کیا، پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی۔ پھر راہ حیات اس پر آسان کر دی۔

تمام مخلوقات میں انسان سب سے مکرم ہے۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (القرآن)

اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو اور ہم نے سوار کیا انہیں (مختلف سواریوں پر) خشکی اور سمندر میں اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے فضیلت دی انہیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا نمایاں فضیلت سے۔

دنیا میں عزت و کرامت کا تاج انسان کو پہنایا گیا اور بحر و بر میں اسے غلبہ عطا ہوا۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں آیت بالا کے تحت ایک حدیث مبارک درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ملائکہ نے عرض کی اے رب! تو نے ہمیں اور بنی آدم کو پیدا کیا، اولاد آدم کے لئے ایسا کیا کہ وہ کھانا کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، کپڑے پہنتے ہیں، نکاح کرتے ہیں، سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور آرام کرتے ہیں ----- اور ہمارے لئے ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ ان کے لئے دنیا میں اتنا کیا تو ہمارے حصہ میں آخرت کر دے ----- تو حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ جس کے حق میں میں نے خَلَقْتُ بِیَدَیَّ الْاٰیَة فرمایا اسے اس کی

Scanned with CamScanner

طرح ہرگز نہ کروں گا جسے "کن" فرما کر پیدا کیا۔" (ابن عساکر عن انس)

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

عقل و علم و گویائی، پاکیزہ صورت، معتدل قامت اور معاش و معاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلاء و تسخیر عطا فرما کر اور اس کے علاوہ بہت سی فضیلتیں دے کر (اللہ نے آدم کی اولاد کو بڑی عزت بخشی۔) (خزائن العرفان)

عظمت انسانی کی بڑی وجہ

آدمیت کے علو مرتبت اور عظمت درجت کے اسباب میں سے سب سے عظیم سبب یہ ہے کہ خدا کے محبوبوں اور پیاری منتخب شخصیتوں کا ظہور انہی میں ہوا۔

انسان ہی میں حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ (برگزیدہ) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ (اللہ کے دوست) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ (اللہ سے ہم کلام ہونے والے) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ (اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ اللہ (اللہ کے خلیفہ) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ (اللہ کی روح) بن کر تشریف لائے۔

اور انسانوں ہی میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ حبیب اللہ (اللہ کے محبوب) بن کر تشریف لائے۔

علامہ آلوسی نے انسانوں کے مکرم ہونے کے وجوہ میں لکھا ہے کہ انسانیت کے لئے باعث صد افتخار یہ ہے کہ ان میں سید الاولین والآخرین حضور محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت محمد بن کعب کا یہ قول پیش کیا:

بِجَعْلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منہم

بنی آدم مکرم ہیں اس سبب سے کہ حضور ان میں سے ہیں۔

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

گویا سید المرسلین ﷺ اور از آدم یا عیسیٰ علیہم السلام کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا مقدس گروہ انسانوں ہی میں آیا۔ ان کے باعث انسان کو عظمت و کرامت ملی اور نوع بنی آدم معزز ہوئے۔

مالک ارض وسماء کا یہ کرم خاص اولاد آدم پر ہے کہ انہیں اپنی پیدا کردہ تمام مخلوق پر برتری اور افضلیت عطا فرمائی۔ اور ان کے اندر ایسی ایسی صلاحیت و قابلیت رکھی کہ جن سے تسخیر عالم کر سکیں۔

عروج آدم خاکی سے لرزے جاتے ہیں انجم
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

انسانی شرافت اور بزرگی کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا کہ اس کی اولین تخلیق کا تفصیلی ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب میں موجود ہے اور پھر بنی آدم کی پیدائش کے طریقہ کو مفصلاً قرآن مجید ذکر فرماتا ہے کہ ایک ناقدر قطرۂ آب سے مختلف مراحل طے کر کے انسانی ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور اس میں رب کائنات پھر اپنی جانب سے روح پھونکتا ہے۔ روح جو امر الٰہی ہے جب بدن انسانی میں پھونکی گئی تو اس کی عزت افزائی اور اکرام تو ملاحظہ کیجئے کہ خالق بے نیاز اس روح کی نسبت اضافت تشریفی کے طور پر اپنی جانب فرماتا ہے۔

الَّذِيٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۔

(اللہ) وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور تخلیق انسانی کی ابتداء مٹی کے گارے سے فرمائی پھر اس کی نسل رکھی۔ ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے پھر اس کے (قد و قامت) کو درست فرمایا اور روح پھونک دی اس میں اپنی روح۔

اس سے قبل سورۃ الحجر میں تخلیق ابو البشر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں اپنی

Scanned with CamScanner

خاص روح پھونک کر فرشتوں کو سجدہ کا حکم فرمایا۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۔

توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف سے خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔

پیکر انسانی میں جاری وساری روح کی نسبت ذات واجب الوجود نے خاص اپنی طرف کرکے تمام مخلوقات میں اسے معزز ومکرم بنا دیا...... قرآن مجید میں اس مخصوص شرافت کا بیان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کی پیدائش کے باب میں سورۃ ص، (آیت نمبر ۲۷ اور سورۃ تحریم آیت نمبر ۱۲) میں ہوا ہے کہ عام آدمیوں کی تخلیق میں تو نطفہ اور سلالۃ الماء کو وسیلہ اور ذریعہ بنایا مگر حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم کو بغیر باپ کے اپنی قدرت کاملہ کا مخصوص اعجاز دکھاتے ہوئے، اپنی روح سے نوازا، اسی اعجاز قدرت کے سبب حضرت مسیح علیہ السلام کو "روح اللہ" کہا جاتا ہے۔

اس انسان کی عظمت کا اعلان اللہ کے رسول حضور محمد ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی ارشاد فرمایا جو تاریخ انسانی کا جامع منشور ہے۔ تمام اولاد آدم آدمیت کے رشتہ سے منسلک ہونے کی بنیاد پر کس قدر محترم ہیں۔ اس کو سرکار نے کتنی جامعیت سے بیان فرمایا ہے...... بعض اجزاء جو موضوع کے مناسب ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اَلنَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ اَلَا كُلُّ مَأْثَرَةٍ أَوْ دَمٍ أَوْ مَالٍ يُدْعَى بِهِ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ ۔ (الحدیث)

انسان سارے ہی آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنائے گئے۔ اب برتری کے سارے دعوے خون اور مال کے سارے مطالبے اور انتقام میرے ان پاؤں تلے روندے جاچکے ہیں۔

اس آئینے میں صاف دیکھا جاسکتا ہے کہ اسلام نے انسان کی عظمتوں کو کس طرح بام عروج تک پہنچایا ہے۔ انسانی خون، انسانی جان ومال اور انسانی عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کردی گئیں۔

اَيُّهَا النَّاسُ ۔ اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ۔

لوگو! تمہارے خون اور مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کردی گئی ہیں۔

اسلام ہی ہے جس نے جاہلی ادوار کی خونریزی اور غارت گری کی رسموں کو روند ڈالا۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ

دور جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں سے روند دیا۔ زمانۂ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔

تجارت میں سودی نظام جو سرمایہ کاروں کو مالدار اور مجبوروں کو غریب بنانے والا اصول ہے۔ اسلام نے اسے حرام قرار دیا۔

وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَّاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِّبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

دور جاہلیت کا سود کوئی حیثیت نہیں رکھتا، پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں، عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، اب یہ ختم ہوگیا۔

مذکورہ بالا نصوص اس بات کی شاہد عادل ہیں کہ اسلام میں انسان کو من حیث الانسان جو عزت وشرف حاصل ہے، وہ کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں۔ تمام چیزیں قوت وشوکت اور عزت وعظمت کے لحاظ سے بنی آدم سے کم تر ہیں۔ بشرطیکہ انسان اپنے خلقی وقار وشوکت کو سنبھال کر رکھے۔ عالم کی سب اشیاء انسان کے لئے بنائی گئی ہیں۔ سب انسان کی خدمت گزار اور اطاعت کیش ہیں...... زمین وآسمان، سورج، چاند، ستارے، پانی، آگ، مٹی سبھی حکم الٰہی کے تحت نظام عالم کو جاری رکھتے ہوئے انسان کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ابر وباد ومہ و خورشید و فلک درکار اند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار — شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

سطور بالا کا غائر نظر سے مطالعہ کیجئے تو اس ذات واجب الوجود کے حضور دل کی جبین اظہار عبدیت سے خم ہو جائے گی۔ جس کے قہر وجلال سے سر بفلک پہاڑ لرزہ براندام ہیں...... برق ورعد کی ہیبت ناک آواز جس کی عظمت تسبیح کا اعلان کرتی ہے...... کچھ بھی موجود نہیں تھا اس نے کن فرمایا، بس سب کچھ ہوگیا۔ وہ قدرت والا، مالک و

Scanned with CamScanner

خالق اپنی لاتعداد مخلوق میں انسان کو کرامت اور عظمت کا مستحق قرار دے رہا ہے...... ساری کائنات اس کی ملک ہے جسے چاہتا ہے جب تک زندہ رکھتا ہے اور جب جسے چاہتا ہے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے......انسان کی زندگی کے لئے رب تعالیٰ نے حیوانات و نباتات کی ان گنت زندگیوں کو قربان ہونے کے لئے بنایا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا عظیم مقصد ہے جس کے لئے انسان کی پرورش ہو رہی ہے؟ وہ مطلوب و مقصود ہے، "ایمان اور عمل صالح"

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۔اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔(القرآن)

اس زمانہ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے، مگر جو ایمان لائے اور جس نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۔(القرآن)

اور میں نے جن اور آدمی اسی واسطے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اسلام کا مقصود و مطلوب

انسانی جان کی عزت اور اس کا احترام آپ نے ملاحظہ فرمایا اور یہ بھی کہ انسان کو اتنا عظیم درجہ اور کرامت و بزرگی دینے کی وجہ کیا ہے؟

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے جاہلیت کی جن بنیادوں کو اپنے پیروں سے روند ڈالا ہے، وہ محض عرب اور اس مخصوص زمانہ سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ رہتی دنیا تک انسانی حقوق کے استحصال کی جو بھی جاہلی تحریک اٹھے گی، اسلام اور سچے مسلمان قرآنی قوانین کی روشنی میں ہمیشہ اس کا دفاع کرتے رہیں گے۔

اب اہل بصیرت روشنی حاصل کریں کہ تمام موجودہ خود ساختہ ازم اور قوانین، جنسیت اور نیشن کی بنیاد پر کسی انسان کو کوئی حق فراہم کرتے ہیں......سوائے اسلام کے دنیا کا کوئی قانون نہیں جو انسان کو انسان ہونے کی بنیاد پر عزت و کرامت کا مستحق قرار دیتا ہو......کوئی کسی خاندان کا ہونے کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں معتبر ہے، کوئی کسی خاص ملک کا باشندہ ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک کا حقدار ہے......نسل و قوم، رنگ

اور زبان کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم خود انسانوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے۔ اسلام نے انسانی اکائی کو ان محدود خانوں میں تقسیم ہونے سے بچانے میں جو موثر بنیادی اور عملی کردار ادا کیا ہے۔ وہی دراصل اقوام متحدہ کی کتاب حقوق انسانی کی کاغذی کارروائی کا بھی محرک اعظم ہے۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

انسانیت کی بنیاد پر پوری جنس انسانی ایک آدم کی اولاد ہے۔ کوئی گورا کسی کالے پر، کوئی عربی کسی عجمی پر، کوئی اونچی ذات والا نیچی ذات والے پر اپنا تفوق اور برتری نہ جتائے۔ کسی قوم یا نسل کا دوسرے پر فوقیت ظاہر کرنا، اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیئے۔

ایک حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ نسل انسانی شروع ہو کر آگے بڑھی اور دنیا کے شرق و غرب میں پھیل گئی۔ علاقوں کی آب و ہوا اور بود و باش کے تفاوت کے باعث نیز نوامیس فطرت کے فرق کے سبب شکل و شباہت، رنگ اور قد میں فرق نظر آتا ہے۔ زبان و بیان میں اختلاف ضرور ہے مگر آدمیت ہر ایک میں قدر مشترک ہے......اور سب سے قیمتی عنصر یہ ہے کہ پیدائشی لحاظ سے تمام انسان یکساں انعامات الٰہیہ یعنی انسانی صلاحیتوں سے نوازے گئے ہیں مگر ان کا صحیح اور برمحل استعمال کر کے خدا کا تقویٰ حاصل کرنے والا انجام کار میں سب سے بہتر و افضل ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

Scanned with CamScanner

مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ اَبُوْهُ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّآءُ ...... یعنی شکل وصورت کے لحاظ سے سب انسان برابر ہیں۔ آدم علیہ السلام ان سب کے باپ اور حوا سب کی ماں ہیں۔

اس تخلیقی برابری کے باعث آدم وحواء کی سب اولاد آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

الگ الگ قومیں اور جدا جدا خاندانوں اور قبیلوں کا مصرف یہ ہے کہ انسانوں کا باہمی تعارف آسان ہو اور ربط وتعلق میں سہولت پیدا ہو...... ان کے ذریعہ فخر ومباہات یا کسی دوسرے کی تحقیر وتذلیل ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ یہی وہ قدرتی تیشے ہیں جنہوں نے انسانی سوسائٹی کے درمیان قائم بھید بھاؤ، قبیلہ ونسل، زبان و رنگ کی تمام خاردار جھاڑیوں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ ہزار ترقی کے باوجود خودساختہ قوانین کے دلدادہ آج تک جس کی گرد راہ کو بھی نہ پا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک کی سربراہی میں آج تک دنیا کے اندر عصبیت کا عفریت مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے...... طاقتور ممالک غریب اور مفلس علاقوں کو آج تک اسی طرح ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہیں جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی کو لقمہ تر سمجھ کر ہڑپ کر جاتی ہے۔ جس طرح امریکہ کی سرزمین پر انسانوں کے جسم میں لہو ہے، اور انسانی قدر ومنزلت کی بنیاد پر امریکی انسان قابل قدر ہے، بالکل اسی طرح فلسطین، ویت نام، افغانستان، کشمیر، عراق اور افریقی ممالک کے انسان بھی قابل قدر ہیں...... مگر موجودہ دنیا کے رائج نظام ہائے حکومت جوئے کی ریس کے مانند ہیں۔ جہاں ہر اسپ سوار کا مقصد محض سب سے آگے نکل جانا ہے، چاہے جیسے ممکن ہو۔ اس ریس کورس میں بھی کچھ اصول ہوں گے مگر سیاسی میدان کے گھوڑے ہر قانون سے آزاد ہیں...... قابل غور وفکر ہے کہ ناگاساکی میں ایک ہی ضرب میں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں ضائع کرنے والے اپنے ملک میں دو چار جانی نقصانوں پر سات سات آنسو بہا کر کس طرح انسانی خدمت اور محبت کا ثبوت دے دیتے ہیں؟

سنو اے ملک ووطن اور زبان وقوم کے نام پر غریبوں، مفلسوں اور کمزوروں کی جان ومال سے کھیلنے والو! خدا فرماتا ہے...... وہ خدا جس نے ہر انسان کو انسانیت کی بنیاد پر مکرم

ومعزز بنایا، اپنی بہترین مخلوق کو انسانی خودساختہ اصولوں کی بنیاد پر قتل کرنے والوں کو آگاہی دیتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ (القرآن)

اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

رب تعالیٰ نسل انسانی کو فروغ دے رہا ہے، تو انسان کو یہ حق کہاں سے ملتا کہ خدائی گلستان میں خود کانٹ چھانٹ کرے اور نسل انسانی کے سلسلہ کو منقطع کرنے کی سکیم بنائے۔ رب کائنات کی جانب سے انسانوں کو اس ظلم کا کبھی استحقاق نہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۔ (القرآن)

اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔

قرآن عزیز نے انسانی وحدت کو مرتب کرنے پر پورا پورا زور دیا ہے۔ اس لئے کہ تمام انسان ایک ہی درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں ہیں، سب ایک ہی جڑ سے منسلک ہیں، ایک ہی ماں باپ کی سب اولاد ہیں...... انسانیت کے کسی حصے کی تباہی و بربادی اسلام کو گوارہ نہیں۔ جس طرح ایک درخت اپنے تمام پتوں اور گل بوٹوں کو قوت وحیات فراہم کرتا ہے اور تیز وتند ہوا کے جھونکوں میں پتے اور شاخیں لرزنے لگتے ہیں تو درخت کی مضبوط جڑیں انہیں سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں...... اسلام وحدت آدمیت کو برقرار رکھنے اور بنی نوع آدم کی سلامتی و بہبودی کو قائم کرنے کا داعی ہے...... اسی لئے جہاں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ (اے ایمان والو) کہا گیا ہے ...... اسی قرآن مجید میں تمام اولاد کو متوجہ فرماتے ہوئے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ۔ (اے لوگو!)...... اور يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ ۔ سے تاریخ شریعت اسلامیہ کا مبتدی طالب علم بھی ناواقف نہیں۔

اسلام ہی انسانیت کا سچا خیرخواہ ہے

یہ اسلام کی انسان نوازی ہے کہ اس نے طاغوتی تہذیبوں کی دلدل سے نکال کر بنی آدم کو خدا بھاتی تہذیب وتمدن کا اجالا بخشا اور اسے رذیل اور نامناسب عادات واطوار سے دور رکھ کر اخلاق حسنہ اور مستحسن خصائل کے زیور سے مزین کیا۔ اسلام کی تعلیمات میں ایک باوقار انسان کی شان یہ ہے کہ وہ مذاق اور تمسخر جیسے گھٹیا کاموں سے بھی دور

رہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۔ (القرآن)

اے ایمان والو! یہ بات مردوں کے لئے مناسب نہیں کہ کچھ لوگ دوسروں کا مذاق اڑائیں۔عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی مناسب نہیں کہ دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔

انسانی فطرت کے کمزور پہلوؤں سے جو غلط عادتیں انسانوں میں داخل ہو جاتی ہیں، اسلام نے ان میں سے ایک ایک کی نشاندہی کر کے اپنے پیروؤں کو ان سے دور و نفور رہنے کی تلقین کی یہاں ہر ایک کا تفصیلی بیان مقصود نہیں...... چند ایک کی جانب محض اشارہ کافی ہے۔انہی عیوب میں تجسس اور غیبت بھی ہے۔اس سے بھی سختی سے روکا گیا اور قرآن مجید میں غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت خور بتا کر اس حرکت سے اسلامی معاشرہ کی تطہیر کی گئی۔ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ۔ (القرآن)

ایک دوسرے کے عیوب نہ تلاش کرو اور نہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت کرے۔

سرکشی اور عدوان، ہلاکت کا سامان ہیں۔ان میں مبتلا ہو کر اپنی تباہی و بربادی خریدنا انسان کے لئے نامعقول امر ہے۔اس لئے صاف صاف فرما دیا گیا کہ

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (القرآن)

اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افراد انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے تاہنوز سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اور ان کی اصلاح و تربیت کے لئے رب تعالیٰ کی جانب سے انبیاء و رسل علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں...... ان سب مقدس پیغمبروں کی تعلیمات ایک ہی منبع نور کی

کرنیں ہیں۔بعض قوموں کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے خصوصی ربط ہے۔مگر وہ ان کی تعلیمات کی گہرائیوں سے ناآشنا ہیں اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعلق ہے مگر وہ ان کی حقیقی دعوت سے نابلد ہیں...... گاہے گاہے قرآن کریم قدیم صحیفوں کے حوالے سے کلام فرماتا ہے اور ذہن مرحمت فرماتا ہے کہ قرآن مجید انہی احکامات وفرامین کا تکملہ ہے جو تمام رسولان ماسبق علیہم السلام لے کر تشریف لاتے رہے...... ایک جگہ ترغیب عمل کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَوَلَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۔ وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ (القرآن)

کیا اسے خبر نہیں ملی کہ موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں کیا مذکور تھا، وہ ابراہیم جنہوں نے پورا پورا حق ادا کر دیا یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا اور یہ کہ انسان کے کام آنے والی چیز وہی ہے جس کی وہ کوشش (اس دنیا میں) کر گزرے۔

انسان ہی امانت الٰہیہ کا امین ہے

رب کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر تمام مخلوق کا سردار کیا اور نت نئی صلاحیتوں سے نواز کر اس پر عظیم ترین ذمہ داری ڈالی۔اپنی باوقار امانتوں کا امین انہی انسانوں میں سے معزز ترین طبقہ کو قرار دیا۔خود رب العالمین اس کا بیان اپنے کلام قدیم (اے آدم کے بیٹو!) کا خطاب بھی آیا ہے...... تاکہ انسانی برادری، اپنی اصلیت کو فراموش نہ کر دے......اور نسلی وطبقاتی فکر کا شکار نہ ہو جائے۔

تمام طبقات انسانی میں قرآن مجید نے اہل ایمان کو جنود اللہ (خدائی سپاہی) کی حیثیت سے منظم فرمایا ہے تاکہ مسلمان قوانین الٰہیہ کا نفاذ سارے عالم میں کریں۔ان خدائی سپاہیوں کو انسانی دنیا میں عملی اقدام کرنے سے پہلے تقویٰ اور پرہیزگاری کی ٹریننگ دی گئی اور بتا دیا گیا کہ اے میدان عمل میں اترنے والے سپاہی یہ یقین دل پر مرتسم رہے کہ

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

(القرآن)

Scanned with CamScanner

پس جو کوئی ایک ذرّہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو کوئی ایک ذرّہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

انسانی جان کی عظمت ربّ کائنات کے حضور کیا ہے جب ہم اسلام کے قانون فوجداری کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کے لئے ایک ہی پیمانہ ہے۔ نظام اسلامی میں ہر جان کی ایک قیمت ہے جو بھی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے وہ قتل کیا جاتا ہے...... جو بھی چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ قلم کیا جاتا ہے...... جو بھی ظلم کی راہ اپناتا ہے، اس کی سرزنش کی جاتی ہے...... قاتل چاہے امیر ہو یا غریب، راعی ہو یا رعایا، عالم ہو یا جاہل، عربی ہو یا عجمی، گورا ہو یا کالا اسلام کا قانون سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى، اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (القرآن)

اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں، ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

اس آیت کریمہ نے ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجود ثابت کر دیا...... احکام القرآن للجصاص میں اس آیت کے تحت ہے کہ:

"جان بوجھ کر قتل کرنے والے سے قصاص (جان کے بدلے جان) لینے کا وجوب" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے، خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مسلمان کو یا کافر کو، مرد کو یا عورت کو کیونکہ قَتْلٰى جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے۔ ہاں! جسے دلیل شرعی خاص کرے وہ مخصوص ہو جائے گا۔"

اسی طرح شریعت موسوی کے قوانین جو توریت شریف میں نازل ہوئے تھے اور جنہیں شریعت محمدیہ نے منسوخ نہیں فرمایا...... ان میں جروح و قصاص کے بھی قوانین ہیں۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ، فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ (القرآن)

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے صدقہ (معاف) کردے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا۔

اسلامی قانون کی ایک نمایاں خوبی

قوانین اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مجرم قاتل یا جنایت کرنے والے کو سزا یاب ہو کر وبال معصیت سے منزہ ہونے پر برانگیختہ کرتے ہیں...... چنانچہ تفسیر جلالین و جمل میں آیت پاک کے حصے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ الاية کے تحت ہے کہ:

"جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر وبال معصیت سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔" (تفسیر جلالین و جمل)

چنانچہ حضرت ماعز صحابی رسول ﷺ و رضی اللہ عنہ کا بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کرنا اور اس بات کا اصرار کرنا کہ طَهِّرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (اے اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے) اس عقیدہ کی منہ بولتی تاریخی شہادت ہے۔ جسے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

(القرآن)

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی، آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی، بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

یہ وسیع و عریض آسمان جس کی وسعتوں کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے، یہ زمین چاند سورج اور زمین کی پشت پر قوی ہیکل پہاڑ ہمارے نزدیک خاموش ہیں مگر ان سب کا خالق و مالک اور ہم سب کا پیدا فرمانے والا ان سے کلام بھی فرماتا ہے۔ اپنی تمام تر وسعتوں اور عظمتوں کے باوجود آسمان و زمین اور پہاڑ وغیرہ کسی میں اتنا زور نہیں کہ امانت

Scanned with CamScanner

الٰہیہ کا بار اٹھا سکے۔ رب کائنات نے جب آسمانوں پر، زمین پر، پہاڑوں پر اپنی امانت پیش فرمائی تو اس امانت کی عظمت و جلالت سے سب خوفزدہ ہو گئے اور ہر ایک نے اٹھانے سے انکار کر دیا...... ساری کائنات اس ذمہ داری کو سنبھالنے سے عاجز رہ گئی۔

امانت کیا ہے؟

مفسرین کرام کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاق اور ہر قسم کے قوانین شامل ہیں، گویا کہ فرمایا: اختیار و ارادہ کی آزادی کے ساتھ اپنے کئے ہوئے اچھے اعمال کی جزا اور اعمال کی سزا اٹھانے کا عہد کرتے ہو؟ تو آسمان و زمین اور پر ہیبت پہاڑوں نے اس بوجھ کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی اور صاف صاف کہہ دیا اے مالک و مولیٰ! ہمیں اطاعات کے ثواب کی امید سے زیادہ، نافرمانی کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ہم تیرے مسخر اور پابند رہ کر ہی تعمیل احکام کرتے رہیں گے۔ اے ہمارے خالق و مالک! اس عظیم امتحان سے ہمیں محفوظ رکھ۔

اور یہی امانت جب حضرت آدم علیہ السلام پر اور حکمت الٰہیہ سے بالواسطہ تمام بنی آدم پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے اٹھانے کی حامی بھر لی۔ رب کائنات، مالک بے نیاز کی جانب سے آنے والی پیشکش کو انسان نے کس حیثیت سے قبول کیا......؟ اس بارے میں اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں حضرت جنید بغدادی امام الطائفہ کا قول بڑا پیارا ہے۔

”رب تعالیٰ نے حضرت آدم پر جب اپنی امانت پیش فرمائی تو اس وقت آپ کی نظر امانت اور اس کی ذمہ داریوں پر نہ تھی، بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی اور پیش کرنے والے (کلام میں) میں جو لذت و سرور تھا۔ اس نے امانت کی گرانباری کو نظر سے اوجھل کر دیا تھا۔“

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آدم نے جب اس ذمہ کو اٹھا لیا تو رب کائنات کی رحمت و کرم نے خوش ہو کر فرمایا کہ ”برداشتن از تو، و نگاہ داشتن از من“ اٹھانا تیرا کام ہے اور توفیق و کامیابی دینا میرا کام۔ (ضیاء القرآن ص ۱۰۳ ج ۴)

اس موقع پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں صوفیائے کرام کا مسلک بہت دل نشین انداز میں بیان فرمایا ہے...... تفسیر ضیاء القرآن سے ہم ایک جامع

اقتباس پیش کرتے ہیں...... علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا سباق، اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان ہی اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی ...... اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہوں تو انسان کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں اسی طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی، کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ...... يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ...... وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے اور انسان کی یہ حالت نہیں، اسی لئے صوفیائے کرام نے امانت کی تفسیر ”نور العقل“ اور ”نار العشق“ سے کی ہے...... یعنی نور عقل استدلال کے ذریعہ معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ حجابات کو جلا کر معرفت الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ بیشک فرشتے بھی اس کے مکرم بندے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتے اور سوزش عشق کے باعث غیر متناہی درجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے۔ فَالتَّرَقِّيْ اِلٰى مَرَاتِبِ الْغَيْرِ الْمُتَنَاهِيَةِ بِنَارِ الْعِشْقِ اِنَّمَا هُوَ مِنْ خَصَآئِصِ الْاِنْسَانِ اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

”حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماہیت انسان میں ودیعت کی ہے جو تجلیات ذاتیہ دائمہ کو قبول کرتی رہتی ہے۔ صالح جن بھی عبادت و ریاضت سے ملائکہ کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں پھر بھی ان کے حصہ میں تجلیات صفاتی آتی ہیں۔ تجلیات ذاتیہ کی اہلیت نہیں ہوتی۔“

آخر میں علامہ موصوف ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انسان میں دو قوتیں ہیں ایک سبعیہ اور ایک بہیمیہ، سبعی قوتوں سے اس کے دل میں تفوق اور برتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے...... اور بہیمی طاقتوں کے باعث اس میں جفا کشی اور مشقت جھیلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس کے باعث وہ طویل ریاضتوں اور مشکل عبادتوں کا بوجھ، صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہوا منزل محبوب کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے ...... اگر یہ دو قوتیں انسان میں نہ ہوتیں تو وہ بھی ساحل عافیت پر خیمہ زن رہتا اور کبھی

Scanned with CamScanner

آزمائش کے تندوتیز طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہ ہوتا۔"

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ظلوما جھولا کا معنی خوب کیا ہے فرماتے ہیں

غیر انساں کس نہ کرد قبول   زانکہ انسان ظلوم بود و جہول

انسان کے بغیر اس امانت کو کسی نے قبول نہ کیا کیونکہ انسان ظلوم اور جہول تھا۔

ظلم او آنکہ ہستی خود را   ساخت فانی بقائے سرمدرا

اس کا ظلم یہ تھا کہ اس نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تا کہ بقائے سرمدی حاصل کرے۔

جہل او آنکہ ہر چہ جز حق بود   صورت آں زلوح دل نزدود،

اور اس کی جہالت یہ ہے کہ حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی لوح سے مٹا دیا۔

نیک ظلمے کہ عین معدلت است   لغز جہلے کہ مغز معرفت است

وہ ظلم بہت اچھا ہے کہ جو عین عدل ہے اور وہ جہالت بہت عمدہ ہے جو معرفت کا مغز ہے۔

ان تمام آیات بالا اور تفاسیر وتقاریر سے یہ بات واضح اور مبرہن ہوتی ہے کہ انسان رب کائنات کی سب سے اچھی خوبصورت، سب سے باہمت اور سب سے عظیم المرتبت مخلوق ہے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید   قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

آسمان جس امانت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکا۔ وہ قرعہ فال مجھ دیوانہ کے نام نکل آیا۔

گویا...... انسان ہی احسن المخلوقات ہے ...... انسان ہی اکرم المخلوقات ہے۔ انسان ہی اجمل المخلوقات ہے۔ رب تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ مخلوق انسان ہے۔ بار امانت کو اٹھانے والی مخلوق انسان ہے۔

یہ ہے اسلام کے نزدیک انسان کی حیثیت، یہ ہے دین حنیف میں انسان کی وقعت، یہ ہے نظام مصطفیٰ ﷺ میں انسان کا احترام، اب جس مذہب میں انسان کو اتنا بڑا درجہ حاصل ہے، وہی انسان امن وسلامتی کے حقیقی راستوں اور انسانی بہبودی کے طریقوں کو پیش کرسکتا ہے۔ لعل وجواہر کی قدر وقیمت جاننے والے ہی اس کی حفاظت و ضیافت کا بہترین بندوبست کرسکتے ہیں جو لوگ انہیں بھی کانچ کی گولیاں سمجھتے ہوں وہ

اس کی وقعت کیا کرسکتے ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رب المسلمین ہی رب العالمین ہے۔ مسلمانوں کو تخلیق کرنے والے پروردگار ہی نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی ہے۔ اسلام صرف ایک فرقہ ایک طبقہ کے لئے نہیں، ساری انسانیت کا مذہب ہے۔ یہی کلام الٰہی کی دعوت ہے اور یہی رسول پاک کا پیغام بھی لیکن سورۂ ناس کا نام اور اس میں بار بار الناس کا لفظ انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی تعلق ظاہر کرتا ہے۔

(علامہ بدر القادری: ہالینڈ، اسلام میں عظمت انسانی کا تصور)

اولیاء اللہ اور انسانی خیر خواہی کا جذبہ

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کو ایک بار ان کے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) علیہ الرحمۃ نے فرمایا کل میں جب وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حجرے سے باہر نکلوں تو میرے سامنے آجانا، تمہاری بخشش ہو جائے گی مگر یہ بات کسی دوسرے شخص کو نہ بتانا اور اس کو راز ہی رکھنا لیکن حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے گلے میں دف ڈال لی اور پورا دن رات اعلان کرتے رہے کہ جس نے جنتی بننا ہے کل فلاں وقت میرے مرشد کے حجرے کے پاس پہنچ جائے چنانچہ سارا شہر اور گردونواح کے لوگ پہنچ گئے جب آپ کے مرشد نے حجرے کا دروازہ کھولا تو ہر طرف انسان ہی انسان تھے۔ مرشد کامل نے مرید صادق سے پوچھا: یہ تونے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا! اگر میرے مرشد کی زیارت کر کے میرے نبی کی ساری امت جنت میں چلی جائے تو مجھے یہ بات منظور ہے کہ میں جہاں بھی جاؤں۔ اس دن سے آپ غریب نواز کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

☆ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو علیہ الرحمۃ کھدر کا لباس پہن کر اپنی زمین میں ہل چلا رہے تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا (غالباً وہ سائل سادات میں سے تھا اور بڑی دور سے آپ کی سخاوت کا شہرہ سن کر آیا تھا لیکن جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو مایوسی سی چھا گئی) آپ نے ہل چلانا روک دیا اور تھوڑی دور جا کر پیشاب کیا اور جس ڈھیلے سے استنجا کیا وہ ساتھ ہی لیتے آئے اور آکر زمین پر مارا تو اتنی جگہ سونا ہوگئی فرمایا جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔

Scanned with CamScanner

اس طرح آپ کی ایک مشہور کرامت ہے کہ آپ اپنی زمینوں میں کام کر رہے تھے کہ ہندوؤں کی بارات نے آپ سے احمد پور (جو قریب ہی گاؤں تھا) کا راستہ پوچھا، فرمایا راستہ بتا دوں یا احمد پور پہنچا دوں، انہوں نے کہا پہنچا دو تو زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا آنکھیں بند کرو انہوں نے آنکھیں بند کیں فرمایا کھولو! کھولیں تو سامنے گنبد خضریٰ چمکتا نظر آیا۔ وہ نادان ہندو تھے کہنے لگے ہم نے تو احمد پور سیال جانا ہے یہ آپ نے کہاں پہنچا دیا، فرمایا! میں تو اس احمد پور کو جانتا ہوں۔

اوپر اٹھی تو قضا بن گئی — نیچے جھکی تو حیا بن گئی
ترچھی پھری تو ادا بن گئی — مجھ پہ پڑی تو دعا بن گئی

☆ حضرت صاحبزادہ نور سلطان علیہ الرحمۃ کی سجادہ نشینی کے دور میں احمد پور سیال کے ایک کمہار نے سیالوں کی اونٹنی چرا لی دربار شریف کے قریب آیا تو پیچھے سے سیال بھی آ گئے۔ دربار شریف کی طرف بھاگا اور قبر مبارک کے پاس جا کر عرض کیا۔

اگر تو نے میرا مقدر نہ بدلا — بتا پھر یہ کامل نظر کس لئے ہے

سیال پکڑ کر سجادہ نشین کے پاس لے گئے اور ماجرا عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: غریب آدمی ہے اس کی اپنی سواری ہوگی، اچھا یہ بتاؤ تمہارا اونٹ تھا کہ اونٹنی؟ عرض کیا اونٹنی، فرمایا اچھا اونٹ ہوا تو اس کا اونٹنی ہوئی تو تمہاری، جا کر دیکھا تو اونٹ تھا۔ اونٹ لیکر جانے لگا تو قبر انور سے آواز آئی خالی جا رہا ہے اس کے رشتے کا انتظام بھی کرو اور اس کو ولایت کی دستار بھی پہناؤ، آج جا کر دیکھ لو جہاں سلطان العارفین کا عرس ہوتا ہے وہاں بابے رحمت کا بھی عرس دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

بینم بہ سینہ ہا ضیاء ریزیٔ او — بیتابی عشق خیزداز ہر بن مو
سبحان اللہ شہباز فقر است — سلطان العارفین حضرت باہو

(حافظ محمد افضل فقیر)

اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطن کی طاقت

شیطان ایک بیماری ہے تو اولیاء کرام اس بیماری کا علاج ہیں اور جتنی طاقت بیماری میں ہو اس سے زیادہ طاقت علاج میں ہوگی تو بیماری پہ قابو پایا جا سکے گا اگر کینسر کی بیماری ہو تو اس کے لئے ڈسپرین کافی نہیں ہے' اگر گمراہی پھیلانے والے کی طاقت یہ ہے کہ

انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم اور ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم کہ وہ ہر وقت ہر جگہ سے ہر شخص کو دیکھتا رہتا ہے اور چاروں سمتوں سے آ کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو جو اس بیماری کا علاج ہیں ان میں اس سے زیادہ طاقت ماننا پڑے گی لہٰذا وہ اگر ہر طرف سے آ کر گمراہ کر سکتا ہے تو وہ ہر طرف سے آ کر گمراہی سے بچا سکتے ہیں، جب شیطانی طاقت کا یہ عالم ہے تو رحمٰن کے بندوں کی رحمانی طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے، شر والوں کی طاقت ماننا اور خیر والوں کی طاقت کا انکار کرنا یہ بذاتِ خود شیطانی سوچ ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی اولیاء اللہ اپنی طاقت کا اظہار نہیں کرتے یا چھپ جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کچھ نام نہاد ولایت کے دعوے داران کا لباس پہن لیتے ہیں اور لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ اولیاء ایسے ہی ہوتے ہیں حالانکہ وہ تو صرف اس لئے چھپے ہیں کہ

جب سے نااہل بھی ہوئے ہیں بادہ بکف
ہم کو اب جام اٹھانے سے حیاء آتی ہے

ان حالات میں پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں مگر دل ان کی برکات و فیوضات کو محسوس کرتے رہتے ہیں کیونکہ وہ بدستور اپنی ڈیوٹی نبھاتے رہتے ہیں۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ جب کمال حاصل کر لیتا ہے تو لوح محفوظ کو دل پہ دیکھ لیتا ہے اور دل کی طرف نگاہ کر کے میل اتار دیتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ دنیا میں ظاہری حیات کے ساتھ رہے تو اس کی نو توجہات خالق کی طرف ہوتی ہے اور ایک مخلوق کی طرف اور قبر میں جا کر چونکہ وہ مکلف نہیں رہتا اس لئے خدا کی ساری توجہات اس کی طرف ہو جاتی ہیں اور اس کی دس میں سے نو توجہات مخلوق کی طرف ہوتی ہیں اور ایک خالق کی طرف۔ (الابریز)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی نے اتنا بڑا کام کر دکھایا کہ تخت بلقیس باوجود اتنی جسامت کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آیا اور اس کو اللہ کا صرف فضل قرار دیا گیا ھذا من فضل ربی۔ یہ صرف فضل ہے اور حضور کی امت کے اولیاء کے بارے فرمایا گیا ان پر اللہ بہت بڑا فضل ہے بشر المؤمنین بان لہم فضلا کبیرا۔ اس کو فضل سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اور اس کو فضل کبیر اللہ نے فرمایا۔

حضرت بابا فرید فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد سے سنا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی محبت میں مست رہنے والوں کو بلائے گا۔ ان کے کندھے پہ گدڑیاں ہوں گی۔ ایک ایک گدڑی میں لاکھوں رسیاں اور طنابیں ہوں گی۔ یہ اپنے مریدین کو بلائیں گے تو ایک ایک گدڑی کو لاکھوں مریدین چمٹ جائیں گے۔ اللہ ان کو اتنی طاقت عطا کرے گا کہ ایک ایک فقیر لاکھوں کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔ ان کو جنت میں چھوڑ کر پھر واپس آئیں گے اور اسی جگہ پہ آکر آواز دیں گے اب وہ آجاؤ جو ہمارے مرید تو نہیں تھے مگر مخالفت بھی نہ کرتے تھے۔ اس طرح پھر ایک ایک ولی لاکھوں کو جنت میں لے جائے گا۔ (اسرار الاولیاء ص ۱۳۶)

علمی نکتہ

فعل معروف کا فاعل اور مجہول کا نائب الفاعل ہوتا ہے۔ نائب الفاعل بننے سے پہلے اس پر نصب ہوتا ہے کیونکہ مفعول بہ ہوتا ہے اور جب نائب فاعل بن جاتا ہے تو اس پر رفع آجاتا ہے پھر اس کا وہی حکم ہوتا ہے جو فاعل کا یعنی تثنیہ جمع ہونے میں اور مذکر مؤنث ہونے میں وہی کام کرتا ہے جو فاعل کرتا ہے۔ اللہ فاعل حقیقی ہے اور ولی اللہ اس کا نائب ہے۔ ان کے ہاتھوں میں خدائی طاقت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے کام بھی خدائی کرتے ہیں کیونکہ فاعل حقیقی کے نائب جو ہوئے۔

زمین مردہ ہو جائے تو پھر بھی تیل، سونا، پٹرول، گیس اور خزانے اگلتی رہتی ہے تو ولی اللہ مر کر کچھ نہ دے سکے گا؟ دراصل جس کے پاس جو ہو وہ وہی دیتا ہے کپڑے والے کے پاس جاؤ تو کپڑا ملے گا، اللہ اللہ کرنے والے کے پاس جاؤ تو اللہ ملے گا اور جو لوگ ان کی عطا کے منکر ہیں ان کو تو اللہ چاہئے ہی نہیں۔ وہ دنیا کے پجاری ہوتے ہیں۔ یہ دین کے بیوپاری ہیں، اس لئے جب ان کو اپنا مقصود نہیں ملتا تو شور مچا دیتے ہیں کہ ان کے پاس ہے ہی کچھ نہیں ورنہ جو خدا سے ملا سکتے ہیں وہ اور کیا نہیں کر سکتے۔

گدڑیاں وچ لعل جنہاں دے اوہ راتیں جاگن ادھیاں ہو
سک ماہی دی ٹکن نہ دیندی لوکیں دیندے بدیاں ہو
اندر میرا حق تپایا اساں کھلیاں راتیں کڈھیاں ہو
تن تھیں ماس علیحدہ ہویا باہو سوکھ جھلارے ہڈیاں ہو

محبت ہمیشہ دونوں طرف سے ہوتی ہے بالخصوص اولیاء اللہ کی اللہ سے کہ یہ بندے ہو کر اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ مولیٰ ہو کر ان سے محبت فرماتا ہے بلکہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تب ہی جب پہلے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

قوت القلوب میں شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا، یا اللہ! یہ کیسے پتہ چلے کہ تو بندے سے راضی ہو گیا ہے۔ فرمایا بندہ اپنے دل کو دیکھے اگر اس کا دل مجھ سے راضی ہو تو میں بھی اس سے راضی ہوتا ہوں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ان اولیآء ہ الا المتقون ہے اور دوسری جگہ واللہ ولی المتقین ہے۔ یعنی پہلی جگہ ولایت کی نسبت بندے کی طرف ہے اور دوسری جگہ اللہ کی طرف، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ولایت نصیب ہوتی ہے تو یہ بندہ ہو کر اسے چاہتا ہے اور وہ مولا ہو کر اسے تکتا ہے پھر یحبھم و یحبونہٗ کا معنیٰ سمجھ میں آتا ہے ہم خدا سے بھی محبت نہیں کر سکتے اور خدا خود ان سے محبت فرماتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

ہم جب اپنی جلوتیں خلوتیں اور فسق و فجور دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں شاید سب کا یہی حال ہو گا، دوستو! یہی تو مغالطہ ہے اور اس وجہ سے پھر سوچتے ہیں کہ فلاں ولی نے یہ کیسے کر دیا اور وہ کیسے ہو گیا۔ ارے آپ کو جس سے محبت ہو جاتی ہے تو آپ اس کو دوسروں سے ممتاز جانتے ہیں تو جب آپ کی ناقص محبت یہ بات گوارا نہیں کرتی کہ آپ کا محبوب عام لوگوں کی طرح رہے تو خدا کی کامل محبت یہ کیسے گوارا کرے گی کہ اس کے ولی کے ساتھ عام لوگوں کا سا معاملہ کیا جائے۔

انسانوں کے تین طبقات

لوگوں کے عموماً تین طبقات ہوتے ہیں۔

۱۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ (غافلین)

۲۔ تحبون اللہ (اللہ سے محبت کے دعویدار)

۳۔ یحببکم اللہ (محبوبان خدا)

ان تینوں کو ایک جملے میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر تم غافلوں سے نکل کر محبوں میں آنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میرے حبیب کی پیروی کرو تمہیں اٹھا کر محبوبوں میں شامل کر

Scanned with CamScanner

دیا جائے گا تو تین طبقے ایک ہی طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں، غافل تو محبوں کی طرح بھی نہیں، محبوبوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں۔ محبوب تو وہ ہوتے ہیں والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس کہاں زیادتیاں کرنے والے اور کہاں جرم کرنے والوں کو معاف کرنے والے کہاں وزارتوں سے محبت کرنے والے اور کہاں مولیٰ کی محبت کے قیدی، انہی کو دیکھ کر قیامت کے دن ہر کوئی صاحب مرتبہ رشک کرے گا کہ یہ کون ہیں نہ نبی ہیں نہ شہید مگر سارے ان پر رشک کر رہے ہیں

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

(اقبال)

ولی اللہ کا دل

خازن، زمخشری و ابن کثیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں اللّٰـــــہ نور السمٰوٰتِ والارض کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ نے نور کی مثال اپنے بندے کے دل سے دی ہے۔ ارے دل جو چوبیس پسلیوں میں گھرا ہوا ہے اور پسلیاں بھی پہلے بڑی پھر چھوٹی پھر اس سے چھوٹی مگر ولی اللہ کا سینۂ بے کینہ جس میں دل نور بن کر چمک رہا ہے اور پھر المصباح فی زجاجہ چمکنی مزید نور پیدا کر رہی ہے اور اس روشن دل سے انوار و تجلیات کی شعاعیں نکل کر لاکھوں دلوں کو منور کر رہی ہیں پھر اگر پتھر اور پانی شعائر اللہ میں داخل ہے تو ولی اللہ کا دل شعائر اللہ کیوں نہیں ہے اور سنو خدا کو ماننا صرف تقویٰ ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے۔ ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب اور تقویٰ کی اقسام میں یہی افضل ترین تقویٰ ہے۔

شعائر اللہ بننے کے لئے کوئی بڑی قیمتی چیز ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی عظیم کی نسبت کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ کی ولیہ کے قدموں کی نسبت نے صفا و مردہ کو شعائر اللہ بنا دیا اور مرد کامل کے دل کو نسبت عشق مصطفیٰ نے شعائر اللہ کا درجہ دے دیا۔

دردل مسلم مقام مصطفیٰ است

من دون اللّٰہ میں دون کا معنی خسیس اور گھٹیا ہے لیکن جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ساری عزتیں

اس کے دامن میں ڈال دیتا ہے۔ لہٰذا دون اللہ میں کافر اور ان کے بت شامل ہیں اور اللہ کے بندے العزۃ للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین ۔ اللہ رسول کے ساتھ سارے جہاں کی عزتوں میں شامل ہیں۔ وہ زندہ ہو کر بھی مردہ اور یہ مر کر بھی زندہ۔ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا کہ پاکیزہ زندگی اعمال صالحہ کے بعد ملتی ہے اور اعمال و ایمان کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے، اور حیات طیبہ کے لئے اس زندگی کے لوازمات کا ہونا کوئی ضروری نہیں مگر ہزاروں دنیوی زندگیاں اس ایک حیوۃ طیبہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ یہی وجہ ہے کافر روح ہونے کے باوجود لاتسمع الموتٰی ہیں اور یہ گلا کٹ جانے کے باوجود بل احیاء ولکن لاتشعرون کا مصداق ہیں لہٰذا موت و حیاۃ کی دو دو قسمیں ہیں۔ حیات حقیقی و عادی، موت حقیقی و عادی، حیات حقیقی شہید کی زندگی ہے، دنیا کی زندگی حیات عادی ہے اور کافر کی موت حقیقی موت ہے کہ زندہ رہ کر بھی مردہ ہے اور اس کی زندگی عادی ہے جبکہ مومن کی موت عادی اور برائے نام ہے۔ (اسی لئے موتوا قبل ان تموتوا فرمایا گیا)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

(اقبال)

ایک وضاحت

اولیاء کرام جو اپنی کتب تصوف میں احادیث درج فرماتے ہیں وہ کتب احادیث میں اگر نہ ملیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غلط یا جھوٹی ہیں کیونکہ ایک عام بندہ بھی حضور علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے لرزتا ہے تو ولی اللہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ جب اہل علم اتنی احتیاط برتتے ہیں تو اہل ذکر جن کی طرف سائلین کو جانے کا حکم دیا گیا فاسئلوا اھل الذکر وہ احتیاط کیوں نہ کرتے ہوں گے بلکہ بات یہ ہے کہ دنیا والے دولت دنیا کے ذریعے مدینہ جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کا دل ہی مدینہ والے کی جلوہ گاہ ہے۔ وہ گردن جھکا کر مراقبے میں جا کر مدینے والے سے پوچھ لیتے ہیں آقا یہ آپ کا فرمان ہے؟ منظوری ہو جائے تو لکھ لیتے ہیں کیونکہ اللہ نے الذین یدعون ربھم کے ساتھ اپنے محبوب کو رہنے کا حکم دیا ہے۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم اور

نہ صرف ساتھ رہو بلکہ ولا تعد عینك عنھم بھی فرمایا کہ ان کو اپنی نگاہ کرم میں رکھو۔ حضور ان کے ساتھ ہیں وہ حضور ﷺ کے ساتھ ہیں اور اسی لیے اللہ ﷻ نے ہمیں حکم دیا و کونوا مع الصدقین ۔ تم ان کے ساتھ رہو کیونکہ ان کے ساتھ رہنا درحقیقت میرے ساتھ رہنا ہی ہے یہ مجھ سے لے کر تمہیں نوازتے رہیں گے۔

جدوں لعل ملدا اے لیراں چوں ملدا
جدوں اللہ ملدا فقیراں توں ملدا

سائنسی طاقت اور خدائی طاقت

عجیب بات ہے اور کیسا دور آ گیا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ لوگ سائنس پڑھ کر بھی گستاخان اولیاء کی باتوں میں آ کر ولی اللہ کی طاقت کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سائنس نے ریڈیو، ٹی وی، ٹیلی فون اور بہت ساری چیزیں ایجادات کی ہیں۔ ولیوں نے کیا بنایا ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ ولی اللہ مادیات کی ترقی کے لئے نہیں بلکہ اخلاقیات اور روحانیا کی ترقی کے لئے آتے ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی کا بٹن خراب ہو جائے یا فون کی تار کٹ جائے تو تمہارا رابطہ ختم مگر فاروق اعظم بغیر تار کے مدینے سے تین سو میل دور ''نہاوند'' میں اپنی آواز پہنچا رہے ہیں۔ داتا صاحب بغیر ٹی وی کی سکرین کے لاہور میں کھڑے ہو کر کعبہ دکھا رہے ہیں۔ غوث اعظم بغیر کسی پلاسٹک کا دل لگانے کے پاؤں کی ٹھوکر سے مردے کو زندہ فرما رہے ہیں۔ تمہاری سائنس آلات کی محتاج ہے اور ولی اللہ کو ایسی کوئی محتاجی نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سائنس کی طاقت کو مانتے ہو اور ولی اللہ جس کے ہاتھوں میں خدائی طاقت ہوتی ہے اس کا انکار کرتے ہو۔ شاید نبوت و ولایت کا تصور تمہارے ذہنوں میں وہ ہے کہ کسی نے پوچھا نبوت و ولایت کیا ہوتی ہے تو باؤ صاحب نے جواب دیا کہ ''ولایت'' سے تو میں ہو کر آیا ہوں اور نبوت بھی کسی جزیرے کا نام ہی ہوگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

سنو! جس جانور کو جوتوں کا ہار پہنا کر خانہ کعبہ کی طرف لے جایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس جانور اور اس سے منسوب جوتوں کے ہار کو لوگوں کے قیام اور بقاء کا باعث قرار دیا ہے۔ (جعل اللہ الکعبة ...... والھدی و القلائد) تو پھر بھلا بتاؤ تو جو خدا کا دوست اور محرم راز ہے اس کا وجود باجود (جس کا دل اللہ کا عرش ہے، جس کی دعا اللہ کے انعامات

کا دروازہ ہے) وہ کائنات کی بقاء کا باعث کیوں نہ ہوگا۔

قرآن کی دو صورتیں

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قرآن کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جو بازار سے ملتی ہے۔ یہ اس کی ظاہری صورت ہے اور ایک وہ جو دکان والوں سے نہیں بلکہ اللہ والوں سے ملتی ہے اور یہ اس کی باطنی صورت ہے یعنی ایک بازار سے ملتی ہے اور دوسری ولی کے دربار سے ملتی ہے۔ اولیاء کرام زندہ ہوں تو فیض دینے کے لئے دل کا ایک دروازہ کھولتے ہیں۔ باقی دروازے فیض لینے کے لئے بارگاہ خداوندی کی جانب کھولتے ہیں اور انتقال کر جائیں تو ستر کے ستر دروازے فیض دینے کے لئے مخلوق کی طرف کھل جاتے ہیں۔ (امام غزالی)

ولی کے دل کا تعلق ذات باری سے ہے جس طرح ہر عضو کا تعلق جان سے ہے لیکن کوئی عضو کٹ جائے تو بندہ مرتا تو نہیں اور اگر دل ہی نکل جائے تو موت یقینی ہے۔ معلوم ہوا دل کا جسم کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اور جس کی زبان پہ ذکر خدا ہو اور دل میں عشق مصطفیٰ ہو تو اس دل والے کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ سے بڑا خاص تعلق ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ولی اللہ ہمارے آگے ہو تو ہمارا امام و مقتداء ہے۔ پیچھے ہو تو ہمارا پشت پناہ ہے، نیچے ہو تو نجات کی کشتی ہے، اوپر ہو تو ہمارے سر کا تاج ہے۔

شیر اور بکری کی صلح

حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت کو گئے تو عجیب منظر دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی ہیں اور آپ کی بکریاں اور شیر اکٹھے پھر رہے ہیں، سلام پھیرا تو حسن بصری نے پوچھا: بکریوں اور شیر کی کب سے صلح ہوئی ہے؟ فرمایا جب سے ہم نے خدا کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ انہوں نے آپس میں صلح کر لی ہے

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست
کار عشق جز تماشائے جمال یار نیست

پھانسی کا پھندا چوم لیا

حضرت غازی عبدالرشید دھلوی علیہ الرحمۃ کو جب ایک مردود کو مارنے کی پاداش میں پھانسی کی سزا سنائی گئی تو آپ نے آگے بڑھ کر پھانسی کے پھندے کو چوما اور فرمایا!

Scanned with CamScanner

اے مجھے میرے محبوب سے ملانے والے تو نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟

جیسے ہمارے اعمال ویسے حکمران

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا کہ حجاج بہت ظلم کر رہا ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو بدل دے۔ فرمایا، تم اپنے اعمال بدل لو اللہ تمہارے حکمران بدل دے گا۔ برے حکمران اللہ کا عذاب ہوتے ہیں اور عذاب تلوار سے نہیں ٹلتے، توبہ سے ٹلتے ہیں۔ یہ تمہارے اعمال کی سزا بن کر آیا ہے۔ اعمال اچھے کر لو پھر اس کو بدلنے کے لئے دعا کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

چالیس ہزار دس ہزار کا مکان ہمسائے کا

حضرت جعفر طیار ؓ کے ایک ہمسائے نے اپنا مکان بیچنا چاہا مکان دس ہزار کا تھا تو قیمت پچاس ہزار مانگی۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ اتنی بھاری قیمت رکھنے کی وجہ کیا ہے تو اس نے کہا مکان دس ہزار کا ہی ہے چالیس ہزار کی رقم جعفر طیار جیسے اچھے ہمسائے کی وصول کر رہا ہوں۔

میرے ہمراہی کریں گے اس طرح جانیں نثار
مغفرت کی ذرے ذرے کو دعا دینی پڑے
اتنا کر دوں گا میں ماؤں کی محبت کو بلند
دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے
خاک ارض پاک سے ایسے اٹھاؤں گا شہید
جن کے مدفن کو زمین کربلا دینی پڑے

ستم ظریفی یا احسان فراموشی؟

تحریک پاکستان کا حوالہ آئے تو ظفر علی خاں کا نام تو آتا ہے مگر اس شیخ القرآن کا نام نہیں آتا جس کی تقریر سن کر ظفر علی خاں قائداعظم کا جلسہ چھوڑ کر ادھر آ گیا اور فی البدیہ شعر پڑھا

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

ہم اقبال ڈے تو بڑی دھوم دھام مناتے ہیں مگر اس امیر ملت کا یوم نہیں مناتے کہ اقبال نے جن کے قدموں میں بیٹھ کر کہا تھا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ امیر ملت کے

قدموں میں جگہ مل گئی ہے اور انہوں نے جواب میں فرمایا! میں کیا کم خوش قسمت ہوں کہ میرے قدموں میں خود اقبال (نصیب) چل کر آ گیا ہے؟ اور اس پیر روشن ضمیر کا دن نہیں مناتے کہ جس کے بارے میں اقبال کہتے ہیں

پیر رومی مرشد روشن ضمیر
کاروان عشق و مستی را امیر

قائداعظم کا دن مناتے ہیں مگر محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کو بھول جاتے ہیں کہ جنہوں نے ہزاروں مشائخ کی موجودگی میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے موقع پر فرمایا کہ اگر قائداعظم بفرض محال مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم پھر بھی پاکستان بنا کر رہیں گے۔

اور پھر اس سفیر اسلام و پاکستان کا دن نہیں مناتے جو پوری دنیا میں جا کر پاکستان بنانے کے لئے زمین ہموار کرتے رہے اور جب قائداعظم ناراض ہو کر لندن چلے گئے تو ان کو منانے کے لائے، ایک لاکھ کے قریب غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور برناڈ شا جیسوں نے ان کی علمی عظمت کو تسلیم کیا یعنی مولانا عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ۔

کیا یہ ہماری اہل اللہ کے ساتھ در پردہ دشمنی تو نہیں ہے جس کی سزا ہم آج بھگت رہے ہیں

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

اتنی سی بات پہ بخشش

نفحات الانس میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک جہنمی مسلمان سے پوچھے گا کیا تو میرے کسی نیک بندے کو جانتا ہے وہ نفی میں جواب دے گا، پھر پوچھا جائے گا کسی کا نام معلوم ہے؟ وہ پھر بھی نہیں عرض کرے گا مگر ہاں اے اللہ! تیرے ایک بندے کے بارے سنا تھا کہ وہ ہماری بستی میں آ رہے ہیں نہ زیارت کر سکا نہ نام معلوم ہے۔ حکم ہوگا چلو اتنا ہی کافی ہے جا تجھے بخش دیا۔

بت بت ہے ولی ولی ہے

تفسیر عزیزی میں ثم اماتہ فاقبرہ کی تفسیر میں لکھا ہے پھر اس کو (انسان کو) موت دی پھر قبر دکھائی (تاکہ فیض حاصل کر لے)

بعض لوگ اولیاء کرام کے مزارات کو بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور شاید یہ نہیں جانتے کہ بت بت ہے ولی ولی ہے۔ بت کی آنکھ میں لکیر ہے ولی کی آنکھ میں تاثیر ہے، بت پہ خدا کی مار ہے ولی سے اللہ کو پیار ہے، بت اپنی جسامت دکھاتا ہے، ولی اپنی کرامت دکھاتا ہے، بت کا ماننے والا بت پرست ہے ولی کا ماننے والا مست شراب الست ہے۔

برکاتِ مزارات

ان تحت المیزاب قبر اسماعیل وامه ۔ بین الرکن والحجر سبعین نبیا (تاریخ الحرمین ص ۶۰ طبع مکہ، عباس کرار مصری، فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۳۷۵، نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۸۲) میزاب رحمت کے نیچے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ بی بی ہاجرہ علیہا السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ستر نبیوں کے مزارات ہیں۔

باطنی حکومت

آیۃ قرآنی: **قل اللهم ملك الملك** ...... (آل عمران)

سے دو طرح کی حکومت ثابت ہوتی ہے۔ ایک ظاہری ایک باطنی یا ایک دنیوی دوسری روحانی۔ دنیا کی حکومت چند دن کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور عبرت کا نشان بن جاتی ہے کسی حکمران کو پھانسی ہوگئی تو کوئی ملک بدر ہو گیا۔ کسی کو کتا کتا کہہ کے تخت حکومت سے اتار دیا گیا لیکن دینی منصب چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو تا قیامت بلکہ بعد القیامۃ بھی قائم رہے گا مثلاً دنیا والا دنیا میں ہی سابق ہو جاتا ہے آج وزیر کل سابق وزیر، آج صدر کل سابق صدر مگر سابق ولی سابق غوث یا سابق عالم حافظ نہیں کہا جاتا اور جب دنیا والا سابق ہوتا ہے تو وہی سجدہ کرنے والے اب گالیاں بک رہے ہوتے ہیں، مگر دین والے کی عزت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ یقین نہیں آتا تو صاحبان مزارات کو دیکھ لو۔ جتنا دھوم دھام سے آج داتا صاحب کا عرس ہوتا ہے چند سال پہلے نہیں ہوتا تھا۔ زندگی میں ہاتھ چومنے والے اب قبر کے پتھر بھی چوم رہے ہیں۔

دنیا والے کی حکومت محدود ہوتی ہے، دین والے کی غیر محدود، دنیا والا اپنے ملازمین کی اطلاعات پہ حکومت چلاتا ہے، دین والا اللہ کے علم سے روحانی حکومت چلاتا ہے، دنیا والا لشکر کشی سے ترقی کرتا ہے دین والا فاقہ کشی سے اوپر جاتا ہے، ظاہری حکومت والا ڈنڈے کے زور سے لوگوں کے جسم پھیرتا ہے مگر باطنی و روحانی حکومت والا اللہ ہو کی

ضرب سے لوگوں کے دل پھیرتا ہے

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز "اتنا"
وہ سپاہ کی تیغ بازی یہ نگاہ کی تیغ بازی

فرق صاف ظاہر ہے

دہلی میں جاؤ تو ایک طرف ہمایوں بادشاہ کی قبر ہے تو دوسری طرف مرد درویش محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کا مزار پر انوار ہے۔ دونوں آمنے سامنے سو رہے ہیں۔ فقیر کے دربار پہ میلا لگا ہوا ہے، خوشبوئیں آ رہی ہیں، پھول چڑھائے جا رہے ہیں اور بادشاہ کے مقبرے کی ہر اینٹ پکار رہی ہے

بر مزار ما غریباں نے چراغ دنے گلے — نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

لاہور میں آؤ تو دریا کے اس پار اپنے وقت کے تاج دار بادشاہ جہانگیر کا مزار ہے جہاں جاتا کوئی نہیں، کوئی جاتا بھی ہے تو دعا کرنے نہیں بلکہ سیر کرنے اور اس پار مرد درویش لخت جگر علی المرتضیٰ حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش کا مزار پاک رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا ہے اور ہر وقت قرآن کی تلاوت اور ذکر و اذکار کی صدائیں گونج رہی ہیں اور آپ کے روضۂ پاک پر مندرجہ ذیل اشعار حقیقت کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔

جائیکہ زاہداں بہزار اربعین رسند — مست شراب عشق بیک آہ میرسد
چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت راصد نظر بینم — ہنوزم آرزو باشد کہ یکبار دگر بینم
اے پاسبانِ ملت بیضاء کے ترجمان — لاہور تیرے دم سے عروس البلاد ہے
داتا تیرا دربار ہے رحمت کا خزانہ — قدموں کو تیرے چومنے آتا ہے زمانہ

ایک نکتہ

بندہ جب اکیلا نماز پڑھے تو اس کو ایاك نعبد کی بجائے ایاك اعبد کہنا چاہیے کہ اے اللہ! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں مگر اس طرح پڑھنے سے نماز نہ ہوگی کیوں؟ فرمایا اگر اپنی عبادت قبول کروانی ہے تو میرے نیکوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر میرے دربار میں پیش کر۔ چھلکا بادام سے ملا ہوگا تو جس بھاؤ گری بکے گی وہی بھاؤ چھلکے کا بھی ہوگا اور اگر علیحدہ ہوگا تو چولہے کی زینت بنے گا۔

پیاز کو گھی میں ڈالو تو بدبودار ہوتا ہے مگر گھی کی صحبت ملتی ہے تو بدبو ختم ہو جاتی ہے مگر

Scanned with CamScanner

کب؟ جب اپنے آپ کو گھی میں فنا کر دیتا ہے تب گھی کہتا ہے اگر تجھے مجھ سے اتنا انس اور فدائیت ہے تو میں بھی تیری بدبو ختم نہ کروں تو مجھے گھی نہ کہنا۔غوث پاک نے فرمایا! اے میرے دربار میں آنے والے تو چور سہی! لیکن اگر تیری چوری کی بدبو کو مار کر تجھ میں قطبیت کی خوشبو پیدا نہ کروں تو مجھے غوث اعظم نہ کہنا۔

غوث اعظم کرم نہیں بھرن جھولیاں
کوئی نہ جھولی پھیلاوے تے میں کی کراں

جو اینٹ مسجد پہ لگ جائے اس کی عزت کرو، جو کاغذ قرآن کو لگ جائے اس کا احترام کرو، جس پانی کو نبی کے قدم لگ جائیں اس کی توقیر کرو، جو لکڑی رحل کو لگ جائے اس کی تعظیم کرو اور جو بندہ خدا سے مل جائے اس کا بھی احترام کرو کیونکہ

یہ ملے تو ملے ہم کو غوث الوریٰ
جو ملے غوث اعظم، ملے مصطفیٰ
جب ملے مصطفیٰ تو گیا مل خدا
فیض کا یہ خزانہ سلامت رہے
ان کی نظروں کا جو بھی اسیر ہو گیا
بے مثال ہو گیا بے نظیر ہو گیا
درحقیقت زمانے کا پیر ہو گیا
یہ نظر کا نشانہ سلامت رہے
اللہ والے جدھر بھی اشارہ کریں
لاکھوں بگڑوں کی بگڑی سنوارا کریں
ان کے در پہ ہزاروں گزارا کریں
ایسا مہمان خانہ سلامت رہے
ان کی نگری میں پہلا پڑے جب قدم
بھول جاتے ہیں سارے زمانے کے غم
پھر میں کیوں نہ کہوں یہ خدا کی قسم
اولیاء کا دوارہ سلامت رہے

آخری بات

جو لوگ آج ہمیں الزام دیتے ہیں کہ یہ سنی لوگ پیروں کو بڑھا چڑھا کر کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں ان کے اپنے حکیم الامت اور مجدد الملت زوائد النوادر میں لکھتے ہیں۔

فردا قیامت خدارا نخواہم دید و اگر صورت مرشد آید خواہم دید

قیامت کے دن جب تک خدا میرے مرشد کی صورت میں نہ آئے گا میں نہیں دیکھوں گا

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اودوں علم تے عقل نہیں کم اوندے
جدوں قسمت انسان دی ہار جاوے
خیر پاندا نہیں اوس نوں جگ سارا
بھاویں لنگھ سمندروں پار جاوے

بے ادباں مراد نہیں کدے حاصل
بھاویں کعبے وی پیا سووار جاوے
پلہ پھڑ حیات کملی والڑے دا
جہڑا ڈوبیاں نوں پھڑ کے تار جاوے

بے وقوف نہ بنو! جس کا جو مرتبہ و مقام ہے وہ تسلیم کرو، بتوں کی آیات ولیوں پر چسپاں کر کے لعنتی نہ بنو۔اگر تمہارا اپنا دماغ خراب ہے تو لوگوں کا تو ٹھیک رہنے دو نہ کہ

ہم تو ڈوبے ہیں صنم
تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

ایک شخص سڑک پر بھاگتا آرہا تھا۔لوگوں نے چور سمجھ کر پیچھا کیا اور پکڑ لیا۔اتنی تیز دوڑنے کا سبب پوچھا تو بڑے متکبرانہ انداز میں کہتا ہے ارے جاہلو! تم میں کوئی بھی پڑھا ہوا نہیں۔وہ دیکھتے نہیں جگہ جگہ سڑک پہ بورڈ لگے ہوئے ہیں "رفتار فی گھنٹہ پچاس میل"

جس طرح اس بے وقوف نے گاڑیوں کا حکم اپنے لئے سمجھ لیا۔خود بھی تنگ ہوا دوسروں کو بھی پریشان کیا۔اس طرح بتوں کی آیات کو ولیوں پر فٹ کرنے والے بھی اپنی بے وقوفی کا اعلان کرتے ہیں اور لوگوں کو پریشان کرتے ہیں

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ۔

Scanned with CamScanner

تقریر نمبر 4:

چاند اشارے سے ہو چاک

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد افاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

اقتربت الساعة وانشق القمر ۔ (سورۃ القمر آیت:۱)

قیامت کی گھڑی قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔

(معجزہ شق القمر جہاں ایک طرف حضور علیہ السلام کی عظمت وشان کی بہت بڑی علامت ہے تو دوسری طرف قیامت کے دن نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی بھی دلیل ہے، اس تقریر میں صرف پہلے جزو پہ بحث کی جائے گی۔ مختلف کتب کے مطالعہ سے میرے پاس اس موضوع پر جو مواد جمع ہے وہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب)

پنجۂ او پنجۂ حق می شود — ماہ از انگشت اوشق می شود
دست احمد عین دست ذوالجلال — آمد اندر بیعت و اندر قتال

اپنے انداز میں:۔

حضور ﷺ کی دعوت کو روکنے سے جب کفار ومشرکین مکہ پوری طرح پٹ چکے اور اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے۔ کا مصداق بن کر دین اسلام دن بدن پھیلتا چلا جارہا تھا تو حاکم شام حبیب بن مالک (جو کہ ابوجہل کا گہرا دوست تھا) کو ابوجہل نے ایک خط لکھا، جس کی عبارت کچھ اس طرح تھی كلما قابلناه بالحجة غلب علينا فاليوم ضعف دينك و دين آباءك فالحق به قبل ان ينتشر دينك ۔ ہم نے جب بھی دلیل کے ساتھ اس (محمد ﷺ) سے بات کی ہے وہ ہم پر غالب آ گیا ہے پس آج تیرا

اور تیرے آباؤ اجداد کا دین کمزور ہو چکا ہے لہٰذا قبل اس کے کہ اس کا دین (اسلام) پھیل جائے تو آ کر اسکو مل۔ یہ حبیب چونکہ حکیم بھی تھا اور کفار ومشرکین حضور علیہ السلام کو مجنون بھی کہتے تھے لہٰذا حضور علیہ السلام کا علاج کرنے کے بہانے اس کو بلا لیا گیا جبکہ قدرت کو خود حضور علیہ السلام کے ہاتھوں حبیب کا علاج کرنا مقصود تھا۔

حبیب بارہ سواروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور اہل مکہ نے اس کا خوب استقبال کیا۔ اس نے پوچھا مریض کہاں ہے اور وہ کس طرح کی باتیں کرتا ہے ابوجہل نے کہا: نام اس کا محمد ہے مکہ میں پیدا ہوا ہے۔ میرا بھتیجا ہے، چالیس سال تک ہم خود اس کو صادق وامین مانتے رہے مگر اب اس نے اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا ہے (اتنی سی سیرت تو ابوجہل بھی مانتا تھا جو آجکل بھی بیان کی جاتی ہے اس کے بعد والی کا وہ بھی انکار کرتا تھا) حبیب نے کہا! مجھے اس کے پاس لے چلو، ابوجہل نے کہا، اتنی جلدی نہ کر پہلے سوچ لے تجھ سے پہلے بھی اس کے پاس کئی گئے ہیں مگر واپس نہیں آئے اور ہمارے ہاتھ سے نکل کر دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہو گئے ہیں اور ہر جگہ اعلان کرتے پھر رہے ہیں کہ

؎ دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو، جن کا محمد نام ہے

جو بھی اس کے پاس جاتا ہے اس کی زلفوں کا اسیر ہو جاتا ہے اور ہمارے دین سے متنفر ہو جاتا ہے اور جب ہم اس کو لالچ یا دھمکی سے واپس لانے کی کوشش کرتے ہیں تو برملا اعلان کرتا ہے۔

؎ سر کٹے کنبہ مرے یا گھر لٹے
دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

حبیب سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا یہ کیسا مریض ہے؟ اچھا اس کو یہاں بلا لو میں اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیماری پہچان لوں گا۔ ابوجہل نے کہا! پہلے عمر بن خطاب بھی اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اور اس کا غلام بن کر ہمارے لیے موت کا پیغام بن چکا ہے اور گلی گلی اعلان کر رہا ہے۔

؎ محمد کی الفت بڑی چیز ہے
خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

Scanned with CamScanner

اور اپنے خاندان، قبیلے اور مذہب کو خیر آباد کہہ چکا ہے اور لاکھ سمجھائیں تو ہماری ایک بھی نہیں سنتا بلکہ جب بھی اس کو محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑنے کو کہا جاتا ہے تو آگے سے ایک ہی جواب ملتا ہے،

؎ جے چھڈ دیواں دنیا ہو سکدا گزارا
محمد نوں چھڈیاں گزارا نہیں ہوندا

حبیب نے کہا اچھا اس کو بلاؤ تو سہی میں اس کی نبض بھی نہ دیکھوں گا بلکہ آنکھیں دیکھ کر اس کی بیماری کا پتہ چلا لوں گا اگر پیلی ہوں گی تو یرقان ہوگا، سرخ ہوں گی تو گرمی ہوگی جس کی وجہ سے اس کے دماغ پر اثر ہو چکا ہوگا۔ ابوجہل نے کہا: پہلے بلال نے بھی اس کی آنکھوں ہی کو دیکھا تھا جو آج تک گرم پتھروں، تپتی ریت اور جسم میں گرم سلاخیں پیوست کرا کے بھی یہی نعرہ لگا رہا ہے

؎ اکھ اکھ وچ پا کے تکیا اے — میرے دل دے کر گیا دو ٹکڑے

اور جب ہم اس کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں جواب دیتا ہے

؎ افسوس کروانیہاں اکھیاں تے — اوحدا وار بچاو ناں نہ آیا

؎ اک دن وہ مل گئے تھے سرِ راہ گزر کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھر کہیں

حبیب سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا، اچھا میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں بھی نہیں ڈالوں گا، اس کی نبض پہ ہاتھ بھی نہیں رکھوں گا اس کی باتوں سے اس کی بیماری کا اندازہ لگا لوں گا۔ ابوجہل نے کہا، وہ تو باتوں باتوں میں پتھروں سے باتیں کرا لیتا ہے اور یہ واقعہ تو خود میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔

؎ سنگہا اندر کف بوجہل بود — گفت اے احمد بگو ایں چیست زود
گر رسولی چیست در دستم نہاں — چوں خبرداری زمین و آسماں
لا الہ گفت الا اللہ گفت — گوہر احمد رسول اللہ گفت

(مولائے روم)

پھر ابوجہل خود ہی کہنے لگا کہ اے حبیب! اگر تجھے میری باتوں پر اعتبار نہیں آ رہا تو "فاضل بنی ہاشم۔ بنو ہاشم سے اس (محمد ﷺ) کے بارے میں پوچھ لے۔ حبیب نے بنو

ہاشم سے پوچھا تو سب نے بیک زبان جواب دیا **کنا نعرفه بالصدق فی صغره ولما بلغ اربعین سنة جعل یسب الهتنا و یظهر دنیا غیر دین اباء نا**۔ ہاں ہم ان کو بچپن سے ہی سچا جانتے ہیں اور جب وہ (محمد ﷺ) چالیس سال کے ہوئے ہیں تو ہمارے خداؤں کو گالیاں دینے لگے اور ہمارے بڑوں کے دین کے علاوہ نیا دین پیش کر دیا۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ ان کو بلایا جائے (اور اس سے پہلے ابوجہل نے سب سے وعدہ لے لیا کہ ان کے آنے پر کوئی ان کی تعظیم میں کھڑا نہ ہو اور نہ ہی ان کو سلام کیا جائے۔ سلام وقیام کرنے سے روکنے کی "ریت" بہت پرانی ہے اور اس کا بانی ابوجہل ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ) جب ہمارے آقا سیاہ عمامہ اور سبز کلہ پہن کر تشریف لائے۔ حضور کی دائیں جانب ابوبکر ہیں پیچھے حضرت خدیجہ ہیں تو حضور علیہ السلام کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ قیام و سلام سے روکنے والا ابوجہل سب سے پہلے کھڑا ہو گیا یا فرشتوں نے زبردستی کانوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ (آج بھی کوئی صلوٰۃ و سلام کے لیے مسرور ہو کر کھڑا ہوتا ہے اور کسی کو قومی ترانے کے لیے مجبور ہو کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔)

؎ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے — یہ بڑے نصیب کی بات ہے
؎ وہ جس کو خدا نے بڑھایا ہے — کوئی اور "گھٹانا" کیا جانے

اب گفتگو کا آغاز ہوا تو حبیب نے کہا **یا محمد انت تعلم ان للانبیاء کلهم معجزات الك معجزة**۔ اے محمد! تو جانتا ہے کہ نبیوں کے معجزات ہوتے ہیں کیا تیرے پاس بھی کوئی معجزہ ہے؟ سرکار نے فرمایا **ماذا ترید**۔ تو چاہتا کیا ہے؟ (یعنی کوئی ایک معجزہ ہو تو بتاؤں، تو خود بتا کیسا معجزہ دکھاؤں) حبیب بولا **ارید ان تغیب الشمس و نخرج القمر و تنزله الی الارض وتجعله منشقا نصفین ثم یعود الی السماء قمرا منیرا**۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ تو پہلے سورج کو غروب کرے پھر چاند کو طلوع کر کے اس کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر لائے پھر چاند واپس آسمان پہ جائے اور وہاں جا کر چمکنے لگے (کافر ہو کر وہ بھی یہ تو جانتا تھا کہ جو نبی ہو وہ ایسا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔)

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

حضور علیہ السلام نے بغیر کسی گھبراہٹ کے بڑے سکون کے ساتھ اس کا یہ مطالبہ

Scanned with CamScanner

مان لیا اور فرمایا ان فعلتہ تؤمن ۔اگر میں ایسا کردوں تو میرے اوپر ایمان لے آئے گا؟ (اس نے سوچا کہ اتنا بڑا کام کرنے کی حامی بھر چکے ہیں کیونکہ نہ اپنا کام بھی کروالوں)نعم بشوط ان تخبر بما فی قلبی ۔ہاں مگر ساتھ آپ کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ میرے دل میں کیا ہے؟ حبیب نے کہا۔

؎ خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

حضور علیہ السلام جبل ابی قبیس پہ تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ کافر آسمان کے چاند کو دیکھنے لگے اور صحابہ آمنہ کے چاند کے چاند سے زیادہ روشن چہرے کو تکنے لگے۔ کافروں کو یہ یقین تھا کہ چاند نہیں ٹوٹ سکتا (جس طرح آج کے سائنس دان کہتے ہیں کہ اتنا بڑا چاند کیسے ٹوٹ سکتا ہے مگر چاند نہیں۔ جس نے چاند کو اتنا بڑا بنایا ہے اس نے ہی اپنے محبوب کے ہاتھوں میں اس کو تڑوایا ہے اور وہ اگر چاہے تو بڑی سے بڑی شئی کو چھوٹی سے چھوٹی بنادے) مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین تھا یہ تو چاند ہے اگر آسمان کو بھی اشارہ کردیا تو وہ بھی ٹوٹ جائے گا کیونکہ

؎ رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰ
ہے رضائے مصطفیٰ میں رب کعبہ کی رضا

جو پتھروں سے کلمہ پڑھوا سکتے ہیں، درختوں کو بلوا سکتے ہیں وہ چاند کے ٹکڑے بھی فرما سکتے ہیں۔

فنزل جبرئیل علیہ السلام ومعہ اثنا عشر الفامن الملائکۃ پس جرائیل امین بارہ ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے اور خدا کا سلام پیش کرنے کے بعد پیغام عرض کیا کہ اللہ فرماتا ہے حبیبی لا تخف ولا تحزن وانا معك حیثما کنت ۔اے میرے محبوب نہ ڈر اور نہ غم کر تو جہاں ہوگا میں بھی تیرے ساتھ ہوں گا (بس تو ایک اشارہ کردے چنانچہ حضور نے اشارہ فرمایا تو پہلے سورج غروب ہوا) ثم طلع القمر منیرا ۔ پھر روشنی بکھیرتا ہوا چاند نکلا۔

انگلی کا اشارہ:۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے چاند ستارے اور سورج کے طلوع ہونے کا

انتظار فرمایا اور جب وہ اپنے اوقات پر طلوع ہوئے تو فلما جن علیہ الیل راکوکبا ۔ فلما را القمر بازغا فرمایا یعنی ان کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی اور حبیب اللہ نے اشارہ کیا تو سورج غروب ہوگیا اور چاند طلوع ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ خلیل اللہ چاند کا انتظار فرماتے ہیں اور چاند ہمارے آقا کے اشارے کے انتظار میں ہے۔ انشاء اللہ قیامت کے دن ہم جیسے لاکھوں کے لیے بھی آپ کا ایک اشارہ ہی کافی ہوگا۔ اور دنیا کھلی آنکھوں سے دیکھے گی کہ

؎ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

جب سرکار کا اشارہ زمین پر کھڑے ہو کر آسمان پہ چلتا ہے تو بروز قیامت بھی یہی اشارہ چلے گا اور

؎ ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دھل جائیگا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آجائیں گے تو قیامت کا نقشہ بدل جائیگا

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے پوری طاقت استعمال نہیں کی فقط اشارہ فرمایا ہے تو جس کے اشارے میں اتنی طاقت ہے اس کی قوت بازو کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

اشارہ کیا ہوتا ہے؟ یہ ایک وہمی لکیر ہے جس کی ابتداء انگلی تھی اور انتہا مشار الیہ یعنی چاند تھا جو دو لاکھ چالیس ہزار میل کی بلندی پر تھا مگر وہ ٹکڑے ہوگیا خدا ہی جانتا ہے جس کی انگلی کی طاقت یہ ہے اس کے ہاتھ کی طاقت اس کے بازو کی طاقت اور بازو والے کی طاقت کیا ہوگی۔

؎ دست احمد عین دست ذوالجلال

حبیب کو بھی پتہ چل گیا کہ جس کی انگلی کے اشارے پہ آسمانوں کا چاند ٹوٹ گیا اور سورج چلتا بنا اس کے نقش پا کو اپنانے سے ہی خدا ملے گا۔ ادھر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور ادھر اس کی گوشت کا لوتھڑا بیٹی کو صحت مل گئی اور اس کا کوڑھ ختم ہوگیا اور یہی وہ دل کی بات تھی کہ جس کو بتانے کی اس نے شرط لگائی تھی (بشرط ان تخبر بما فی قلبی ۔ جسمانی کوڑھ بھی حضور کی نگاہ کرم سے دور ہوتا ہے اور ایمان کے کوڑھے کو بھی حضور ہی کے کرم سے شفا ہوسکتی ہے۔)

حبیب نے فوراً عرض کیا میرا دوسرا کام فرمایا ان لك نبتا سطیحۃ وان اللہ قدرد علیہا جوارحا ۔ہاں ہاں وہ تیری بیٹی کا مسئلہ ہے جو بالکل اپاہج ہے میرے اللہ نے اس

Scanned with CamScanner

کوبھی تندرست کر دیا ہے۔

؎ واہ واہ شان محمد تیری واہ واہ رتبے تیرے
بیٹھا وچ مکے دے ہووے ہتھ یمن وچہ پھیرے

خلیل اللہ علیہ السلام نے چاند سورج اور ستاروں کا تغیر دیکھ فرمایا فلما افل قال لا احب الافلین ۔ جو تغیر پذیر ہو وہ میرا اللہ نہیں ہو سکتا اور حبیب اللہ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے بتادیا کہ جو میرا اشارہ برداشت نہیں کر سکتا وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

حبیب یمنی کا قبول اسلام:-

یہ منظر دیکھ کر اور حضور علیہ السلام کی زبان سے اپنی بیٹی کی تندرستی کی خوش خبری سن کر حبیب پکار اٹھا۔

یااهل مكة لا كفر بعد الايمان اعلموا انى اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده و رسوله ۔

اے مکہ والو! ایمان کے بعد کفر نہیں ہو سکتا جان لو کہ میں اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لے آیا۔

اور جب حبیب واپس اپنے گھر گیا تو ابھی اپنے گھر کے دروزے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ **فاستقبلته بنته قائلة اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله**۔ تو اس کی بیٹی کلمہ پڑھتی ہوئی گھر سے باہر اپنے باپ کے استقبال کو آئی۔ باپ نے حیران ہو کر پوچھا! تو تندرست کیسے ہوئی اور تجھے کلمہ کون پڑھا گیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا۔

اتى الى فى المنام رجل فقال لى ان اباك قد اسلم فان كنت مسلمة فقدر ددنا عليك اعضاءك سالمة فاسلمت فى منامى واصبحت كما ترانى ۔

میری خواب میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھے کہا! تیرا باپ تو ایمان لے آیا ہے۔ اگر تو بھی ایمان لے آئے تو تیرے اعضاء صحیح و سلامت ہو جائیں گے پس میں اسلام لے آئی تو تندرست ہو گئی جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ بالفاظ اگر

؎ تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
اک دو گھڑیاں ٹھہریا ایتھے کر گیا نور اجالا

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے ایک ہی وقت میں حبیب کو مکے میں اور اس کی بیٹی کو یمن میں کلمہ پڑھا دیا (اور حاضر ناظر کس بلا کا نام ہے۔)

دلائل النبوۃ میں امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۴۳۰ھ) نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **انشق القمر فرايته فرقتين**۔ چاند پھٹ گیا اور میں نے اس کے دو ٹکڑے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

؎ سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انشق القمر علىٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشهدوا ۔

(نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا گواہ رہو)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر مروی ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر ۔ (سورۃ القمر آیت نمبر ۱)

ترجمہ:- قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نبی ﷺ کے پاس آئے ان میں ولید بن مغیرہ ابوجہل بن ہشام عاص بن وائل عاص بن ہشام اسود بن یغوث اسود بن مطلب بن اسد بن عبدعزی، زمعہ بن اسود، نضر بن حارث اور ایسے ہی دیگر افراد بھی شامل تھے۔ یہ لوگ نبی ﷺ سے کہنے لگے اگر تم سچے ہو تو ہمارے لیے چاند دو ٹکڑے کر دکھاؤ۔ ایک ٹکڑا کوہ ابوقبیس پر ہو تو دوسرا کوہ قعیقعان پر۔

(کوہ ابوقبیس مکہ مکرمہ میں حرم شریف سے متصل ہے اور کوہ قعیقعان بھی مکہ مکرمہ میں ہے یعنی کفار کا تقاضا تھا کہ چاند کے دو ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ ہو جائے کہ ایک ٹکڑا کوہ ابوقبیس پر نظر آئے تو دوسرا قعیقعان پر نظر آنا چاہئے۔)

نبی ﷺ نے فرمایا اگر میں یہ کر دکھاؤں تو تم ایمان لاؤ گے؟ کہنے لگے ہاں! وہ چودھویں کا چاند تھا۔ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ انہیں یہ نشانی دکھادی جائے۔

Scanned with CamScanner

فامسی القمر قد مثل نصفا علیٰ ابی قبیس و نصفا علیٰ قعیقعان و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینادی یا ابا سلمة بن عبد الاسد والارقم بن ابی الارقم اشهدوا ۔

تو دیکھتے ہی دیکھتے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ابوقبیس پر تھا اور دوسرا قعیقعان پر اور نبی ﷺ آواز دے رہے تھے او ابوسلمہ بن عبدالاسد! اوارقم بن ابی ارقم گواہ رہنا۔

ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس یہود کی خبریں پہنچیں کہ وہ کہتے ہیں ہمیں کوئی نشانی دکھائی جائے۔ تاکہ ہم ایمان لاسکیں آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ انہیں کوئی قدرت دکھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھلایا کہ چاند پھٹ گیا اور دو چاند نظر آنے لگے ایک صفا پر تھا اور دوسرا مروہ پر۔ یہ منظر اتنی دیر قائم رہا جتنا عصر سے رات تک وقت ہوتا ہے۔ سب لوگ دیکھتے رہے پھر چاند ڈوب گیا تو کہنے لگے یہ سحر مستمر ہے۔ (دیرپا جادو ہے)

قرآن کریم میں انہی الفاظ کو دہرایا گیا ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا اية یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۔

ترجمہ:- قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور جب بھی کفار کوئی معجزہ دیکھ لیں تو منہ پھیر کر کہتے ہیں یہ تو دیرپا جادو ہے۔ (سورۃ قمر آیت نمبر ا)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

چاند کے دو ٹکڑے سب دنیا میں دیکھے گئے:-

عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹا تو کفار قریش کہنے لگے یہ ابن ابی کبشہ (کفار نبی ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے کیونکہ ابو کبشہ آپ کے اجداد میں سے ایک شخص تھا اور بت پرستی کے خلاف تھا) کا جادو ہے نبی ﷺ نے فرمایا ذرا انتظار کرو باہر سے مسافر آئیں گے تو تصدیق ہو جائے گی۔ محمد (ﷺ) سب دنیا پر تو جادو نہیں کرتا ناں؟

عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ جب ہم مکہ میں تھے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ کفار قریش نے کہا یہ جادو ہے۔ ابن ابی کبشہ نے تمہاری نگاہوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب دیکھو باہر سے مسافر آئیں گے تو پتا چلے گا اگر وہ بھی ایسے ہی کہیں جیسے تم نے دیکھا ہے تو پھر محمد ﷺ کی بات سچی ہے۔

قال فما قدم علیهم احد من وجه من الوجوه الا اخبروهم بانهم رأوه ۔

کہتے ہیں پھر دنیا کے جس کونے سے بھی لوگ آئے سب نے یہی بتلایا کہ ہم نے خود ایسا دیکھا ہے۔

چنانچہ سید سلیمان ندوی اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھتے ہیں کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں مالا بار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ معجزہ شق القمر پر احادیث اس قدر ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

والاحادیث فی الانشقاق کثیرة ۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ شرح المختصر میں لکھتے ہیں۔

الصحیح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص فی القرآن مروی فی الصحیحین وغیرهما من طرق شتی بحیث لا یتماری فی تواتره ۔

ترجمہ:- میرے نزدیک صحیح رائے تو یہ ہے کہ چاند کا شق ہونا متواتر ہے۔ قرآن میں اس پر نص موجود ہے۔ بخاری اور مسلم وغیرہما محدثین نے مختلف طرق سے اسے روایت کیا ہے۔ تو اب اس کے تواتر میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

(قلت) واقعہ شق القمر کو بخاری اور مسلم نے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس ؓ سے بھی۔ جبکہ مسلم اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر ؓ سے مندرجہ بالا حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے چاند کے پھٹ جانے کے بعد فرمایا اشهدوا۔ اور ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا حسن صحیح۔ یہ

Scanned with CamScanner

حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ روایت کیا ہے اسی طرح ایک حدیث کو محدث ابوداؤد طیالسی نے عبداللہ بن مسعود ہی سے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ دیکھئے مسند ابی داؤد طیالسی جلد اول ص ۳۸ طبع حیدرآباد۔

۲۰۰ھ کے بعد ہندوستان میں اس واقعہ کی تصدیق اور کافر بادشاہ ساحری کا قبول اسلام (دیکھیے تاریخ فرشتہ فارسی ص ۳۶۹)

سائنس والے اگر چاند پہ پہنچے ہیں تو یہ اس لیے اتنا بڑا کمال نہیں کہ ہمارے آقا تو وہ ہیں جو چاند تو کیا قاب قوسین کی بلندیوں کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں اور انہی کی زبان سے یہ الفاظ ہم تک پہنچے ہیں لترکبن طبقا عن طبق۔ کہ تم بلندیوں تک جا تو سکتے ہو لیکن جس بلندی پہ محبوب خدا پہنچا ہے اس کی گرد و غبار کو بھی نہیں پا سکتے۔

سینکڑوں سال کے بعد چاند پر پہنچ جانا اگر سائنس کا کمال ہے تو تو سینکڑوں سال پہلے مکہ میں کھڑے ہو کر انگلی کے اشارے سے چاند کو ٹکڑے کر کے قدموں میں بلانا کمال کیوں نہیں؟

سائنس دانوں کا چاند پر جانا بھی حضور ہی کا کمال سمجھا جائے گا کہ آپ ہی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ لترکبن طبقا عن طبق اور ان کے لیے چاند پر جانے کا راستہ بن گیا اگر آپ یہ نہ فرماتے تو ان کی کیا مجال تھی کہ وہاں پہنچ سکتے لہٰذا در حقیقت یہ بھی حضور علیہ السلام کا کمال سمجھا جائے گا۔

سائنس تو وہ ہے جو سورج چاند کو ایک لمحہ کے لیے روک نہیں سکتی مگر ہمارے آقا نے صرف سورج کو روکا نہیں بلکہ ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لائے ہیں۔ ایک ہاتھ سے چاند توڑا۔ دوسرے سے ڈوبا ہوا سورج موڑا

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

وما علینا الا البلاغ المبین۔

تقریر نمبر 5:

سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ (الاحزاب:۲۱)

اے اہل ایمان! بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) کی پاکیزہ زندگی میں (اتباع و پیروی کا) بہترین نمونہ ہے۔ (جس سے وہی لوگ فیض حاصل کر سکتے ہیں جن کا دل نور ایمان سے روشن ہے، جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔)

لی حبیب حبہ یشوی الحشا — لو یشا یمشی علیٰ عینی مشیٰ
سید و سرور محمد نور جاں — مہتر و بہتر شفیع مجرماں
عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ — حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
اذکر اللہ کار ہر اوباش نیست — ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست
عجلوا الطاعات قبل الفوت گفت — مصطفیٰ چوں دُرِّ وحدت را بسفت
اتنا فی دار دنیانا حسن — اتنا فی دار عقبانا حسن

(مولانا روم علیہ الرحمۃ)

جائے شادی نیست دنیا، ہوش دار

زندگی ایک نہ ایک دن ختم ہو جانے والی ہے کیوں نہ اس کو مصطفیٰ کریم ﷺ کی سنتوں اور آپ کی پاکیزہ اداؤں کی روشنی میں گزارا جائے۔ پتہ نہیں کون سی ادا اللہ کو پسند

آجائے اور اس زندگی کا مول پڑ جائے۔ جس قوم نے اپنے نبی و رسول کے طریقہ زندگی کو بھلا دیا اللہ نے اس قوم کا نام و نشان مٹا دیا اس لیے اللہ نے امت مصطفیٰ کو بالخصوص یہ حکم فرمایا۔

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ۔ (الحشر)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔

درھمہ اقوال و افعال اے فتی
قبلۂ خود ساز خلق مصطفیٰ (ﷺ)

سنت ایک ایسا عمل ہے کہ اس کے بغیر فرض کی تکمیل بھی ممکن نہیں۔ کوئی شخص نماز جیسا فرض بھی بغیر سنت کے ادا نہیں کر سکتا۔ اگر قیام، رکوع، سجدہ فرض ہے تو تعوذ، تسمیہ اور تسبیحات سنت ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وعدہ الٰہی ہے اذا ذکـــرت ذکـــرت معی ۔ اے پیارے! جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا جہاں میرا فرض ہوگا وہاں تیری سنت ہوگی۔

فرض تو بالغ ہونے کے بعد شروع ہوتے ہیں جبکہ سنتیں پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ کان میں آذان پڑھنا، بال اتارنا، ختنہ و عقیقہ کرنا یہ سب کام سنت ہی تو ہیں۔

ہم اہل سنت کیوں ہیں:۔

یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت ہیں اہل واجب یا اہل فرض نہیں ہیں اگر چہ مرتبہ زیادہ فرض و واجب کا ہے مگر پھر بھی ہم اہل سنت اس لیے ہیں کہ فرض کی ادائیگی اور تکمیل بھی بغیر سنت کے نہیں ہو سکتی۔ ہم نے وضو کیا مسجد میں آئے اللہ کا فرض نماز ادا کرنے کے لیے مگر حکم ہوا کہ میرے فرض بعد میں ادا کرو پہلے میرے حبیب کی سنتیں ادا کرو۔ فرض پندرہ سال کے بعد شروع ہوتا ہے اور سنت پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ سنت نکاح ہوگی تو انسان حلالی ہوگا ورنہ حرامی۔

ہر سنت عمل کرنے کے لیے ہے اس لیے ہم اہل سنت ہیں جبکہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ ہر حدیث پر عمل کر کے دکھائیں، کیونکہ

حدیث تو یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے چاند کو توڑا، ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا، پتھروں کو کلمہ پڑھایا۔ جو ہر حدیث کو مانتے ہیں اور ہر سنت پر عمل کرتے

ہیں۔ وہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ اور سنت پر عمل کیے بغیر نہ دعا قبول نہ عبادت منظور۔

ہزار سجدے کرو پھر بھی میں دعاؤں کو
بغیر تیرے وسیلے کے بے اثر دیکھوں

کام تو بغیر سنت کے بھی ہو ہی جاتا ہے لباس پہننا ہو، تیل لگانا ہو، پانی پینا ہو تو خلاف سنت طریقے سے بھی کرو گے تو ہو جائے گا لیکن اگر یہی کام سنت کے مطابق کر لیے جائیں مثلاً پانی پینا ہے تو بیٹھ کے پیو، دائیں ہاتھ میں برتن پکڑ کر پانی کو دیکھ کر پیو، بسم اللہ پڑھ کے پیو، تین سانسوں میں پیو اور پینے کے بعد الحمد للہ کہو تو یہ تمام کام سنت کے زمرے میں آکر ایک مسلمان کو ڈھیروں ثواب کا حقدار قرار دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس دور میں میری سنت کو بھلا دیا گیا ہو اس دور میں میری اس سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

کبھی دیکھنے میں بندہ ایک سنت پر عمل نہیں کر رہا ہوتا مگر اس کے ضمن میں کئی سنتوں کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے مثلاً اگر داڑھی مبارک کی سنت سے محروم رہا تو داڑھی میں تیل لگانا، کنگی کرنا، خلال کرنا یہ سارے کام سنت ہیں جن سے بندہ محروم ہو جاتا ہے۔

بزرگان دین فرماتے ہیں دوپہر کے وقت سونا (قیلولہ کرنا) اگر سنت سمجھ کر کیا جائے ہزاروں نوافل سے بہتر ہے۔ اور عید کے دن کھانا ہزاروں نفلی روزوں سے بہتر ہے۔

نام ہی نام ہے جو کچھ ہے حقیقت کے سوا
راستہ کوئی نہیں انکی شریعت کے سوا

بچہ پیدا ہو تو روتا ہے ڈاکٹرز کہتے ہیں خوراک مانگتا ہے مگر ہمارے آقا کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ خوراک تو ساری عمر کھاتا رہے گا اب رو کر خوراک نہیں آذان مانگ رہا ہے، تاکہ اس کو معلوم ہو کہ جس عالم (ارواح) سے آیا ہے اگر وہاں مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے ڈنکے بج رہے ہیں تو جس جہاں میں آیا ہے وہاں بھی اسی آقا کی شان میں آذانیں گونج رہی ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے

(اعلیٰ حضرت)

الغرض، حضور علیہ السلام کی سنت کی اتباع ہی انسان کی نجات کا ذریعہ ہے۔ شیخ محی الدین اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی تمام سنتوں پہ عمل کرلیا ہے سوائے ایک کے اور وہ یہ کہ کاش میری کوئی بیٹی ہوتی۔ جس کا نکاح میں اپنے کسی عزیز سے کرتا (اس طرح کی ایک حسرت حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے دل میں بھی رہی کہ کاش میرا نواسہ ہوتا وہ میری گود میں آتا اور آپ نے وصیت فرمائی کہ میری مرنے کے بعد بھی اگر میرا نواسہ پیدا ہو تو اس کو میری قبر پر بٹھا دینا۔ ہوسکتا ہے اس طرح اس سنت پر بھی عمل ہو جائے۔)

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک صاحب کرامت شخص کی ملاقات کو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے۔ آپ نے اس کو سلام بھی نہ کیا اور یہ کہہ کر واپس آگئے کہ یہ شخص (ولی کیسے ہوسکتا ہے جو) سنت کا تارک ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں تھا کہ لوگ ننگے ہو کر حمام میں گھس گئے ہیں۔ جبکہ میں حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تہبند باندھ کر گیا رات کو میں نے غیبی اعلان سنا کہ اے احمد! رب نے تمہارے سارے گناہ بخش دیئے اور تمہیں لوگوں کا امام بنا دیا اس ایک سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو فرمایا میں جبرئیل ہوں۔ فرشتے حضور انور کی عظمت کرتے ہیں، اور حضور کی وجہ سے حضور کی امت کی حضور کے قرآن کی بلکہ جس قبر پر قرآن پڑھا جاوے اس قبر کا ادب واحترام کرتے ہیں۔

حکایت:-

مثنوی شریف کے دفتر سوم کے آخر میں ایک عجیب حکایت لکھی، حکایت مندیل در تنور داشتن الخ کہ حضرت انس کے ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت تھی عین کھانے کے وقت کپڑے کا دسترخوان جب بچھانے لگے تو وہ میلا تھا آپ نے اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دو مہمانوں نے تعجب کیا اور دھوآں نکلنے خوان جلنے کا انتظار کرنے لگے مگر دیکھا یہ کہ چند لمحوں کے بعد اسے آگ سے نکالا تو وہ بالکل محفوظ تھا البتہ اس کا میل کچیل جل چکا تھا۔ دسترخواں صاف ہو گیا تھا۔

قوم گفتند اے صحابی اے عزیز — چوں نہ سوزید و منقہ گشت نیز
گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں — پس بمالید اندریں دستار خواں

انہیں نے پوچھا کہ اے صحابی رسول یہ جلا کیوں نہیں فرمایا ایک دفعہ حضور انور نے اس دسترخوان سے اپنا منہ اور ہاتھ مبارک پونچھ لیے تھے جب سے یہ آگ میں جلا نہیں کرتا فرماتے ہیں

اے دل ترسندہ از نار عذاب — باچناں دست و دہن کن انتساب
چوں جمادے راکند تشریف دار — جان عاشق راجہا خواہد کشاد

اے دل اگر تجھے عذاب کی آگ سے ڈر لگتا ہے تو ان ہاتھوں اور ہونٹوں سے نسبت قائم کر جب ان کی نسبت نے کپڑے کو جلنے سے بچالیا تو عاشق رسول کو جلنے سے کیوں نہیں بچائے گی۔ (روح البیان)

قصائد قاسمیہ میں قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار
لگے ہیں سگ کو ترے گو مرے نام سے عیب
تمہارے نام کا لگنا ہے مرے لیے عز و وقار

سبق آموز مثال:-

کسی سکھ کو کہا گیا کہ اپنی داڑھی کے ہر بال کے بدلے روپیہ دو روپے پانچ روپے لیتے جاؤ اور سارے بال دے دو اس نے کہا اگر جان بھی دے دو تو یہ سودا منظور نہیں کیونکہ یہ ہمارے بابے گرونانک کا حکم ہے، میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ پیسوں کے لیے بابے کا حکم ٹھکرادوں۔

مگر ہائے مسلمان تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تو پیسے بھی جیب سے دیتا ہے اور اپنے محبوب علیہ السلام کی پیاری پیاری سنت کو منڈا کر گندی نالیوں میں پھینک دیتا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آپ کہتے ہیں سنی وہ ہوتا ہے جو سنی سنائی بات پہ عمل کرے میں کہتا ہوں آپ غلط سمجھے ہیں سنی تو وہ ہوتا ہے جو مر کر بھی حضور کی سنت کو نہ چھوڑے اور جس کو دیکھنے سے حضور علیہ السلام کی سنت یاد آجائے اور اس کو ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہے کہ

غم تو یہ ہے کہ دل کے جلنے سے — تیری تصویر جل گئی ہوگی

• تم نبی کی سنت کی توہین میں اپنی عزت تلاش کرتے ہو اور حسن و جمال کے لیے اپنے آقا کی سنت پاک کا منہ چڑھاتے ہوئے انگریز کی نقالی کرتے ہو۔ ہوسکتا ہے یہ سارا کچھ کر کے بھی تمہیں کوئی دیکھنا بھی گوارا نہ کرے مگر محبوب خدا کی سنت اپناؤ گے تو خدائی دیکھے نہ دیکھے خدا ضرور تمہیں محبت سے دیکھے گا۔ اور نہ صرف دیکھے گا بلکہ یحببکم اللہ۔ وہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

یہود و نصاریٰ کی سی شکل بنا کر عزت کی بھیک مانگنے والو
ے این خیال است و محال است و جنون

دنیا و آخرت کی عزت حضور کے قدموں سے وابستہ ہے، اور سارے جہان کا حسن و جمال تو حضور کی بابرکت اداؤں میں ہے۔

ہم نے دیکھا ہے اس گئے گزرے دور میں بھی دوسرا کوئی عمل پلے نہ بھی ہو صرف چہرہ سنت رسول سے سجا ہوا ہو تو بڑے بڑے عزت والے بھی راستے سے ہٹ جاتے ہیں، جب ایک سنت کا کمال یہ ہے تو جو سراپا سنت بن جائے اس کی شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

اے مسلمانو! کہاں جارہے ہو! ناول پڑھتے ہو جن میں جھوٹ ہی جھوٹ بھرا ہوا ہوتا ہے اور قرآن سے اعراض کرتے ہو جس میں قصے بھی ہیں اور احکام بھی، غیب کی خبریں بھی ہیں اور اوامر و نواہی بھی۔ ڈائجسٹ کی بجائے اپنے نبی کی احادیث پڑھنے کا دلوں میں شوق پیدا کرو۔ جوئے کی گولیوں سے کھیلنے کی بجائے تسبیح کے دانوں سے دل کو سکون بخشو، انگریز کی نقل کرنے کی بجائے محمد عربی سے اپنے تعلق کو مضبوط کرو۔

ے محمد مصطفیٰ کی عظمتوں سے منحرف ہو کر
یہ دعویٰ مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا

دنیا کی معمولی شرمندگی بھی ہم برداشت نہیں کرسکتے اور اس سے بچنے کے لیے جان تک لڑا دیتے ہیں مگر آخرت کی شرمندگی سے بچنے کے لیے بھی تو کوئی انتظام کرو۔

ے اس دن آکڑتے مغروری نکل جائے گی تیری
جس دن کہیا سرور عالم ایہہ نہیں امت میری

بزرگان دین میں سے بعض نے تو ساری عمر کئی پھل اس لیے نہیں کھائے کہ اس

بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ سنت کیا ہے؟ لہٰذا ساری عمر اس پھل کو ہاتھ نہ لگایا۔ ہم ان کو ماننے کی بات تو کرتے ہیں مگر ہمارا فعل ہمارے قول کی تردید کرنے کے لیے کافی ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی کھڑکی مسجد کی طرف نکالی اور اس سے کسی بزرگ نے پوچھا کہ اس سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: یہی کہ مسجد کی آب و ہوا اور خوشبو میرے گھر میں آئے گی۔ فرمایا! کاش تو یہ نیت کرلیتا کہ آذان و تلاوت کی آواز میرے گھر میں آئے گی تو خوشبو اور ہوا تو پھر بھی آتی رہتی مگر اس نیک نیتی کا ثواب بھی تمہیں ملتا رہتا۔ ہم جیسے ہی کم ہمتوں کے بارے میں رئیس امروہوی کی ایک مزاحیہ رباعی ہے

غیر کو چیلنج دے سکتے نہیں — آپ خود اپنے کو للکارا کریں
کچھ نہ کچھ تو شغل ہو سرکار کا — بیٹھے بیٹھے مکھیاں مارا کریں

اس دور کا انسان سائنس سے بڑا متاثر ہے اور ہر کام کرنے سے پہلے اس کے دنیوی فائدے کے متعلق سوچتا ہے۔ آج کی تقریر میں اختصار کے ساتھ اسی موضوع پر اظہار خیال ہوگا۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے مبارک طریقوں میں کس قدر فوائد ہیں۔ مگر اس سے پہلے ایک تمہید کا ہونا ضروری ہے۔

تحقیقاتِ سائنسی اور تعلیمات نبوی:-

ے ہمہ شہر پُر زخوباں من درخیال ماھے
چہ کنم کہ چشم بدخواہ نہ کند بہ کس نگاھے

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی اور رسول مبعوث فرمایا اس کو دیگر معجزات کے علاوہ کوئی ایک ایسا معجزہ بھی عطا کیا جو لوگوں کے اس کمال کے ساتھ ظاہری مشابہت رکھتا تھا کہ جس کو اس دور کے لوگ اس دور کا سب سے بڑا کمال سمجھتے تھے اگرچہ وہ ناجائز اور باطل ہی کیوں نہ ہوتا لیکن چونکہ لوگوں کی نگاہوں میں وہ کمال سمجھا جاتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غلبہ عطا فرمانے کے لیے معجزے کے سامنے اس کمال کو مغلوب فرمایا۔ مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں حکمت عروج پر تھی، جب حکماء علاج کے ذریعے بیمار کو تندرست کرنے کا دعویٰ کرتے تو آپ لاعلاج مریضوں کو ہاتھ لگا کر اللہ کے حکم سے تندرست فرما دیتے، اندھوں کو بینا کردیتے اور مردوں کو زندہ فرما دیتے لہٰذا آپ کے

Scanned with CamScanner

سامنے سارے حکماء عاجز آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو کو بہت بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور جادو بڑا عروج پر تھا۔ جب فرعون کے دربار میں جادو گروں نے رسیاں پھینکیں جو سانپ نظر آنے لگیں تو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک پھینکا (جو اگرچہ معجزہ تھا مگر بظاہر ان کے کمال سے مشابہت رکھتا تھا) جس نے ساری رسیاں نگل لیں۔ اس طرح اللہ نے اپنے نبی کو غلبہ عطا فرما دیا۔ سلیمان علیہ السلام ہوا کے کندھوں پر اپنا تخت اٹھائے پھرتے تھے۔

صالح علیہ السلام کے دور میں پہاڑوں کو کرید کر محل بنانے کو بہت بڑا کمال سمجھا جاتا (وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین) اور جب آپ نے پتھر سے اونٹنی کو نکال دکھایا تو اس کمال کے سامنے وہ لوگ بے بس ہو گئے چونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ نبوت ورسالت میں سائنسی علوم وتحقیقات کو کمال سمجھا جانا تھا لہٰذا آپ نے اس حوالے سے ایسی ایسی تعلیمات عطا فرمائیں کہ آج سائنس ان کے سامنے دنگ اور انگشت بدنداں نظر آتی ہے۔

آج سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے اور کائنات کا آغاز پانی سے ہوا جبکہ حضور علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے ہی کچھ فرما دیا (وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ القرآن)

دور کی آواز سننے کی سائنس میں صلاحیت ہے مگر یہ کمال اس کو کہاں سے ملے کہ ہمارے آقا اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز سن رہے ہیں، اور سائنس تو آلات کے ذریعے آواز دور تک پہنچاتی ہے جبکہ حضور کے غلام بغیر کسی آلے کے مدینہ میں بیٹھ کر سینکڑوں میل دور نہاوند میں اپنی آواز پہنچا رہے ہیں۔ (یا ساریۃ الجبل) معلوم ہوا کہ جہاں سائنس کے کمالات کی انتہا ہو رہی ہے اس سے آگے کمالاتِ مصطفیٰ کی ابتداء ہو رہی ہے۔

ٹی وی کی سکرین کے ذریعے دور کی چیز دیکھنا سائنس کا کمال ہے مگر ابھی ان کو یہ کمال نصیب نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے کہ مدینے میں بیٹھ کر حبشہ میں ہونے والی جنگ (موتہ) کا آنکھوں دیکھا حال بیان کریں اور وہ بھی بغیر کسی ذریعے اور آلے کے، اور مسجد نبوی کے مصلے پہ کھڑے ہو کر جنت ودوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ یہ کمالات دنیا میں اگر کسی کو حاصل ہیں تو وہ ایک ہی ہستی ہے جو محبوب خدا کی ہستی ہے۔

ہر یک بقدر خویش بجائے رسیدہ است
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای

سائنس کب سے اس کوشش میں ہے کہ انسان کی طرح کا انسان تیار کیا جائے جو انسان جیسے کام کرے تاکہ بغیر ڈرائیور کے گاڑی چلتی رہے مگر آج تک نہیں ہو سکا مگر حضور کے ہجر وفراق میں تو کھجور کے خشک تنے (استوانہ حنانہ) نے انسانوں کی طرح رو کر دکھا دیا ہے۔

روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے جو ہمارے پاس آٹھ سال میں پہنچتی ہے اور کہیں سو سو سال بعد پہنچی اور یہ سارا نظام پہلے آسمان سے نیچے کا ہے (ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح) اس سے اوپر کیا ہے ابھی سائنس اس سے ناواقف و نابالغ ہے۔ تو جس کو پہلے آسمان کی خبر نہیں وہ ساتویں آسمان کے اوپر کے حالات کیا جانے؟ پھر ساتوں آسمان تو ایک ذرے کی مانند ہیں عرش معلی کے سامنے، جب مکان کی وسعتیں یہ ہیں تو لامکاں کی وسعتیں کیا ہوں گی اور ہمارے آقا تو اس سے بھی آگے قاب قوسین کی منزلوں کو عبور کر کے اوادنی کے نظارے لیتے رہے اور مکہ سے اٹھ کر یہاں تک اور یہاں سے واپس مکہ تک سارا معاملہ چشم زدن میں ہو گیا (سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا) جہانوں کے فاصلے مٹ گئے اور کمانوں کی دوری بھی ختم ہو گئی۔ یہ ہے عظمت مصطفیٰ۔

جملہ عالم جسم آقا جاں توئی
دل توئی دلبر توئی ایماں توئی

لہٰذا اب یہ کہنا کہ دنیا کا ہر کمال حضور علیہ السلام کے کمالات کے سامنے ہیچ ہے یہ بھی چھوٹی بات رہ گئی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ ہر کمال نبوت کے خاک پا کے ذروں کی پیداوار ہے اور اگر کسی نے مردہ زندہ کرنیکا بھی کمال حاصل کر لیا تو یہ بھی کمالات نبوت ہی کی بھیک اور خیرات ہو گی۔

سائنس ایک حقیقت کو خود ہی تسلیم کر کے چند سالوں کے بعد اس کا انکار کر دیتی ہے مگر ہمارے آقا نے جو بات فرما دی اگرچہ خواب کی حالت کی کسی حقیقت کو بیان فرما دیا، زمانہ بدلتا ہے تو بدل جائے صداقت نبوی میں فرق نہ آئے گا۔

Scanned with CamScanner

ع عرصۂ گفتگو ہے تنگ قصۂ درد و غم دراز
کوئی سنے تو کیا سنے کوئی کہے تو کیا کہے

اگر کمالات مصطفیٰ کی حد بندی کرنا مقصود ہوتا تو بات قاب قوسین پہ ختم کر دی جاتی لیکن اوادنیٰ فرما کر چیلنج کر دیا گیا کہ اب سمجھو کیا سمجھ سکو گے؟ قاب قوسین تک تو بات پھر بھی سمجھ میں آتی تھی، اس کے آگے زبانیں بند کر لو۔ بس یہ کہو کہ خالق و مخلوق کا فرق ہی باقی رہ گیا ہے، جس طرح اس فرق کو مٹانے کی اجازت نہیں اس طرح کوئی اور فرق لانے کی اجازت بھی نہیں۔

ع تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

اس لیے **فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی** کے پردے میں حقیقت معراج کو بیان فرما دیا، کیونکہ جب محبوب کی صفات کی حد نہیں جہاں سے چاہو قرآن پڑھ لو۔ **جئنا بك علٰی ھٰؤلآء شھیدًا ۔ وما ارسلنك الا رحمة للعلمین و کان فضل اللہ علیك عظیمًا** ۔ تو ذات وصفات خداوندی تو ویسے ہی لامحدود ہیں نہ انکی عظمتیں الفاظ کے احاطے میں آسکتی ہیں نہ اس کی۔ اور یہ رنگ حضور کی ذمہ داریوں میں بھی پیدا کر دیا مثلاً **ادع الی سبیل ربك ۔ یا ایھا المدثر قم فانذر ۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك** ۔ کس کو بلانا ہے رب کی راہ کی طرف، کس کو ڈرانا ہے، کس کو پیغام پہنچانا ہے، اس کا ذکر نہیں کیونکہ حکم دینے والے کی خدائی لامحدود ہے اور جس کو حکم دیا جا رہا ہے اس کی مصطفائی لامحدود ہے۔

ع اگر خاموش رہوں تو تو ہی ہے سب کچھ
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

اسلام کا نظام طہارت:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسجد قباء کے نمازیوں کے بارے میں فرمایا **فیه رجال یحبون ان یتطهروا** ۔ اس میں ایسے لوگ (نمازی) ہیں جو خوب صاف ستھرا ہونا پسند کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کیسے طہارت کرتے ہو تو انہوں نے بتایا۔ ہم قضائے حاجت کے بعد ڈھیلے اور پھر پانی استعمال کرتے ہیں۔ آج اگرچہ سائنس والوں

نے ٹشو کو استعمال کرنے کی بات کی ہے مگر وہ خود ہی کہتے ہیں کہ اس سے پاخانے کی جگہ پہ ایک پھوڑا نکلنے کا خطرہ ہے جس کا علاج سوائے آپریشن کے کوئی نہیں۔ جبکہ پانی استعمال کرنے والے اس بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح ٹشو کے استعمال سے پیشاب کے راستے اور گردوں میں پیپ پیدا ہو جانے کا امکان ہے، بالخصوص عورتوں کو معلوم ہوا ان بیماریوں کا علاج مغربی تعلیم میں نہیں بلکہ **فاطھروا** کے شفا بخش حکم ربانی میں ہے۔

جو اعضاء ننگے رہتے ہیں وہ مختلف بیماریوں کے جراثیم کی زد میں آجاتے ہیں، بالخصوص ناک اور منہ کے ذریعے بیماریاں اندر جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسلام نے پانچ بار روزانہ وضو کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے کر اپنے ماننے والے کو ان بیماریوں سے بچا لیا۔ یہی حکمت کھانا کھانے سے ہاتھ دھو کر تولیہ استعمال نہ کرنے میں ہے تاکہ تولیہ کے ساتھ اگر کوئی گندے جراثیم ہیں تو ہاتھوں کے ذریعے منہ اور منہ کے ذریعے پیٹ میں نہ چلے جائیں۔ پانی یا کوئی اور مشروب پیتے وقت اس میں سانس نہ لینے میں بھی یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ منہ سے نکلنے والی سانس (کاربن ڈائی اکسائیڈ) کے گندے جراثیم سے بچا جا سکے۔ اس لیے ہی مسواک کی بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی اور مسواک کو طولاً نہیں بلکہ عرضاً کرنے کا حکم دیا۔ آج کی طب بھی یہی کچھ کہہ رہی ہے کہ برش یا مسواک عرضاً کرنے سے دانتوں کا پوری طرح خلال ہو جاتا ہے۔ جس کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳) اور کوئی ذرہ منہ میں رہ کر بیماری کا باعث نہیں بنتا۔ بتاؤ حضور علیہ السلام نے کس میڈیکل کالج سے تعلیم حاصل کی تھی؟ آپ تو اُمی تھے۔

ع اُمی و دقیقہ دان عالم   بے سایہ و سائبان عالم

کئی مرتبہ سننے میں آیا کہ سوراخ میں پیشاب کرنے سے شرمگاہ پر سانپ یا بچھو نے ڈس لیا۔ اس لیے بزرگ سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع کرتے ہیں مگر بزرگوں کو بھی یہ فیض بارگاہ رسالت علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا ہے کیونکہ ہمارے آقا نے اپنی امت کو سینکڑوں سال پہلے اس عمل سے منع فرما دیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے استنجاء کرتے وقت مذاکیر (جائے استنجاء) پہ پانی کے چھینٹے مارنے کا حکم دیا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۵) آج حکماء سے پوچھو کہ جہاں یہ عمل وہم و وسوسہ

Scanned with CamScanner

جیسی بیماری کا علاج ہے وہاں معدے کی بیماریوں اور احتلام جیسے مرض کے لیے بھی شفاء بخش ہے۔ فطرت کی دس چیزیں موئے زیر ناف اتارنا، بغلوں کی صفائی، مونچھیں پست کرانا اور داڑھی بڑھا، ناخن اتارنا وغیرہ میں کیا کیا فوائد ہیں اگر مسلمان حکماء اور ڈاکٹرز اس بارے میں تحقیق کریں تو حکمت وطب کے انمول موتی ان کو مل سکتے ہیں۔

یہ وہ نعمتیں ہیں جو ہمیں حضور علیہ السلام کی سنت طہارت سے عطا ہو رہی ہیں اور اللہ کے رسول نے بن مانگے ہمیں صحت کے وہ زریں اصول عطا فرمائے ہیں جو کسی اور مذہب والے کے پاس نہیں ہیں۔

جو بے طلب ہی ملے تو دعا سے کیا مانگوں
بجز رسول میں، اللہ سے کیا مانگوں

خدا سے مانگ لیا ہے رسول تو میں نے
اب اسکے بعد رسول خدا سے کیا مانگوں

میری طلب ہے، بہت کم تیری سخاوت سے
تو خود عطا ہے تو دست عطا سے کیا مانگوں

فقط یہی کہ تیرے در کی خاک ہو جاؤں
شکستہ پا ہوں تیرے نقش پا سے کیا مانگوں

نظام خوردونوش:-

کم خوری ہزاروں بیماریوں سے نجات دلاتی ہے اور یہی اسلام کی تعلیمات ہیں کہ پیٹ کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھو (ہم کہتے ہیں کہ سارا پیٹ کھانے سے بھرو، پانی اپنی جگہ خود بنالے گا اور "ساہ دا کی وساہ آوے آوے نہ آوے)

ایں کار راز تو آید و مرداں چنیں کنند

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے گلستان میں لکھا کہ کسی علاقے کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک حکیم کو بھیجا کہ آپ کے غلام جب بیمار ہوں تو ان کا علاج معالجہ کرے لیکن ایک عرصہ تک مدینہ میں رہا اور کوئی بھی بیمار اس کے پاس نہ گیا۔ آخر واپس جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ سوال کیا کہ وجہ کیا ہے یہاں کے لوگ بیمار کیوں نہیں ہوتے تو اس کو بتایا گیا کہ یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم پہ عمل کرتے ہوئے اس وقت کھاتے ہیں جب ان کو خوب بھوک لگتی ہے اور اس وقت چھوڑ دیتے ہیں جب ابھی بھوک باقی رہتی ہے۔

دل کے تمام امراض بسیار خوری کی پیداوار ہیں، اس سے دل کی رگیں (وال) بند ہوتے ہیں، موٹاپا، بلڈ پریشر کے امراض جنم لیتے ہیں اور مخبوط الحواسی کے دورے پڑتے ہیں۔ اگر ان تمام بیماریوں کا علاج اس ایک سنت (کم کھانے) پر عمل کرنے سے ہو جائے تو اور کیا چاہیے۔ گویا اس سے ظاہر بھی سنورتا ہے اور باطن میں بھی نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں صحت وتندرستی کے بارے میں حکمت کے اصول بڑے خوبصورت انداز میں لکھے گئے ہیں۔

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈوں کی زردی

جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی

اگر خوں کم ہے اور بلغم زیادہ
تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ

جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا

تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے

جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو مصری کی ڈلی ملتان کی چوس

زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام
تو کھالے شہد کے ہمراہ بادام

اگر ہو قلب میں گرمی کا احساس
مربہ آملہ کھا اور اناناس

جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے

گائے کے گوشت کے بارے میں اب تحقیق سامنے آئی ہے کہ اس میں کینیا (جنٹیا) نام کا ایک کیڑا ہوتا ہے جس سے کچھ امراض، قابل علاج جنم لیتی ہیں جن کا تعلق پیٹ سے ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے آج سے سینکڑوں سال پہلے جبکہ کوئی اس کیڑے کا نام بھی نہیں جانتا تھا اس کو سوء الھضم فرما کر اس کا دودھ پینے، گھی کھانے اور اس میں شفا و دوا کی نشاندہی فرمائی اور گوشت سے پرہیز کا اشارہ دیا۔

مگر گوشت کھانا حلال ہے جس طرح طلاق میں کراہت کے باوجود اس کو جائز رکھا گیا۔ بکرے کی گردن کے گوشت کو مفید قرار دیا گیا کیونکہ اس میں چربی کم ہوتی ہے جس میں چربی زیادہ ہو اس سے بیماری کا زیادہ امکان ہے۔ اس لیے جنت میں پرندوں کا گوشت ہوگا۔

Scanned with CamScanner

مچھلی کو حضور علیہ السلام نے پسند فرمایا اور وہ بھی تیل میں پکا کر، آج طب جدید میں اس کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

سینے کے درد کے لیے زیتون کے تیل کو استعمال کرنے کا فرمایا گیا۔ چند سال پہلے طب جدید والے تیل سے بھاگتے تھے آج خود کہتے ہیں تیل استعمال کیا کرو۔

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

ایسے ہی جن جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ان میں بے شمار نقصانات ہیں۔ مثلاً جس جانور کو ذبح نہ کیا گیا ہو یا گلا گھٹ کے مرجائے، اس کا چونکہ خون نہیں نکل سکتا۔ جس سے بیماریاں جنم لیتی ہیں اس لیے اس کو حرام فرمایا گیا اور ذبح کرنے سے وہ سارا خون بہہ جاتا ہے جو بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

خنزیر کو یہود و نصاریٰ بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور اسلام پہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کو کیوں حرام کیا گیا حالانکہ خود ان کے اپنے ماہرین کہہ رہے ہیں کہ اس کے گوشت میں دو طرح کے کیڑے ہوتے ہیں ان میں سے ایک مرگی کے مرض کا باعث بنتا ہے اور دوسرا دماغ میں سوزش کا۔ مزید براں اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جس سے اکثر امراض قلب پیدا ہوتے ہیں اور موٹاپا جنم لیتا ہے۔

شراب سے معدے کا سرطان، سوزش معدہ اور ہاضمہ کو خراب کرنے والی کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جگر کے امراض اور معدہ کے زخم اسی سے ہوتے ہیں، حیاتین کی کمی، خون کا انجماد اور استقاء کا مرض لاحق ہو جاتا ہے علاوہ ازیں بھی متعدد موذی امراض کا موجب ہے۔

جس شی میں حضور علیہ السلام نے بیماری کی نشاندہی فرمائی ہے اس میں ہمیشہ بیماری رہے گی اور شہد میں شفا کی نشاندہی کی ہے تو آج کی تحقیقات کے مطابق بھی اس میں شفاء ہے۔ اس لیے اس کے تمام اجزاء دوائیوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ شہد میں خون کے اندر طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت، جسم میں چستی اور رنگت میں نکھار پیدا کرتی ہے۔

لبنان کے ہسپتال میں ایک شخص کا تین ماہ سے علاج ہو رہا تھا اور کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ مصر سے اس کا ایک دوست اس کے لیے شہد کا تحفہ لے کر گیا جو اس نے استعمال

کیا، اس کے بعد اس کا خون چیک کیا گیا تو ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ اس کا خون ہی نہیں۔ دوبارہ ٹیسٹ ہوا۔ مشین چیک کی، ڈاکٹر انگشت بدنداں تھے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد مریض ٹھیک ہو گیا اور ڈاکٹر جو تین ماہ سے اس پہ محنت کر رہے تھے وہ حیران رہ گئے اور مریض سے پوچھا تو نے کیا استعمال کیا ہے؟ اس نے قرآن اٹھایا اور سورۃ نحل نکال کر آگے رکھ دی کہ مجھے اس شہد نے شفا دی ہے۔

پھیلے ہوئے دنیا میں ہیں افکار محمد   ہر سمت نظر آتے ہیں انوار محمد
اس بات کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے   ہر طور سے لا ریب ہے کردار محمد
جو چیز بھی مانگو ملے گی اس در سے   ہر وقت سجا رہتا ہے دربار محمد
کس درجہ مقدر کے سکندر تھے صحابہ   ہر روز جنہیں ہوتا تھا دیدار محمد

آج آپریشن کو سائنس کا کمال سمجھا جاتا ہے مگر کیا آج تک اور قیامت تک سائنس اس طرح کا آپریشن کر سکے گی کہ جب حضور علیہ السلام کی عمر چار سال تھی تو آپ کا دل مبارک نکال کر باہر رکھ دیا گیا۔ سینہ زم زم سے دھویا گیا اور حضور علیہ السلام یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ نہ کوئی مشین نہ کوئی آلہ نہ آپ کے قلب انور کی جگہ پلاسٹک کا دل لگایا گیا کہ جس کے بغیر آج کے ترقی یافتہ دور میں امریکہ اور لندن میں بھی آپریشن نہیں ہو سکتا۔ اور حضور فرماتے ہیں میں یہ ساری کارروائی ملاحظہ کر رہا تھا۔

شان نبی دا اللہ پاک جانے   ایتھے پیش نہیں عقل دیاں گھوڑیاں دی
سارے تارے وی ریس نہیں کر سکدے   میرے نبی دے شہر دیاں روڑیاں دی
جہڑے نبی نوں نور ای نئیں مندے   کی گل کرنی اوہنا کوڑھیاں دی
چن وچہ حبار جو نظر آوے   اوتے دھوڑ اے آقا دے جوڑیاں دی

بخار اور دیگر بیماریوں کا علاج:۔

پرانے لوگ (گرمی کے) بخار کا علاج پانی سے کرتے تھے جبکہ پرانی سائنس اس کا انکار کرتی تھی کہ بخار والے پر پانی نہیں ڈالنا چاہئے اور آج خود ڈاکٹر ہائی بخار کا علاج پانی سے بلکہ برف کی پٹیوں سے کرتے ہیں۔

بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں
یہ تو میرے سامنے کی بات ہے

Scanned with CamScanner

حضور نے بخار والے مریض کو غوطے لگوا کر اس کا علاج فرمایا اور فرمایا بخار ایک آگ ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض باتیں ہوسکتا ہے ہماری سمجھ میں نہ آسکیں مگر جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا حکمت مصطفوی نکھرتی جائے گی۔

حضور علیہ السلام نے تر اور کھجور و تربوز کو ملا کر استعمال فرمایا اور فرمایا کھجور کی گرمی کو تر اور تربوز کی ٹھنڈک سے مارو اور انکی ٹھنڈک کو کھجور کی گرمی سے مارو۔ آج طب کی دنیا ہمارے آقا علیہ السلام کے ان فرمودات عالیہ کو پڑھ کر وجد کرتی ہے۔

عمر بھر دیکھوں تجھے سیری نہ ہو
بات کچھ ایسی تیری صورت میں ہے

☆......ایک اعرابی مسجد نبوی میں آکر پیشاب کرنے لگا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو روکنا چاہا مگر حضور علیہ السلام نے منع فرمادیا جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آپ نے اس کو مسجد کے آداب کے بارے میں بتایا۔ یہ واقعہ صحاح ستہ میں موجود ہے اس سے حضور علیہ السلام کا خلقِ عظیم تو روزِ روشن کی طرح واضح نظر آرہا ہے۔ ایک اور نکتہ بھی اس میں موجود ہے جو اب ظاہر ہوا ہے جب ماہرین طب نے ہمیں بتایا کہ پیشاب اگر آدھا روک دیا جائے تو اس سے مثانے کے برباد ہونے کا خطرہ ہے مگر اس وقت یہ نکتہ کون جانتا تھا سوائے محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے۔ طب کے سرچشمے تو ہمارے آقا ﷺ کے قدموں سے پھوٹتے ہیں' ہم کاسۂ گدائی لے کر غیروں کے در پہ کیوں جاتے ہیں اور ان کے قصیدے پڑھتے پڑھتے کیوں نہیں تھکتے۔

چھانی ہے خاک ہم نے بھی صحرائے نجد کی
مجنوں کا نام ہو گیا قسمت کی بات ہے

لیکن سنو اور کان کھول کر سنو! حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا اور

دامانِ توکل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہوتے ہیں دھبے نہیں ہوتے

اور اگر تم کھلی آنکھوں سے یہ حقائق دیکھ کر بھی اپنے نبی کی تعلیمات سے اعراض کرو گے' منہ پھیرو گے تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

گو ذرا سی بات پہ برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

☆......ایک ڈاکٹر نے مجھے خود بتایا کہ ہم نے کتابوں سے یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ قضائے حاجت کرتے ہوئے دائیں پاؤں کی ایڑھی اُٹھا کر اور بایاں پاؤں پورا زمین پر لگا کر بیٹھنا چاہیے مگر بات سمجھ میں اب آئی جب میڈیکل کالج میں گئے اور انسانی بطن کے سسٹم کو ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انتڑیوں کو اس طرح کا بنایا ہے کہ مذکورہ طریقے سے بیٹھا جائے تو نالیوں سے غلاظت کا اخراج آسانی سے ہو جاتا ہے۔

ہم اگر نہ سمجھ سکیں تو یہ ہماری بدقسمتی نہیں تو کیا ہے۔

آپ کہتے ہیں پرایوں نے کیا ہم کو تباہ
بندہ پرور! کہیں اپنوں کا ہی یہ کام نہ ہو

☆......زخم ہو جائے تو اس کو راکھ سے بھر دینا اتنا آسان اور سستا علاج ہے کہ اس سے خون فوراً بند ہو جاتا ہے اور زخم مندمل ہو جاتا ہے جب حضور پاک ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر زخمی ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آپ کا یہی علاج کیا۔

نماز اور صحتِ جسمانی

نماز ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں دائمی ورزش کی وجہ سے جسمانی صحت کا راز بھی ہے اور ورزش پہ مداومت ہی مفید ہے۔ نماز میں اگرچہ بندے کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے لیکن اگر صحیح طریقے سے تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ ادا کی جائے تو کافی حد تک جسم کی ورزش بھی ہو جاتی ہے اور بغیر آداب کے سستی کے ساتھ نماز ادا کرنے کو قرآن میں منافق کی نماز قرار دیا گیا ہے۔

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ ۔

ورزش سے شریانوں میں جمی ہوئی چربی پگھل جاتی ہے' صبح کے وقت چونکہ پیٹ خالی ہوتا ہے اس لیے چار رکعت نماز مقرر ہوئی۔ دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد کچھ زیادہ ورزش کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا بارہ رکعت کا حکم دیا گیا' رات کو کھانا کھانے کے بعد چونکہ نیند کرنی ہوتی ہے اس لیے کچھ زیادہ ورزش کی ضرورت تھی تو سترہ رکعت رکھی گئیں۔ رمضان شریف میں عموماً افطاری کے وقت زیادہ کھایا جاتا ہے تو ساتھ بیس تراویح بھی رکھ

Scanned with CamScanner

دی گئیں تا کہ بسیار خوری کی وجہ سے گڑبڑ نہ ہو۔

پھر نماز کے لیے استنجا اور وضو کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک خاص طریقے سے کھڑا ہونا کہ پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو، ہاتھوں کو خاص انداز سے ناف کے نیچے باندھنا کہ دائیں ہاتھ کی درمیان والی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی کے اوپر ہوں، انگوٹھے اور چھنگلی سے دائرہ بنا کر بازو کو پکڑا جائے، قیام میں سیدھا کھڑا ہونا، رکوع میں سر کو پشت کے برابر رکھنا کہ اگر پیٹھ پہ پانی کا پیالا بھر کر رکھا جائے تو پانی نہ گرے، ہاتھ گھٹنوں پہ رکھنا اور ٹانگیں سیدھی رکھنا، پورے جسم کی کتنی شاندار ورزش ہے پھر سجدے میں کلائیوں کو زمین پہ نہ بچھانا، ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو زمین پہ دبا کے رکھنا کہ ان کے پیٹ زمین پہ لگیں، تعدیل ارکان اور نظر کو ہر رکن میں خاص جگہ پہ رکھنا، تشہد میں بیٹھنے کا خاص انداز کہ بایاں پاؤں بچھا کر رکھنا اور دائیاں کھڑا رکھنا اس سے جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے، سلام پھیرتے وقت گردن کو دونوں طرف پھیرنا، سر اور گردن کی ورزش ہے اس طرح عبادت بھی ہو گئی اور ہر عضو کی ہلکی پھلکی ورزش بھی جو صحت کی ضمانت بھی ہے اور دینِ اسلام کی تعلیمات میں شامل بھی ہے۔

☆...... باجماعت نماز پڑھنے کے لیے صفوں کو بالکل سیدھا رکھنے کی تعلیم فرمائی گئی اور فرمایا کہ اگر صفیں سیدھی رکھو گے تو تمہارے دل سیدھے رہیں گے اور اگر ٹیڑھی کرو گے تو دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ آج تک لوگ حیران تھے کہ صف کے سیدھا اور ٹیڑھا ہونے سے دل کے سیدھا اور ٹیڑھا ہونے کا کیا تعلق مگر ماہرین نفسیات نے بتایا کہ ظاہر اعمال باطن پہ اثر انداز ہوتے ہیں، ظلم کرنے سے دل سخت، گناہ کرنے سے دل کا سیاہ ہونا بھی اسی قبیل سے ہے۔

ختنہ کی سنت

جو قومیں ختنہ نہیں کرتیں مثلاً انگریز، سکھ وغیرہ ان کو اب نقصانات کا اندازہ ہونے لگا ہے کہ شرم گاہ میں میل جم جانے کی وجہ سے کیڑے پڑ جاتے ہیں، دوائی رکھیں تو پیشاب کے ساتھ باہر آ جاتی ہے اور وہ کیڑے ریڑھ کی ہڈی تک کو متاثر کرتے ہیں اب وہ بھی اس بارے میں سوچ رہے ہیں اور جبکہ اس سلسلے میں حضور علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں کہ جس بات کو ہم نے عروج و کمال کے زمانے میں جا کر سمجھا، محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو پنگھوڑے میں ہی سمجھ لیا پھر وہ مسلمانوں کے مقدر پہ رشک

کرتے ہوئے زبانِ حال سے یوں کہتے ہیں۔

؎ میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں

مکھی مشروب میں گر جائے تو

☆...... آج تک دشمنانِ اسلام مذاق اُڑاتے رہے کہ یہ کیسا ویزڈم کی شان والا نبی ہے اور یہ کیا نفاست ہے کہ مکھی اگر مشروب میں گر جائے تو کہتا ہے اس کو غوطہ دے کر نکالو اور پی جاؤ مگر اب ساری دنیا کو معلوم ہو گیا ہے اور باقاعدہ لیبارٹریوں میں تجربے ہو چکے ہیں کہ مکھی جب مشروب میں گرتی ہے تو اپنا صرف ایک پر ڈبوتی ہے، دوسرا اوپر رکھتی ہے اور جب اس کا تجزیہ کیا گیا تو جو پر اس نے ڈبویا اس سے بیماری کے جراثیم نکل کر مشروب میں پھیل گئے اور جب اس کو غوطہ دے کر دوسرا پر بھی ڈبویا گیا تو اس سے شفا والے جراثیم نکلے جنہوں نے بیماری والے جراثیموں کو مار دیا۔ ہمارے آقا نے ٹیلوں پہ بیٹھ کر جو باتیں فرمائی تھیں آج دشمن بھی ان کی صداقتوں کو سلام کرتے نظر آ رہے ہیں۔

اور پھر آقا علیہ السلام صرف امیروں کے ہی تو رسول نہیں، وہ جانتے تھے کہ میری اُمت میں ایسے ایسے غریب بھی ہوں گے کہ ہو سکتا ہے کہ سال کے بعد ان کو دودھ کا پیالا ملے اور منہ کے ساتھ لگانے لگیں تو مکھی گر جائے اگر میں کہوں کہ اس کو گرا دیا جائے تو اس کی حسرتوں کا جنازہ نکل جائے گا لہٰذا اگر پینا چاہے تو مذکورہ طریقے سے پی لے ورنہ کوئی حکم نہیں ہے کہ ضرور ہی پیے اگر طبع ناپسند کرتی ہے تو نہ پیے۔ مسجد نبوی کے فرش پہ بیٹھنے والے آقا کو اپنی قیامت تک آنے والی اُمت کی کتنی فکر ہے؟

گاندھی کہا کرتا تھا اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں مگر کھدر کا لباس، سادگی، خدمتِ خلق، اسلام کی وہ سنہری تعلیمات ہیں کہ ان کے ذریعے سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اے گاندھی! کاش تو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی تقریروں میں رونے اور حضور علیہ السلام کی باتیں سنا کر اپنی لیڈری چمکانے کی بجائے اندر سے بھی مان لیتا تو تیری آخرت خراب نہ ہوتی۔

؎ کس قیامت کی کشش اس اسوۂ کامل میں ہے
تیر ان کے ہاتھ میں پیکان میرے دل میں ہے

کھانا کھانے کی سنت

خدا جانے آج مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ انگریز کی غلامی کا ایسا رنگ اپنے اوپر چڑھا بیٹھے ہیں کہ پہلے کھڑے ہو کر کھانا کھاتے تھے اور اب چل پھر کر کھانا شروع کر دیا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر ایک جنگ کا سماں ہوتا ہے' سالن کی ڈش کو ایسے للچاتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ جیسے زندگی بھر کبھی کھانا کھایا ہی نہیں اور پھر اس کی طرف ایسے بھاگتے ہیں جیسے...... ہڈی کی طرف۔ اپنے برتن میں جتنا سالن آ سکتا ہے' ڈال لیا جاتا ہے اس کا دسواں حصہ بھی نہ کھا سکتے ہوں باقی سارا ضائع گیا اور بے چارے بچے اور بوڑھے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ ارے ہمارے آقا علیہ السلام نے تو نماز کے لیے بھی اس طرح دوڑ دوڑ کر جماعت کے ساتھ شامل ہونے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے علیکم السکینة والوقار اپنا وقار برقرار رکھو' سکون سے پڑھ لینا اور اے مسلمان تو پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے کیا کر رہا ہے۔

ع صداقت کے بیاں کرنے سے مومن رُک سکتا نہیں
اُتر سکتا ہے سر خود دار کا پر جھک سکتا نہیں

اپنی حالت یہ ہے اور نام مولویوں کا کرتے ہیں کہ مولوی زیادہ کھاتے ہیں۔

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

پھر ہاتھ سے کھانے کی بجائے پہلے تو صرف چمچ تھے اور اب خدا جانے کیا کیا چھریاں' کانٹے آ گئے ہیں جن سے خوب کانٹے دار مقابلہ ہوتا ہے تاکہ جراثیم سے بچا جا سکے (شاید اسی لیے باؤ جی استنجا وغیرہ بھی نہیں کرتے تاکہ جراثیم سے بچا جائے یا پھر کانٹے سے ہی استنجا کیا جائے) حالانکہ کبھی کھانا اتنا گرم ہوتا ہے کہ منہ میں پہلا چمچہ ڈالتے ہیں تو بندہ تارے گننے شروع کر دیتا ہے "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" ہاتھ سے کھائیں گے تو کم از کم ٹھنڈے گرم کا تو پتہ چلے گا اور یہ مصیبت تو نہ دیکھنا پڑے گی۔ اور پھر بعد میں انگلیاں چاٹنے میں (جس کو اب تک نفاست کے خلاف سمجھا جاتا تھا) مگر اسے ڈاکٹر خود کہتے ہیں کہ اس میں شفا کے جراثیم ہیں' ان سے بھی محرومی رہتی ہے جن تک تیری عقل اب پہنچی ہے مگر مصطفیٰ کریم ﷺ نے پہلے ہی بتا دیا۔

حضرت قبلہ سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے سامنے کوئی شخص چمچ سے کھانا کھا رہا تھا تو

آپ نے پوچھا' ہاتھ سے کیوں نہیں کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا' ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں۔ فرمایا' ہاتھ خراب ہو گئے تو دھوئے جا سکتے ہیں مگر دل خراب ہو گیا تو کیا کرو گے؟

(بروایت حافظ حفیظ الرحمٰن)

ایک مرتبہ افغانستان کا کوئی بادشاہ پاکستان میں آیا اور حکومتی سطح پہ اس کی دعوت کا اہتمام کیا گیا' سب لوگ چمچ سے کھا رہے تھے مگر بادشاہ ہاتھ سے کھانے لگا' بعض وزراء نے آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی کہ یہ کیسا بادشاہ ہے؟ اس نے بھی معاملہ سمجھ لیا اور ان مذاق کرنے والوں کو کہا' تمہارے یہ چمچ ہو سکتا ہے سینکڑوں مونہوں میں گئے ہوں لیکن میرا یہ ہاتھ صرف میرے ہی منہ میں جاتا ہے لہٰذا مذاق تمہارا اُڑایا جانا چاہیے نہ کہ میرا۔

حضرت حذیفہ بن یمان حضور علیہ السلام کے سفیر بن کر ایران گئے تو کسریٰ ایران نے اپنے محل میں ان کی دعوت کی' کھانا کھاتے ہوئے لقمہ گرا تو آپ نے صاف کر کے کھا لیا' کچھ لوگوں نے بُرا محسوس کیا تو آپ کو جلال آ گیا اور فرمایا' میں تمہارے عالی شان محل کی وجہ سے اپنے نبی کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ع تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

(اس طرح کا ایک واقعہ حضرت معقل بن سیار کا بھی ابن ماجہ ص ۲۴۳ پہ ہے)

حضور علیہ السلام نے کھانا کھانے کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا' بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ' اپنے آگے سے کھاؤ (کل مما یلیق) اور برتن صاف کرو۔

من اکل فی قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة۔ (ترمذی)

جو برتن کو اچھی طرح صاف کرے' برتن اس کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہے اس طرح کی باتیں بتا کر ہمارے نبی علیہ السلام نے ہم پر کس قدر احسان فرمائے ہیں۔ کیا کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے؟ یہ ہے بالمؤمنین رؤف رحیم۔

آج کل بالخصوص اس (کھانے پینے کے) میدان میں' شادی بیاہ' پارٹیوں اور دیگر تقریبات میں جو بے احتیاطیاں ہوتی ہیں' سات سات کھانے اور دیگر لوازمات پہ اس قدر دولت ضائع کی جاتی ہے کہ الامان' الحفیظ جبکہ آقا علیہ السلام نے ساری عمر دو سالن

Scanned with CamScanner

اکٹھے نہیں کھائے۔ ہم پیٹ تو بھر لیتے ہیں مگر اپنے نبی کی عادات مبارکہ کو بھلا دیتے ہیں اس لیے عمدہ سے عمدہ کھانا بھی ہمارے اندر نور پیدا نہیں کرتا اس سے پھر ہاضمہ خراب' جگر کام نہیں کرتا' یہ خرابی' یہاں درد وہاں تکلیف کی شکایات ہوتی ہیں۔

عجب درد است اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اشارات

ناخن بڑھانے والی خواتین ناخن کاٹنے والیوں سے زیادہ بیماریوں کا شکار ہوتی ہیں۔ (ڈاکٹر آف سڈنی' روزنامہ جنگ لاہور)

☆...... مسلمانوں کے نبی نے جو یہ فرمایا ہے کہ کتا اگر برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات مرتبہ دھوو اور ایک مرتبہ مٹی سے دھولو میں تحقیق کرتا رہا کہ آخر اس میں حکمت کیا ہے بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ کتے کے لعاب میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں' ان کو نوشادر ختم کرسکتا ہے اور مٹی میں نوشادر کے اجزا ہوتے ہیں۔

(ایک جرمن ڈاکٹر' بحوالہ ماہنامہ ہمایوں لاہور)

☆...... پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اذان پڑھنا اس بارے میں میں نے پچیس سالہ تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اذان سے بچے کے نظام اعصاب اور دماغی قوتوں پر مدت تک اثرات رہتے ہیں۔ (ڈاکٹر بوہلڈ کشری ماہر نفسیات ویانا یونیورسٹی)

پہلی نظر بھی آپ کی کیسی بلا کی تھی
ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پہ لیے ہوئے

وما علینا الا البلاغ المبین ۔

تقریر نمبر 6:

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدلله الذی انزل القران وهدانا به الی عقائد الایمان واظهر هـذا الـدین القویم علی سائر الادیان والصلوة والسلام الاتمان فی کـل حیـن وأن عـلـی سیـد ولدعدنان سید الانس والجان الـذی جعله الله تعالیٰ علی الغیوب فعلم مایکون وما کان وعلیٰ الـه وصـحـبـه وابـنـه وحزبه ومن تبعهم باحسان و اجعلنا منهم یارحمن یامنان ۔

امابعد!فاعوذبالله من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم

قرآنی دلیل نمبر۱

الله اعلم حیث یجعل رسالته ۔ (الانعام:۱۲۴)

"اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے۔"

مندرجہ بالا آیہ کریمہ سے صراحت کے ساتھ یہ عقیدہ مل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نبوت ورسالت کے لیے سب سے اعلیٰ مقام کا انتخاب فرماتا ہے اسی لیے اس نے کبھی کسی رذیل کو رسالت نہ دی اور کفر وشرک سے زیادہ رذیل کیا چیز ہوسکتی ہے کہ اس میں نورِ رسالت کو رکھے کیونکہ کفار ومشرکین تو محل غضب ولعنت ونجاست ہیں۔ **(انما المشرکون نجس)**

ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہ خوف الٰہی کا غلبہ تھا اور آپ گریہ وزاری فرما رہی تھیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا' کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ نے دوزخ کی ایک چنگاری کو اپنے محبوب کا جوڑ بنایا ہے؟ (یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبوب خدا کی بیوی دوزخ میں جائے لہٰذا آہ وبکا بند کیجئے) اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

فرجت عنی فرج اللہ عنك ۔

"اے ابن عباس! تو نے میرا غم دُور کیا ہے' خدا تیرا غم دُور کرے۔"

ایک حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ ابی لی ان ازوج الامن اہل الجنة ۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے سوائے جنتی عورتوں کے میرے نکاح میں عورت دینے سے انکار فرمادیا۔"

یعنی میری بیوی جنتی ہی ہوسکتی ہے۔ (رواہ ابن عساکر من ہند بن ابی ہالہ)

تو جب ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اللہ نے ایسی بیوی کو پسند نہیں کیا جو جنتی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ یہ کیسے گوارا فرما سکتا ہے کہ نورِ رسالت کو کفر کی جگہ پہ رکھے اور جس سینے میں رسالت کی امانت کو رکھنا تھا' وہ جسم کفار کے خون سے بنائے؟ تھوڑا سا دودھ بھی آپ نے اگر رکھنا ہو تو اس کے لیے گندا برتن منتخب نہیں کرتے تو اللہ نے نورِ رسالت کے لیے کس طرح نجس ارحام وبطون کو پسند کرلیا۔

ایں خیال است و محال است و جنون ۔

قرآنی دلیل نمبر۲

ولعبد مؤمن خیر من مشرك ۔

"اور البتہ مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔" (البقرہ)

ہر زمانے میں روئے زمین پر کم از کم سات مسلمانوں کا ہونا بشرط شیخین صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جس کو عبدالرزاق اور ابن منذر نے سندِ صحیح سے روایت فرمایا ہے۔

ماخلت الارض من سبعة یدفع اللہ بھم عن اہل الارض ۔

(حضرت نوح علیہ السلام کے بعد) کبھی بھی زمین سات بندگانِ خدا سے خالی نہیں رہی۔ انہی کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے عذاب دُور فرماتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

فلولا ذلك هلكت الارض ومن علیها ۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین واہلِ زمین ہلاک ہوجاتے۔

اور صحیح بخاری میں ہے' حضور علیہ السلام نے فرمایا:

بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیه ۔ (عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

"میں ہر دور میں بنی آدم کے بہترین لوگوں میں بھیجا گیا ہوں' یہاں تک کہ میرے پیدا ہونے کا دور آگیا۔"

قرآن مجید کی آیت اور مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور علیہ السلام کے آباء واُمہات ہر دور میں مقبولانِ خدا میں سے ہوئے ہیں کیونکہ کافر کتنا ہی بلند نسب والا ہو' مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہوسکتا جبکہ آپ ﷺ بہترین لوگوں میں تشریف لاتے رہے۔

قرآنی دلیل نمبر۳

وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین ۔ (الشعراء)

"اللہ تعالیٰ غالب' مہربان پہ بھروسہ کیجیے جو آپ کو کھڑے ہوتے اور سجدہ کرنے والوں میں گھومتے کو دیکھتا ہے۔"

امام رازی نے مندرجہ بالا آیت سے حضور علیہ السلام کا سجدہ کرنے والوں میں نسل در نسل منتقل ہونا بیان فرمایا۔ امام سیوطی' ابن حجر' زرقانی وغیرہ نے اس سے حضور علیہ السلام کے تمام آباء کا مسلمان ہونا ثابت فرمایا اور اسی مؤقف کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امام ابونعیم نے روایت بھی نقل فرمائی۔

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الطاهرة......

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات ۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم عن ابن عباس)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاهرة حتی اخرجنی من بین ابوی ۔ (رواہ ابن عمر رضی اللہ عنہ)

Scanned with CamScanner

"اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے عزت وطہارت والی پشتوں سے پاکیزہ شکموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ میرے والدین سے مجھے پیدا فرمایا۔"

تو جب حضور علیہ السلام عزت وطہارت وکرامت والے رحموں، پشتوں میں منتقل ہوتے رہے اور قرآن پاک سے ثابت ہے کہ کسی کافر کے لیے عزت وطہارت نہیں۔

انما المشركون نجس — العزة لله ولرسوله و للمؤمنين ۔

تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا کفر وشرک سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

قرآنی دلیل نمبر۴

ولسوف يعطيك ربك فترضٰى ۔ (سورۃ الضحیٰ)

"عنقریب آپ کا پالنے والا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"

حدیث قدسی میں ہے:

سنرضيك في امتك ولانسوئك به ۔

آپ کا رب آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی فرما دے گا اور آپ کو پریشان نہ کرے گا۔

اگر ساری اُمت بھی بخشی جائے اور جنت میں چلی جائے اور آپ کے والدین خدانخواستہ نہ بخشے جائیں تو کیا حضور علیہ السلام جو بالمؤمنین رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں، آپ خوش ہوں گے؟ اور کیا ایک وفادار بیٹے کے لیے اس سے بڑی کوئی پریشانی ہو سکتی ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے والدین دوزخ میں جائیں جب اُمت کو حضور ﷺ کی نسبت سے اتنا بڑا اعزاز مل رہا ہے تو والدین تو اس اعزاز کے زیادہ مستحق ہیں۔

قرآنی دلیل نمبر۵

حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے (کنعان) کے بارے فرمایا گیا:

انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح ۔ (سورۂ ھود)

"یہ تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ یہ اچھے کام نہیں کرتا۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلم و کافر کا نسب منقطع ہے نہ یہ اس کا وارث نہ وہ اس

کا۔ ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں مل سکتا جبکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

نحن بنو النضر بن كنانا لامنتفي من ابينا ۔

"ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں اور ہمارا نسب ہمارے باپ سے جدا نہیں ہے۔"

(رواہ ابوداؤد الطیاسی وابن سعد والامام احمد وابن ماجہ)

آپ (ﷺ) نے متعدد بار اپنا نسب یوں بیان فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم...... اسی طرح اکیس پشتوں تک بیان کیا۔

اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان

حضور علیہ السلام نے ایک جنگ کے موقع پر حضرت سعد کی جاں نثاری دیکھ کر (اور صحیح بخاری ص ۵۲۷ ج ۱ میں ہے، ایک موقع پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی) فرمایا:

ارم یاسعد فداك ابی وامی ۔

"اے سعد! تیر پھینک میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔"

اس طرح ایک موقع پر بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے والی مسلمان خواتین کے لیے بھی آپ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان۔ ظاہر بات ہے کہ یہ ایک اعزاز تھا اور ایسے موقع پر اچھی چیز کے بارے میں ایسا کہا جائے گا۔ ایک مثال جو صرف سمجھانے کے لیے پیش کر رہا ہوں مثلاً آپ ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں تو کوئی آپ پہ خوش ہو کر آپ سے کہتا ہے، تجھ پہ گدھا یا کتا قربان تو یہ آپ کے لیے اعزاز کی بجائے توہین ثابت ہوگی اور جب یہ توہین ہے تو مشرک تو گدھے اور کتے سے بھی زیادہ پلید اور گندے ہیں۔

انما المشركون نجس ۔ اولئك كالانعام بل هم اضل ۔

اگر خدانخواستہ حضور علیہ السلام کے والدین مسلمان نہ ہوتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے، حضور ہمیں یہ کیا اعزاز دے رہے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم پہ اپنے ان والدین کو قربان کر رہے ہیں جو مسلمان ہی نہیں۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

سوال:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے والدین مشرک تھے، وہ بھی تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے:

فداك ابي و امي يارسول الله ۔

جواب

اس کا مطلب یہ ہوتا کہ آج اگر ہمارے والدین زندہ ہوتے تو آپ کے حکم کے مقابلے میں ہم ان کو قربان یعنی قتل کرنا بھی گوارا کر لیتے مگر آپ کا حکم نہ ٹھکراتے جیسا کہ بعض جنگوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ

بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہے ہمارا ہو نہیں سکتا

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' میں نے اپنے والدین کے لیے استغفار کی درخواست کی اور ان کی قبر پہ حاضری کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تو اللہ نے قبر پہ جانے کی اجازت تو دے دی مگر استغفار کرنے کی اجازت نہ دی۔

جواب

اگر مشرک ہوتے تو ان کی قبر پہ جانے کی اجازت کیوں دی جاتی کیونکہ کافر کی قبر پہ تو خود اللہ نے کھڑا ہونے سے بھی منع فرمایا ہے چہ جائیکہ زیارت کی اجازت دی جائے۔

باقی رہا کہ استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تو جو پہلے ہی بخشا ہوا ہے اور جس کے صدقے لاکھوں کی بخشش ہوگی اس کے لیے استغفار کی کیا ضرورت ہے؟

وہ اصحاب فترت میں سے تھے

اور پھر یہ حدیث خبر واحد ہے جس کے ذریعے قرآن پہ زیادتی جائز نہیں کیونکہ قرآن نے اصحاب فترت کے بارے میں فرمایا:

وماكنا معذبين حتى نبعث رسولا ۔

اور رسول بھیجے بغیر ہم عذاب کرنے والے نہیں۔

تو جب حضور علیہ السلام کے والدین کریمین آپ کی بعثت سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے تو ان کے لیے حکم کفر و عذاب چہ معنی دارد؟

جب ان تک احکام پہنچے ہی نہیں اور وہ احکام کے مکلف ہی نہیں اور انہوں نے

خلاف ورزی کی ہی نہیں تو عذاب کس بات کا؟

اس لیے نابالغ بچے کی نمازِ جنازہ میں اس کی بخشش کی دعا کرنے کی بجائے اس کے ذریعے اپنی بخشش کی دعا کی جاتی ہے تو نابالغ بچہ بلکہ دیگر احادیث کے مطابق (السقط المراغم) کچا بچہ تو جھگڑا کر کے اپنے والدین کو بخشوا لے اور حضور علیہ السلام دیکھتے رہ جائیں اور آپ کے والدین "خاکم بدھن" دوزخ میں چلے جائیں۔

ذلك ان لم يك ربك مهلك القرىٰ بظلم واهلها غٰفلون ۔

"یہ اس لیے ہے کہ تمہارا رب ظلماً بے خبر بستی والوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔"

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' فترت میں مرنے والا کہے گا اے اللہ! میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ولو انا اهلكنٰهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولاً فنتبع آياتك من قبل ان نزل ونخزىٰ ۔

اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات پہ چلتے۔ (ابن ابی حاتم)

مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن چار آدمی جھگڑا کریں گے۔ (۱) بہرہ جو بالکل ہی نہ سن سکتا ہو۔ (۲) احمق (۳) دیوانہ (۴) وہ جو زمانہ فطرت میں مر جائے۔

بہرا کہے گا' اے اللہ! جب میں کچھ سن ہی نہ سکتا تھا تو میں کیا کرتا؟

احمق کہے گا' اے رب! بے شک اسلام آیا مگر مجھے تو بچے مینگنیاں مارتے تھے۔

دیوانہ کہے گا' اے مولیٰ! میرے اندر تو سمجھ ہی نہ تھی اور فترت میں مرنے والا کہے گا' اے خدا! میرے زمانے میں تو کوئی رسول ہی نہ آیا تھا پھر ان کا امتحان ہوگا ان کو آگ میں جانے کا حکم ہوگا جو تعمیل کرے گا اس پر آگ "بردًا و سلامًا" ہو جائے گی اور جو تعمیل ارشاد نہ کرے گا اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا۔

☆......جس شئ کو حضور علیہ السلام ہاتھ لگائیں' اس کو آگ نہ جلا سکے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر دعوت کے موقع پر حضور علیہ السلام نے رومال کے ساتھ ہاتھ پونچھے تو رومال جب بھی میلا ہو جاتا وہ اس کو آگ میں ڈال دیتے' میل جل جاتی اور

Scanned with CamScanner

رومال اُجلا ہو کر باہر آ جاتا تو جس بطن انور میں اللہ کا محبوب نو ماہ جلوہ گر رہے' بھلا اس کو دوزخ کیسے چھو سکے گی۔

میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

غزوۂ حنین اور اس کے علاوہ دیگر کئی غزوات میں حضور علیہ السلام نے کافروں کے مقابلے میں بطورِ فخر فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ۔

''میں سچا نبی ہوں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' (رواہ احمد' بخاری' مسلم)

جبکہ آپ نے خود فرمایا:

من انتسب الی تسعہ اباء کفار یرید بھم عزا و کرامة کان عاشرھم فی النار ۔

''جو شخص عزت و کرامت چاہتا ہوا اپنے آپ کو نویں پشت کے کافر باپ کی طرف بھی منسوب کرے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں ایسا شخص خود ان کا دسواں جہنمی ہوگا۔'' (رواہ احمد عن ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح)

اگر کہو کہ چونکہ عبدالمطلب مشہور سردار تھے اس لیے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا تو نبی شہرت کا بھوکا نہیں ہوتا جب آپ نے خود ہی فرمایا کسی عربی کو عجمی پہ اور کسی عجمی کو عربی پہ کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے تو اگر آپ کے آباؤ اجداد مشرک ہوتے تو آپ کبھی ان پر فخر نہ فرماتے۔

آزر کتنا مشہور تھا مگر ابراہیم علیہ السلام نے ایک بار بھی اس کا نام نہ لیا بلکہ فرمایا:

انی اراك وقومك فی ضلل مبین ۔

''تُو اور تیری قوم کھلی گمراہی میں ہے۔''

مگر یہاں صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی سواری کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور حضور علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں قدعاھا میری سواری آگے جانے دو اور فخر یہ فرما رہے ہیں:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ۔

آپ نے فرمایا:

انا خیر کم نسبا و خیر کم ابا ۔

''میں نسب اور باپ کے لحاظ سے ہر دور میں تم سے بہتر رہا ہوں۔''

چودہ سو سال کے بعد مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حضور علیہ السلام کے والد ماجد کا جسم صحیح سلامت اور تروتازہ' خوشبو دار نکلنا ان کے اہلِ ایمان ہونے کی کتنی واضح دلیل ہے۔

سوال

مسلم شریف میں ہے' آپ (ﷺ) نے ایک شخص کو فرمایا:

ان ابی واباك فی النار ۔

''بے شک میرا اور تیرا باپ آگ میں ہے۔''

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان الفاظ پہ راویانِ حدیث متفق نہیں ہیں کیونکہ دیگر کتب میں **ان ابی واباك** کی بجائے **اذا مررت بقبر کافر فبشر بالنار** کے الفاظ ہیں لہٰذا آپ کے والدین کریمین کے ساتھ ان الفاظ کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے اس سوال کا جواب امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس طرح دیا ہے:

میں بسر وچشم اس کا جواب دیتا ہوں کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ **ان ابی واباك فی النار** اس پر راوی متفق نہیں ہیں البتہ اسے حماد بن سلمہ سے بروایتِ حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ یہ وہ سند ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے اور معمر نے بروایتِ ثابت اس کے خلاف روایت کیا ہے اور انہوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا بلکہ بیان کیا کہ **اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار** یعنی جب تو کافر کی قبر پر گزرے تو اسے جہنم کی خبر دے۔ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد پر یقیناً کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا اور روایت کے لحاظ سے یہ زیادہ ثابت ہے کیونکہ حضرت معمر' حماد سے اثبت ہیں اور اس کے کہ حماد کے حافظہ پر کلام کیا گیا اور ان کی احادیث میں منکر باتیں واقع ہیں۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ربیبہ نے ان کو کہہ کر پڑھایا اور حماد حفظ نہ کر سکے لہٰذا جب وہ بیان کرتے تو اس میں انہیں شک ہوتا اسی بناء پر امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی اور نہ امام مسلم نے ''اصول'' میں ان سے کوئی حدیث لی مگر وہ روایت جو حضرت ثابت سے ہے' حاکم نے

Scanned with CamScanner

"المستدرک" میں کہا ہے کہ امام مسلم نے "اصول" میں حماد کی کوئی روایت نہیں لی مگر وہ حدیث جو حضرت ثابت سے مروی ہے بلاشبہ ایک جماعت نے "الشواہد" میں نقل کیا ہے لیکن حضرت معمر! تو ان کے حافظہ پر کسی نے کلام نہیں کیا اور نہ ان کی کسی حدیث میں کوئی منکر بات بتائی اور امام بخاری و مسلم نے ان کی روایت لینے پر اتفاق کیا ہے لہٰذا ان کے لفظ زیادہ ثابت ہیں۔

پھر یہ کہ ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی انہی الفاظ کو مروی پایا ہے جو حضرت معمر بروایت ثابت از انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے لفظ ہیں۔ چنانچہ بزار' طبرانی اور بیہقی بسند ابراہیم بن سعد از زہری از عامر بن سعد (بن ابی وقاص زہری مدنی) وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "میرے باپ کہاں ہیں؟" آپ نے فرمایا' جہنم میں اس نے کہا "اور آپ کے والد کہاں ہیں؟" آپ نے فرمایا "جب کبھی تم کسی کافر کی قبر پر گزرو تو اسے جہنم کی خبر دے دو اس روایت کی تخریج بخاری و مسلم کی شرط پر ہے لہٰذا اس لفظ پر اعتماد اور اسے اس کے غیر پر مقدم رکھنا لازم ہے اور طبرانی اور بیہقی نے اس حدیث کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے۔

راوی نے کہا ہے کہ وہ بدوی اس کے بعد اسلام لے آیا پھر وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی مشکل بات کا ذمہ دار بنایا کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اسے جہنم کی خبر دے دیا کروں۔

اور ابن ماجہ نے بطریق ابراہیم بن سعد از زہری از سالم (بن عبداللہ بن عمر العدوی مدنی فقیہ از فقہاء سبعہ المتوفی ۱۰۶ھ وہ اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا' ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ صلہ رحمی کرتا اور ایسا ایسا تھا' وہ کہاں ہے؟ فرمایا' جہنم میں۔ راوی کہتا ہے گویا کہ اس نے اسے پالیا پھر پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے والد کہاں ہیں؟ فرمایا جب کبھی تم کسی مشرک کی قبر پر گزرو تو اسے جہنم کی خبر دے دو اس کے بعد وہ بدوی اسلام لے آیا اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی دشوار بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اسے جہنم کی خبر دے دیا کروں لہٰذا یہ روایت پہلے سے بہت زیادہ واضح ہے

اس لیے اس میں عام طور پر وہی الفاظ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں اور اس میں بدوی نے اسلام لانے کے بعد بمقتضائے حکم' امتثالِ امر کو دیکھا اور اس کی بجا آوری میں دشواری کو پایا اور اگر جواب پہلے لفظ کے ساتھ ہو تو اس میں یقیناً کچھ بھی حکم نہیں نکلتا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ راوی کے تصرف سے ہیں جسے اس نے اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی بیان کی ہے۔ بلاشبہ بخاری و مسلم میں بکثرت روایات اس نہج کی واقع ہیں جن میں راوی کا تصرف موجود ہے اور ان کے سوا ان سے زیادہ ثابت ہیں۔ مثلاً مسلم شریف کی وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مروی ہے اور اس کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیل فرمائی ہے اور فرمایا کہ دوسری سند سے اس کے سماع کی نفی کرنے والی حدیث ثابت ہے لہٰذا راوی نے اس سے نفی قرأت کو سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی روایت کر دی اور اسے خطا لاحق ہوئی۔

اب ہم اس مقام میں مسلم شریف کی حدیث کا جواب اس نہج پر دیتے ہیں جیسے ہمارے امام' امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مسلم کی حدیث کا جواب دیا ہے پھر اگر لفظ اوّل سے راویوں کے اتفاق کو فرض کر لیں تو گزشتہ دلائل سے وہ متعارض بن جاتے ہیں اور حدیث صحیح جب اس کے معارض دوسرے ایسے دلائل ہوں جو اس سے ارجح ہوں تو اس کی تاویل واجب ہوتی ہے اور ان دلائل کو مقدم رکھا جاتا ہے جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے اور دوسرے جواب کی رو سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث کا جواب یوں ہوگا کہ ممکن ہے اس میں مسلسل ہوگی کی ایسی ممانعت ہو جیسے کہ شروع اسلام میں اس شخص کی نمازِ جنازہ ممنوع تھی جس پر قرض ہو باوجودیکہ وہ مسلمان ہو پھر یہ کہ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ ممانعت دیگر کافروں کے ضمن کی بناء پر ہوئی ہو اس وجہ سے ان کے لیے بھی استغفار کرنے سے روک دیتا ہو لیکن پہلا جواب زیادہ درست ہے۔ یہ ایک قسم کی تاویل ہے۔

پھر میں نے حضرت معمر کی روایت کے الفاظ کی مانند ایک حدیث دیکھی جو اس سے زیادہ واضح ہے اس میں صراحت ہے کہ سائل چاہتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں سوال کرے مگر اسے ادب اور تائل نے باز رکھا۔ چنانچہ حاکم "المستدرک" میں صحیح قرار دے کر لقیط بن عامر سے روایت نقل کی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہیک بن

عاصم بن مالک بن المنتفق کے ساتھ حاضر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رجب گزارنے کے لیے مدینہ میں حاضر ہوئے اور فجر کی نماز حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی اور اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ راوی نے اس کے بعد حدیث بیان کی یہاں تک کہ اس نے کہا' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم میں سے کوئی زمانۂ جاہلیت میں بھلائی پر ہے؟ اس پر فرمایا' اے قریشی جوان! بے شک تیرا باپ المنتفق جہنم میں ہے اس وقت گویا میرا چہرہ اور میرا گوشت پسینہ پسینہ ہو گیا کیونکہ حضور پاک ﷺ نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کا حال بیان کر دیا تھا پھر اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں یارسول اللہ! آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ مگر میں نے کچھ سوچ کر اچھے طریقہ سے بدل کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! ﷺ آپ کے اہل کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب تم کسی مشرک قرشی یا عامری کی قبر پر گزرو تو اس سے کہنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے لیے کیا بشارت و خبر دی گئی ہے۔

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ سب سے زیادہ واضح روایت اور روشن تر بیان ہے اور وہ کون سی چیز سائل کو مانع ہوئی کہ وہ پوچھے کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اور یہ کہ حضور ﷺ کے قول میں جو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ "ابی" ہے اگر اس کی مراد ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب حضور ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب ہوں گے نہ کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ "اب" سے مراد چچا لیا ہے۔ بلاشبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد و ابن جریج اور سدی کی روایتیں پہلے نقل کی جا چکی ہیں اس جگہ ہر دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لفظ "اب" (باپ) کا اطلاق حضرت ابوطالب کے لیے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عام رائج تھا اسی بناء پر وہ لوگ حضرت ابوطالب سے کہتے تھے کہ ابوطالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے باز رکھو اور حضرت ابوطالب نے ان کے کہنے پر ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض بھی کیا تھا پھر جب کفار نے ان سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم اسے قتل کر دیں اور اس کے بدلہ تم ہم سے اس بچہ کو لے لو (اس کے جواب میں حضرت ابوطالب نے فرمایا' میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل

کرنے کے لیے دے دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر میں اس کی کفالت کروں۔) اور جبکہ حضرت ابوطالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے اور ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے جا رہے تھے تو بحیرہ راہب نے ان کے پاس آکر دریافت کیا' یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ انہوں نے کہا' یہ میرا بیٹا ہے اس پر اس راہب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے لیے حضرت ابوطالب کو والد کہلانا ان کے نزدیک عام دستور تھا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے چچا تھے اور انہوں نے آپ کے بچپنے سے خدمت و کفالت کے فرائض انجام دیے تھے' وہ آپ کو اپنی نگہداشت و حفاظت اور حمایت میں رکھتے تھے اسی بناء پر عام لوگ والد ہی گمان کر کے ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اسی کے مشابہ ایک حدیث میں واقعہ ہے کہ جسے اپنے مقصد کے دلائل میں حضور نے ﷺ نے حضرت ابوطالب کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ طبرانی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے' انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں صلہ رحمی' ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک' یتیموں کے ساتھ بھلائی' مہمان کی خاطر تواضع اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب و تحریص فرماتے ہیں' یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا لہٰذا یارسول اللہ! ﷺ آپ کا اس کے بارے میں کیا گمان ہے؟ حضور پاک ﷺ نے فرمایا' ہر وہ قبر والا جو لا الہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا' وہ جہنم کے گڑھے میں ہے۔ بلاشبہ میں نے اپنے چچا ابوطالب کو جہنم میں غوطہ زن پایا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر ان کے احسان ہونے کی بناء پر اسے نکال کر جہنم کی تمازت و طپش میں کر دیا۔

تنبیہ

ایک جماعت نے ان تمام جوانوں کو بے حد پسند فرمایا ہے اور جو حدیثیں حضور کے والدین کریمین کے بارے میں ہیں' ان کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ وہ سب منسوخ ہیں جس طرح وہ احادیث جو مشرکوں کے بچوں کے جہنمی ہونے کے بارے میں مروی ہیں' منسوخ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں حدیثوں کو منسوخ کرنے والی یہ آیت کریمہ ہے:

Scanned with CamScanner

ولاتزروا زرة و زراخریٰ ۔

''کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔''

اور حضور پاک ﷺ کے والدین کے بارے میں احادیث کا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔

''ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔''

اور یہ عجیب اتفاقی نکتہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دونوں جملے ایک آیت کے ایک ہی سیاقِ کلام میں حرفِ عطف کے ساتھ نظمِ قرآن میں یکجا جمع ہیں۔

یہ جواب تمام جوابوں سے زیادہ مفید و مختصر ہے مگر یہ کہ مسلکِ اوّل کے نزدیک ہے جو کہ مسلکِ ثانی کے نزدیک جیسا کہ واضح ہے۔

اور پھر جب ابوطالب کے بارے میں تمام کتب احادیث کے اندر صراحت موجود ہے تو ان کو مراد کیوں نہیں لیا جا سکتا۔

مسلم میں ہے:

وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح ۔

''میں نے اسے آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک آگ میں کر دیا۔''

بخاری میں ہے:

ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار ۔ وفی روایته اهون اهل النار عذابا ۔

''اور عم الرجل صنو ابیہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہی ہے۔ کیا ان ابی میں اس لیے ابوطالب مراد نہیں ہو سکتے کہ اس سے نبی علیہ السلام کی قرابت کا نفع پہنچانے کا عقیدہ واضح ہو رہا ہے۔

کوئی بڑا ہی پلید اور جہنمی ہوگا جو اپنے آپ کو اور اپنے والدین کو تو جنتی کہے اور ان کو دوزخی کہے جن کے بارے میں فرمایا لقد جاء رسول من انفسکم ایک قرأت میں انفسکم فا کے فتح اور سین کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی اللہ نے اپنے رسول کو نفیس ترین لوگوں میں سے بھیجا۔ کیا کافر نفیس بھی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ نفیس ترین۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا:

تنقل احمد نورا عظیما
تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا
الی ان جاء خیر المرسلینا

یعنی مصطفیٰ کریم علیہ السلام کا نور عظیم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا تا آنکہ آپ اس کائنات میں جلوہ گر ہو گئے۔

خیر المرسلین تشریف لے آئے انہی نے یہ بھی کہا ہے کہ:

حفظ الاله کرامة لمحمد
ابائه الامجاد صونا لاصمه
ترکوا السفاح فلم یصبهم عاره
من ادم الی ابیه وامه

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کی بزرگی کو محفوظ رکھا' آپ کے آبائے کرام آپ کے اسمِ مبارک سے محفوظ رہے۔ انہوں نے فحاشی کو کبھی ہاتھ نہ لگایا لہٰذا کوئی عیب انہیں نہ چھو سکا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر آپ کے والدین کریمین تک اب نیک اور ساجد تھے۔

ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں بسند ضعیف بروایتِ زہری از اُم سماعہ بنت ابی رہم وہ اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی اس بیماری میں جس میں ان کی وفات ہوئی' موجود تھی اور محمد ﷺ پانچ سال کی عمر کے بچے' ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کے چہرے پر نظر ڈال کر کہا

اس کے بعد فرماتی ہیں: ہر جینے والی کے لیے موت ہے' ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے اور ہر بوڑھے کے لیے فنا ہے اور میں بھی مرنے والی ہوں اور میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ میں نے بہتر کو چھوڑا اور پاکیزہ بچہ تولد کیا ہے اس کے بعد وہ انتقال فرما گئیں اور ہم ان پر جنات کے رونے کی آواز سنتے تھے' ان کے کچھ اشعار ہم نے یاد کر لیے

Scanned with CamScanner

نبکی الفتاة البرة الامینه ذات الجمال العفة الرزینه

زوجة عبدالله والقرینه ام بنی الله ذی السکینه

وصاحب المنبر فی المدینه صارت لدی حضرتها رهینه

یعنی ہم اس نوعمر، نیکوکار، امانت دار، حسن و جمال کی پیکر، صاحب عفت و عصمت جو حضرت عبداللہ کی زوجہ، اللہ کے نبی صاحب سکینہ، مدینہ منورہ میں منبر و محراب کے مالک کی والدہ ماجدہ کی رحلت پر روتے ہیں اب یہ اپنی قبر کے گوشہ میں اقامت گزیں ہوں گی۔

تم نے دیکھ لیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام، بتوں اور بت پرست قوموں کی ممانعت میں کتنا صریح ہے اور دینِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور یہ کہ ان کے فرزند، رب العزت ذی الجلال والاکرام کے پاس سے لوگوں کی طرف اسلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں اور ان کا قول "مبعث بالتحقیق" ایسا ہی اس نسخہ میں ہے لیکن میرے پاس قلمی نسخہ ہے اس میں "بالتخفیف" ہے۔

پھر یہ کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی اُمہات کی جستجو کی تو ان سب کو مومن پایا چنانچہ سیدنا اسحاق و موسیٰ و ہارون و عیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں اور حوا ام شیث علیہ السلام کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے بلکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی بھی تھیں اور احادیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ اور ان کی اولاد کی مائیں اور داؤد و سلیمان زکریا یحییٰ، شمویل و شمعون اور ذوالکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان دار ہونا مذکور ہے اور بعض مفسرین نے اُم نوح اور اُم ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے اور اسے ابن حبان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی والد کافر نہ تھا اسی وجہ سے انہوں نے دعا کی۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا ۔

"اے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں مسلمان داخل ہو، بخش دے۔"

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رب اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۔

"اے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو، بخش دے۔"

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن میں استغفار سے خاص طور پر اپنے اب یعنی چچا آزر کے لیے زبان روکی نہ کہ والدہ کے لیے لہٰذا یہ دلالت ہے اس پر کہ وہ مومنہ تھیں۔

اور حاکم نے "المستدرک" میں صحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا، تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے مگر بارہ نبی یعنی حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، سیدنا محمد (حضرت آدم، حضرت شیث) صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین

اور بنی اسرائیل سب کے سب مومن تھے ان میں کوئی کافر نہ تھا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ان کے ساتھ کفر کیا جسے کفر کرنا تھا لہٰذا تمام انبیاء بنی اسرائیل کی مائیں سب کی سب مومنہ تھیں۔ نیز اکثر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی اولاد یا ان کی اولاد کی اولاد نبی ہوتی تھی کیونکہ نبوت ان کے اسباط میں نسلاً بعد نسل ہوتی تھی جیسا کہ ان کی مشہور خبروں میں ہے۔

لیکن مذکورہ دس انبیاء غیر بنی اسرائیل علیہم السلام تو ان میں سے اُم نوح، اُم ابراہیم، اُم اسماعیل، اُم اسحاق اور اُم یعقوب علیہم السلام کا ایمان یقیناً ثابت ہے۔ باقی رہیں اُم ہود، اُم صالح، اُم لوط اور اُم شعیب علیہم السلام کا ایمان تو اس کے انکار کے لیے نقل یا دلیل کی حاجت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بھی ایمان دار ہونا ظاہر ہے لہٰذا اسی طرح نبی کریم صلی ﷺ کی والدہ ماجدہ کا ایمان دار ہونا ہے اور اس میں بعید یہ تھا کہ وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتی تھیں اور یہ حدیث میں وارد ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انی عندالله لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینة ۔

یعنی یقیناً میں اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النبیین تھا درآنحالیکہ حضرت آدم مٹی کے خمیر میں تھے اور عنقریب میں تمہیں اس بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور ان کی والدہ کا وہ خواب جو انہوں نے دیکھا' بیان کروں گا اسی طرح تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی تھیں اور بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت وہ نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے حالتِ حمل میں ولادت میں بکثرت نشانیاں دیکھیں اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تمام اُمہات کو دیکھا جیسا کہ اس بارے میں ''کتاب المعجزات'' میں خبریں ہمیں سیراب کرتی ہیں اور بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کسی دودھ پلانے والی کا دودھ نہ پیا مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئی۔ کہا ہے کہ آپ کو دودھ پلانے والیاں چار تھیں۔ ایک آپ کی والدہ' دوسری حضرت حلیمہ سعدیہ' تیسری ثویبہ اور چوتھی حضرت اُم ایمن (رضی اللہ عنہن) انتہیٰ۔

(مسلک الحنفاء لابویہ المصطفیٰ علیہ الوف التحیۃ والثناء امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے ایمان پہ کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات جس محبت کے ساتھ لکھے ہیں اس کا صلہ حضور ﷺ نے یہ دیا ہے کہ آپ کو جاگتے ہوئے بہتر مرتبہ اپنی زیارت سے مشرف فرمایا ہے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ایک ہی اعتراض جواب کے عنوان کا ترجمہ فرمائیں۔

اعتراض

اب اگر تو یہ کہے کہ ان احادیث کا تم کیا کرو گے جو ان کے کفر پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ نار میں ہیں' وہ حدیث یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لیت شعری مافعل ابوائی ۔

''ہائے افسوس میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا۔

اس پر یہ آیت اُتری:

ولاتسئل عن اصحٰب الجحیم ۔

''جہنمیوں کے بارے میں آپ نہ پوچھیں۔''

اور ایک حدیث یہ ہے کہ استغفار نہ کیجیے اور ایک حدیث یہ ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ: ۔

ماکان لنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ ۔

''نبی اور ایمان داروں کے لیے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں۔''

اور ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کو قدرت نہیں تم دونوں کی ماں آگ میں ہے۔ لہٰذا دونوں پر یہ شاق گزرا پھر آپ نے دعا کی اور فرمایا' میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔

جواب

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جو روایتیں بیان کی گئی ہیں' وہ زیادہ ترضعیف ہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں صحیح نہیں ہیں بجز اس حدیث کے جس میں آپ نے استغفار کی اجازت چاہی تھی اور اجازت نہ دی گئی اور مسلم کی وہ روایت بھی آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے' عنقریب دونوں کا جواب آنے والا ہے۔

لیکن تمہاری بیان کردہ احادیث میں سے یہ حدیث کہ لیت شعری مافعل ابوای فنزلت الایۃ (ہائے افسوس میرے والدین کے بارے میں کیا ہوا اس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی) یہ روایت احادیث کی کسی معتمد کتاب میں کسی نے نقل نہیں کی البتہ منقطع سند کے ساتھ تفسیر کی بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے اس بناء پر یہ روایت نہ قابلِ حجت ہے اور نہ لائقِ اعتناء۔

اب اگر تم واہی ولغو روایتوں کے ذریعے ہم پر حجت قائم کرتے ہو تو ہم بھی واہی و لغو روایتوں کے ذریعے تم سے معارضہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس جبرائیل آئے' انہوں نے کہا' آپ پر خدا سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے اجداد کی ہر پشت پر آگ حرام کر دی ہے جن سے آپ تشریف لائے ہیں اور ان شکموں پر بھی آگ حرام کر دی ہے جنہوں نے آپ کو اُٹھایا اور آپ کو گود میں رکھا۔ یہ صرف معارضہ کی غرض سے واہی روایت' واہی روایت کے جواب میں نقل کر دی ہے ورنہ ہم اسے لائقِ التفات جانتے ہیں اور نہ قابلِ حجت واستناد گردانتے ہیں۔

پھر یہ کہ یہ نسبت ایک اور وجہ سے بھی مردود ہے اور اصول وبلاغت اور اسرارِ بیان

کے لحاظ سے بھی قابلِ رد ہے کہ یہ آیتِ کریمہ یعنی **ولا تسئل عن اصحٰب الجحیم** اور اس سے پہلی اور بعد کی تمام آیتیں یہود کے بارے میں ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلہ بیان آیتِ کریمہ

یٰبنی اسرآئیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون ۔ (الٰی قوله تعالٰی) واذابتلٰی ابراھیم ربه ۔ الایه (پ ۱، سورۂ بقره)

"اے اولادِ یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو (یہاں تک یہ سلسلہ ہے کہ) اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو......

لہٰذا جس طرح یہ قصہ شروع ہوا تھا اسی طرح یہاں تک قصہ ختم ہو جاتا ہے یعنی یابنی اسرائیل سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد والی آیتوں تک جاری رہ کر اصحاب الجحیم پر پورا ہو جاتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ جحیم سے مراد اہلِ کتاب کے کفار ہیں اور یہ بات حدیث مبارک میں صراحت کے ساتھ وارد ہے جسے عبدابن حمید' فریابی' ابن جریر اور ابن المنذر اپنی اپنی تفسیروں میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا سورۂ بقرہ میں پہلی چار آیتیں مسلمانوں کی صفت میں ہیں اس کے بعد دو آیتیں کافروں کے بارے میں پھر تیرہ آیتیں مسلمانوں کی صفت میں پھر چالیس سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے حالات کی طرف صحیح اشارہ کرتی ہیں اور اسی ضمن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے اور اس میں اکثر مخاطبین یہود ہیں اور مناسبت کے اعتبار سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اصحاب جحیم ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو بڑے بڑے جہنمی ہیں جیسا کہ لغت و آثار کا اقتضاء ہے۔ چنانچہ ابن حاتم' ابی مالک سے بہ تحت آیت مذکورہ نقل کرتے ہیں کہ اصحاب جحیم بڑے بڑے دوزخی ہیں' فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ جہنم پھر لظٰی پھر حطمہ پھر سعیر پھر سقر پھر جحیم پھر ہاویہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ جحیم میں ابوجہل ہوگا اس روایت کی سند بھی صحیح ہے لہٰذا اس درجہ کے وہی لائق ہیں جن کا کفر بہت بڑا ہوا اور ان کا گناہ بے حد سخت ہوا اور بوقت دعوت ان کا عناد شدید ہوا اور عناد میں' علم کے باوجود' تبدیل و تحریف اور جحد و انکار کے درپے

رہے ہوں نہ کہ وہ لوگ مستحق ہوں جن کے لیے کسی عذاب کا امکان و گمان ہو۔

اور جبکہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابوطالب' نبی کریم کی قرابت اور حسنِ سلوک کی وجہ سے اہلِ دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں باوجودیکہ انہوں نے حضور کی دعوت کو سمجھا اور اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ان کی عمر بھی بہت طویل رہی۔

اب تمہارا حضور علیہ السلام کے والدین کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیونکہ وہ دونوں حضور ﷺ سے قربت میں سب سے زیادہ قریب' محبت میں سب سے زیادہ شدید' عذر میں سب سے زیادہ نزدیک اور عمر میں سب سے کم تھے تو کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ معاذ اللہ وہ دونوں طبقہ جحیم میں ہیں؟ اور ان پر بہت زیادہ شدید اور سخت عذاب ہو رہا ہے؟ جسے ادنیٰ ذوقِ سلیم ہے' وہ ایسا سمجھ ہی نہیں سکتا۔

اب رہی وہ حدیث جس میں ہے کہ جبرائیل نے حضور ﷺ کے سینہ مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ حالتِ شرک پر مرنے والے کے لیے استغفار نہ کیجیے تو اس حدیث کو بزار نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جسے کوئی جانتا ہی نہیں۔

رہی نزول آیت والی حدیث تو یہ بھی ضعیف ہے اور صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی اور ان کے لیے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں یقیناً اس وقت تک تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے تم سے روک نہ دیا جائے۔

اب رہی یہ حدیث کہ **امی مع امکما** (میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے) اگرچہ اسے حاکم نے المستدرک میں نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے اور المستدرک میں اپنی سہل انگاری سے صحیح کے زمرہ میں گنا دیا ہے لیکن علم حدیث میں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ایک تنہا شخص کی تصحیح قابلِ قبول نہیں ہوتی ہے پھر جب امام ذہبی نے "مختصر المستدرک" میں اس حدیث کو درج کیا اور حاکم کے قول "صحیح" کو نقل کیا تو اس کے بعد انہوں نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم عثمان بن عمیر کو "دارقطنی" نے ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا ذہبی اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر اس پر شرعی قسم اُٹھاتے ہیں اور جبکہ اس مسئلے میں بجز ضعیف حدیثوں کے کچھ نہ ہو تو اہلِ نظر کے لیے اسلام کے سوا کسی اور طرف غور کرنا محال ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

مقام غور ہے

حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کو انبیاء کرام کا مبارک دینے کے لیے آنا' حضرت عبداللہ کو درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا' حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا زمانہ فطرت میں عبداللہ و آمنہ نام ہونا کہ آپ نے عبداللہ نام کو بہترین نام قرار دیا۔(احب اسمائکم الی عبداللہ وعبدالرحمن ۔ مسلم شریف) آمنہ امن سے ہے یعنی جس کی گود میں ساری کائنات کو امن دینے والا آ گیا اور خود جس کو دوزخ سے مامون رکھا گیا۔ آپ (ﷺ) کے نانا جان کا نام وہب ہے جس کا معنی بخشش وعطا ہے۔ قبیلہ ان کا بنی زہرا ہے جس کا معنی چمک دمک' جنتی کلی ہے۔ آپ کی دائیاں ثویبہ (ثواب سے) حلیمہ (حلم سے) شفاء برکت وغیرہ کیا مشرکین کے ایسے ہی نام ہوتے ہیں؟

حضور ﷺ فرماتے ہیں' میں اپنے والدین کے بارے میں اپنے رب سے جو مانگوں گا (اپنے وعدے ولسوف یعطیك ربك فترضٰی کے مطابق) مجھے عطا فرمائے گا تو کیا حضور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کریں گے کہ یا اللہ میرے والدین کو دوزخ میں بھیج دے۔ کیا کوئی خود اپنے بارے بھی ایسا خیال ذہن میں لا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور علیہ السلام کے بارے میں ایسا سوچا جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی ماں تو جنت میں جائے اور جس آمنہ خاتون کی حضور ﷺ کی ولادت کے وقت یہی مریم و ہاجرہ خدمت کے لیے آئیں' وہ دوزخ میں جائے۔

اہل محبت جذبات سے سرشار ہو کر یوں بھی کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے والدین جنت میں نہیں جائیں گے تو کوئی بھی نہ جا سکے گا اور اگر وہ دوزخ میں جائیں گے تو سب ادھر ہی جائیں گے۔ پہلے وہ جنت جائیں گے اور ان کے صدقے کائنات جنت میں جائے گی۔ حضور علیہ السلام کے والدین کو کافر یا دوزخی کہنے کی بجائے راوی کی غلطی مان لو ورنہ کہیں ٹھکانہ نہ ملے گا اس دن کہ

؎ کہ جس دن کہا سرورِ عالم ایہہ نہیں اُمت میری

علماء و حفاظ و شہداء تو شفاعت کر کے اپنی کئی کئی پشتوں کو بخشوالیں اور شفاعت عظمیٰ کا

تاج سجانے والا آقا اپنے والدین کی شفاعت بھی نہ کر سکے اس طرح کی باتیں کرنے والے ذلیلوں کی شکلیں بدگئیں۔ (جیسا کہ حال میں ایک مولوی غیر مقلد کے ساتھ ضلع گوجرانوالہ میں ہوا)

مگر ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا فیصلہ ہے:

واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۔

''میں ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا کیونکہ ایسے ظالموں کو ہدایت مل گئی تو دوزخ کیسے بھرے گا۔''

ایسے ظالموں کو بار بار کہا گیا ہے کہ اگر تم نے یہ گندہ عقیدہ ہی رکھنا ہے تو تمہیں مبارک ہو لیکن کیا اس طرح کی غلیظ بات جب تم منبر رسول پہ کرتے ہو تو جس رسول کے منبر اور مصلے کا صدقہ کھاتے ہو جب اس رسول کے والدین کو کافر و جہنمی کہتے ہو گے تو آپ (ﷺ) کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی اور آپ کے دل پہ کیا گزرتی ہوگی جبکہ آپ نے خود فرمایا:

لاتؤذوا الاحیاء بسب الاموات ۔

مردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اگر تم حیات النبی کا عقیدہ نہیں بھی رکھتے ہو تو زندوں کے والدین کے بارے میں ایسی بکواس کا کل بروز قیامت اللہ کے بتانے سے (ہی مان لو جب) حضور ﷺ کو علم ہوگا تو بتاؤ رسول اللہ کے والدین کو بُرا بھلا کہنے والو

؎ کیا حساب جرم دو گے تم ''مصطفیٰ'' کے سامنے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك سے ثابت ہے کہ ایک گروہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والا رہا ہے اور اس گروہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو پیدا فرمایا۔

☆......امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میں عشا کی نماز پڑھ رہا ہوتا اور میرے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک مجھے بُلائے تو میں ضرور فاتحہ چھوڑ کر لبیک کہتا ہوا ان کے پاس حاضر ہو جاتا۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا:

انا ابن الذبیحین ۔

میں دو ایسے مردوں کا بیٹا ہوں جو اللہ کی راہ میں ذبح ہونے کا اعزاز پا چکے ہیں۔ (ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضور علیہ السلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) تو کیا کافر ذبیح ہو سکتا ہے وہ تو مردار ہوتا ہے (علیٰ سبیل التنزل) اگر تمہارا غلط عقیدہ مان بھی لیا جائے تو بھی حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے حضور علیہ السلام نے اپنے والدین کو زندہ فرمایا اور ان کے بارے میں بدعقیدہ لوگوں کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند فرما دیا۔ (دیکھو شامی باب المرتدین) امام قرطبی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ مدارج النبوت میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا اس ضمن میں یہ شعر بھی درج ہے:

؎ فاحیا امہ و کذا اباہ لایمان بہ فضلا لطیفا

سوال

قیامت سے پہلے مردوں کا جی اُٹھنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ نمبر۲۔ نزع سے پہلے کا ایمان معتبر ہے، مرتے وقت تو فرعون نے بھی کہا تھا:

اٰمنت برب موسیٰ وھرون ۔

مگر اس کا ایمان نہ مانا گیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

ولیست التوبہ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الان ولا الذین یموتون وھم کفار ۔

جواب، سوال نمبر۱:

عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا، موسیٰ علیہ السلام جن ستر (۷۰) افراد کو طور پر لے گئے ان کو مرنے کے بعد زندہ کیا گیا۔

عزیز علیہ السلام کو سو سال کی موت کے بعد زندہ کیا گیا۔ فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ ۔ ہمارے آقا علیہ السلام نے پتھروں اور لکڑیوں میں جان ڈال دی تو اس نبی کی رضا کے لیے اللہ جو علیٰ کل شئی قدیر ہے، والدین مصطفیٰ علیہ السلام کو زندہ کر دے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔

باقی رہی تیری عقل کی بات تو ایسی عقل کو گولی مار جو عظمتِ مصطفیٰ کے راستے میں

رکاوٹ بنے یا پھر

؎ عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ

کیا عقل کو عذابِ قبر کی سمجھ آتی ہے؟ عقل تو یہ کہے گی کہ ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام ہار گئے اور فرعون و نمرود جیت گیا۔ عقل تو امام حسین کو ہارا ہوا مانے گی اور یزید کے سینے پہ جیت کا تمغہ سجائے گی۔ تف ہے ایسی عقل پہ، ایسی عقل سے دُور رہو اگر ایمان کی خیر چاہتے ہو۔

؎ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہو کر امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ حج کریں گے، کیا عقل میں یہ بات آ رہی ہے۔

جواب، سوال نمبر۲:

ہاں ٹھیک ہے نزع کا ایمان معتبر نہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے زندگی ہی اس لیے عطا کی ہو کہ ایمان لائیں اور اس کو قبول کیا جائے تو پھر کیوں معتبر نہیں؟ کیا یونس علیہ السلام کی قوم کے لیے استثناء درست ہے۔ الاقوم یونس اور والدین مصطفیٰ کے لیے ایسا نہیں ہو سکتا۔

؎ تو نے کیوں آ کے تصور میں مجھے چھیڑ دیا
اب اگر آہ نکل جائے تو مجبور ہوں میں

سوال

ابوطالب کی وفات کے وقت جب حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہہ لا الہ الا اللہ تا کہ اس کلمہ کی وجہ سے میں تیری طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کر سکوں تو ابوجہل وغیرہ نے عار دلائی کہ اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کا دین چھوڑ رہے ہو؟ تو ابوطالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں تو اس کے بعد ابوجہل وغیرہ مطمئن ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ عبدالمطلب کا وہی دین تھا جو ابوجہل کا تھا۔

جواب

کفار کا عبدالمطلب کے بارے ایسا ہی عقیدہ تھا جو مشرکین و یہود و نصاریٰ کا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تھا کہ ان میں ہر ایک ان کو اپنے دین پہ سمجھتا تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح تردید فرمائی:

ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما وما كان من المشركين ۔

”کہ نہ وہ یہودی عیسائی تھے اور نہ مشرک‘ وہ تو دین حنیف والے تھے۔“

پھر اس حدیث سے ان کی مراد یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ عبدالمطلب کے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو کہ وہ ملتِ ابراہیمی کے پیروکار تھے جیسا کہ خود ابوجہل بھی اس کا دعوے دار تھا تو بس میں بھی اسی ملتِ ابراہیمی پہ جان دے رہا ہوں۔

آخر معترض کو آباءِ مصطفیٰ ﷺ سے اتنی دشمنی کیوں ہے کہ قرآن و سنت کی واضح تصریحات کے مقابلے میں ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ والی باتیں کرتا ہوا ان کو کفار میں شامل کرنے کا تہیہ کر چکا ہے یقیناً اپنے ایمان میں گڑ بڑ ہے اس لیے اپنے ووٹ بڑھا رہا ہے۔ **الجنس یمیل الی الجنس**

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز — کبوتر با کبوتر باز با باز

سیدھی سی بات ہے

قانون بننے سے پہلے واجب العمل نہیں ہوتا جب بن جاتا ہے پھر سب کو آگاہ کیا جاتا ہے پھر عمل نہ کرنے والا مجرم ہے۔ (**لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا**) جس طرح کہ شراب کی حرمت سے پہلے جواز تھا لہٰذا کوئی شخص اگر دنیا کے کسی ایسے گوشے میں ہے جہاں اس کو شرعی احکام نہ پہنچ سکے تو اس کے لیے عقیدۂ توحید ہی کافی ہے اس قانون کے تحت سرکار علیہ السلام کے والدین مغفور ہیں کہ وہ احکامِ شرعیہ سے پہلے ہی انتقال فرما گئے لہٰذا ان کا شرک ثابت نہ ہونا ہی ان کے موحد ہونے کے لیے کافی ہے۔

تفسیر مظہری و کبیر میں **ولا تسئل عن اصحب الجحیم** کے تحت لکھا ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کے والدین شامل نہیں کیونکہ وہ تو اہل ایمان میں سے ہیں۔

سچی بات یہ ہے

کہ ہمارے والدین کو جو عزتیں ملی ہیں‘ وہ حضور علیہ السلام کے والدین کے قدموں کی خاک کا صدقہ ملی ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ یورپ والے جو اپنے آپ کو عقل کل قرار دیتے ہیں‘ تعلیمات نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے بوڑھے والدین کو گھر سے نکال

دیتے ہیں۔ بعض ان کو زندہ رہنے کا حق بھی نہیں دیتے‘ بعض رفاہی اداروں میں بھیج دیتے ہیں مگر ہمارے والدین جوں جوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں‘ ان کی عزت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا ہے جو بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پہ شفقت نہ کرے اس کا میری اُمت سے کوئی تعلق نہیں۔ (**من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا**) تو جو نبی دوسروں کے والدین کی توہین برداشت نہیں کرتے جب ان کے والدین کے بارے میں اسی طرح کا گندہ عقیدہ رکھا جائے گا تو کس منہ سے وہ لوگ حضور علیہ السلام سے شفاعت کی بھیک مانگ سکیں گے۔

حضرت محقق اسلام حاجی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور) جب حضرت سیّدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پہ حاضر ہوئے تو یوں عرض کرتے ”اماں جان! آپ کے پیارے لختِ جگر کے در کا کتا‘ کالے منہ والا محمد علی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے‘ آپ اپنے فرزندِ ارجمند سے کہیں کہ قیامت کے دن اس کالے منہ والے کی شفاعت فرمائیں۔

قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

ارے آمنہ کا معنیٰ امن والی ہے‘ آمنہ کے لعل کا دامن پکڑنے سے ہی دونوں جہان میں امن نصیب ہوگا ورنہ ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں۔ حضور علیہ السلام کے نور کی وجہ سے اللہ نے ہر اس خوش نصیب کی قسم یاد فرمائی جس کو حضور علیہ السلام کا (کسی بھی درجہ میں) باپ ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ووالد وما ولد ۔

”مجھے والد کی قسم ہے اور پیدا ہونے والے ولد (بیٹے) کی قسم ہے۔“

بھلا بتاؤ حضور علیہ السلام اور آپ کے آباء سے بڑھ کر کون اس قسم کا حق دار ہو سکتا ہے۔

نورِ مصطفیٰ عبد مناف کی پیشانی میں چمکا تو ان کو قمر البطحاء (عرب کا چاند) کہا گیا‘ حضرت ہاشم کی جبین سعادت میں نورِ مصطفیٰ روشن ہوا تو ان کو سید البطحاء اور ابوالبطحا کے حسین القاب سے یاد کیا گیا۔ عرب کی بیسیوں حسین عورتوں نے ان کے ساتھ شادی کی خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے ایک نہایت پرہیزگار اور سخی عورت بی بی سلمہ سے نکاح فرمایا اس جوڑے سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کے سر کے کچھ بال سفید تھے اسی مناسبت

Scanned with CamScanner

سے اس کا نام شیبہ (سفیدی والا) رکھا گیا۔ یہی ہیں حضرت عبدالمطلب پھر ان کے بارہ بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ کو نورِ مصطفیٰ علیہ الوف التحیۃ والثناء کے لیے منتخب کیا گیا جس وقت کوئی عبداللات تھا' کوئی عبدمنات اور کوئی عبدالعزیٰ اور عبدوِدّ اس وقت ہمارے آقا خوش ہو کر اپنے والد ماجد کا نام لیتے' عبداللہ باپ عبداللہ ہے' بیٹا عبدہ ہے' نام ہی بتا رہے ہیں کہ ناموں والے جنت کے سردار ہیں۔

کوئی ایسا اہلِ دل ہو کہ فسانۂ محبت
میں اسے سنا کے روؤں وہ مجھے سنا کے روئے

وما علینا الا البلاغ المبین ۔

تقریر نمبر 7:

ماں باپ کا مقام

حامدًا وّ مصلیًا وّ مسلمًا

امابعد افاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔

وقضی ربك ان لاتعبدوا الاایاه وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندالكبر احدهما او كلاهما فلاتقل لهما اف ولاتنهر هما و قل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربیانی صغیرا ۔ (بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

قال النبی (ﷺ) هما جنتك ونارك ۔ (ابن ماجه عن ابی امامة رضی الله عنه)

صدق الله العلی العظیم وصدق رسوله النبی الكریم و نحن علی ماقال ربنا ونبینا لمن الشهدین والشاكرین والحمدلله رب العالمین ۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دے کر یا شرک سے منع فرما کر اس کے معاً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ منجملہ ان مقامات میں سے ایک مقام کا ذکر مندرجہ بالا آیہ کریمہ ہے جس میں حکم ہوا:

''اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو پھر اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان سے اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے عزت کی بات کہو۔

اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا دو' نرم دلی سے اور (ان کے لیے اپنے رب سے یوں دعا کیا کر) اے میرے پالنے والے! تو ان پر رحم فرما جس طرح کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

یعنی بڑھاپے میں جا کر جب والدین کمزور ہو جائیں' اعضاء میں طاقت نہ رہے' بڑھاپے میں بچپن جیسی باتیں کرنے لگیں اور جس طرح تو ان کے سامنے بچہ تھا مگر وہ تم سے پیار کرتے رہے اب اگر وہ اس تیرے والی حالت پر آ گئے ہیں تو اگر کبھی زبان سے ایسا لفظ بول دیں جو تیری طبیعت پر گراں گزرے تو خبردار اُف تک بھی نہ کہنا۔

ایک مثال

ایک ماں نے اپنے بیٹے کو آزمانے کے لیے چند مرتبہ ایک ہی بات پوچھی تو تیسری مرتبہ ہی بیٹا غصے میں آ گیا' ماں اندر گئی اور ایک کاپی لے آئی' بیٹے کے آگے رکھی اور کہا تو نے ایک ہی بات ایک ہی وقت میں مجھ سے سو بار پوچھی تھی اور میں نے ہر بار تجھے تیرا منہ چوم کر جواب دیا تھا' یقین نہیں آتا تو یہ کاپی دیکھ لے' میں نے آج کے دن ہی کے لیے سنبھالی ہوئی ہے۔

والدین بالکل معذور بھی ہوں تو اولاد کے لیے سراپا رحمت ہیں' ان کو بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے' فرماں بردار بیٹا جب سارا دن محنت کر کے تھکا ہوا رات کو گھر آتا ہے تو والدین کا چہرہ دیکھ کر اس کی ساری تھکاوٹیں دُور ہو جاتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں اس جہاں کی سب سے بڑی نعمت والدین ہیں اور اگلے جہاں کی سب سے بڑی نعمت حضور علیہ السلام کی شفاعت ہے۔

لیکن اس نعمت کی قدر عموماً نعمت چھن جانے کے بعد ہوتی ہے۔ پوچھو ان سے جن کے والدین وصال کر گئے۔

دنیا کے سارے رشتے والدین سے ہی وجود میں آتے ہیں' باپ ہوگا تو دادا دادی' چچے تائے' پھوپھیاں اور ان کی اولاد ہوگی' ماں ہوگی تو نانا نانی' ماموں خالائیں اور ان کی اولاد سے رشتہ ہوگا تو جس طرح رُوحانی رشتوں کا منبع و مرکز حضور علیہ السلام کی ذات ہے اس طرح جسمانی رشتوں کا مصدر و محور والدین کی ذات ہے۔

خاص الخاص عبادت میں بھی والدین کے لیے دعا

یہی وجہ ہے کہ نماز جو خاص الخاص اللہ کی عبادت ہے اس میں بھی "رب اجعلنی" پڑھ کر والدین کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

لیکن یہ دعائیں وہی اولاد کرے گی جو دین دار ہوگی جو والدین کو "اولڈ سرونٹ"

سمجھنے والے ہیں وہ کیا ان کے لیے دعا اور ان کا احترام کریں گے۔

کہتے ہیں ماں نے نافرمان بیٹے کو کہا' بدبخت! میں نے تمہیں نو ماہ جس اذیت سے پیٹ میں رکھا ہے' وہ لمحات یا میں جانتی ہوں یا میرا خدا جانتا ہے۔

(حملته امه وهنا علي وهن ۔ حملته امة كرها و وضعته كرها)

بیٹے نے مذاق کرتے ہوئے کہا' میں نے بھی جتنی تکلیف وہ نو ماہ کاٹی ہے' ساری زندگی نہیں دیکھی نہ وہاں روشنی کا انتظام بدبو کا مقام' تنگ و تاریک جگہ' چل تو مجھ سے نو ماہ کا کرایہ لے لے۔ استغفر اللّٰہ العظیم ۔

اس طرح ایک بدبخت ماں کو مار رہا تھا تو کسی نے سمجھایا کہ بلی کی چیخ بھی آسمان پہ جاتی ہے یہ تو پھر تیری ماں ہے' کچھ حیا کر اس نے کہا: میں اس کو ایسے گلا دبا کے ماروں گا کہ اس کی چیخ نکلنے ہی نہیں دوں گا۔

یہ کوئی محض لطیفے نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بے شمار واقعات حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔

ایک المیہ

آج کل پڑھی لکھی فیملیوں میں بھی دیکھا گیا ہے کہ والد بے چارہ ساری عمر دفتر کی نوکری کرتا ہے اور جب ریٹائرڈ ہو جاتا ہے تو پوتے پوتیوں کو اُٹھا کر بازار لے جانا' ان کا دل بہلانا' ٹوکری پکڑ کر سبزی وغیرہ لانا' اس کی ڈیوٹی لگا دی جاتی ہے اور لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے بس فارغ رہتے ہیں اور ان کو کہہ دیا ہے کہ بس اب آرام کرو حالانکہ اگر وہ یہ کام کرے تو فبہا ورنہ گھر والوں پر ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ گویا نوکر بن کر رہے تو قابلِ قبول ہے ورنہ پھر بالکل فضول ہے۔ خدارا ان کو بوجھ نہ سمجھو بلکہ یوں سمجھو کہ تمہیں جو کچھ مل رہا ہے ان کے سفید بالوں کا صدقہ مل رہا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام جب بوڑھے ہوگئے تو قرآن مجید سورۃ قصص کے تیسرے رکوع میں ہے کہ:

(ان کا بیٹا کوئی نہ تھا) ان کی دو بچیاں ہی تھیں جو سارے کام خود کرتی تھیں' کنویں سے پانی بھی خود لے کر آتی تھیں اور اپنے والد گرامی کو کام نہ کرنے دیتیں۔

یوسف علیہ السلام نے جب اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا تو بھائیوں نے

Scanned with CamScanner

عرض کیا' ہم میں سے کسی کو رکھ لیں' ہمارا باپ بوڑھا ہو چکا ہے اس کی آنکھیں سفید ہو چکی ہیں' وہ اس کا صدمہ برداشت نہ کر سکے گا بس اتنا سننا تھا کہ فوراً اپنی قمیص اُتار دی اور فرمایا جا کر باپ کے چہرے پہ رکھو' سب ٹھیک ہو جائے گا یعنی ایک لمحہ بھی باپ کی تکلیف کو برداشت نہ کیا۔

☆...... والدین کو زکوٰۃ دینا اس لیے بھی ناجائز ہے کہ زکوٰۃ مال کی میل ہوتی ہے اور والدین نے تو تجھے میل سے نہیں بلکہ خونِ جگر سے پالا ہے لہٰذا تو بھی ان کو میل نہ کھلا۔

☆...... والدین کو یہ مقام اسلام نے دیا ہے' دیکھتے نہیں ہو کہ ہندوازم میں باپ وزیراعظم بھی ہو اگر مر جائے تو خود اس کا بیٹا اس کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگاتا ہے اور مسلمان غریب والدین بھی اگر مرتے ہیں تو بیٹا مرنے کے بعد ان کو عزت سے دفن کرتا ہے' ان کی قبر کے بوسے لیتا ہے' ایصالِ ثواب کرتا ہے جو اسلام موت کے بعد بھی اولاد کو والدین کا اس قدر وفادار بناتا ہے کیوں نہ زندگی میں ہی اس سے وفاداری کی جائے۔

والدین کی نیکی اور اولاد کی بدعملی

قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام ایک بستی میں گئے' بستی والوں نے ان خدائی مہمانوں کی ذرا قدر نہ کی۔ (فابوا ان یضیفوھما) کھانا تک نہ دیا لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک دیوار گر رہی تھی' آپ نے اس کو سیدھا کرنا شروع کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! ایک تو انہوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا اور دوسرا آپ ان کی کتنی خیرخواہی کر رہے ہیں کہ دیواروں کو سیدھا کر رہے ہیں' خضر علیہ السلام نے عرض کیا اس لیے کہ دو یتیم بچوں کا اس دیوار کے نیچے خزانہ ہے اگر دیوار گر گئی تو لوگ ان کا خزانہ لُوٹ لیں گے اور پھر یتیم بچے تو دنیا میں بے شمار ہیں' ان بچوں کی اتنی خیرخواہی اس لیے کی ہے کہ: و کان ابوھما صالحا ۔

"ان کا باپ بہت نیک تھا۔"

معلوم ہوا کہ والدین کی نیکی اولاد پہ بھی اثر انداز ہوتی ہے اسی طرح احادیث میں ہے کہ: ولد صالح یدعوا له ۔

"نیک بیٹا والدین کے لیے دعا کرے تو والدین کو قبر میں ثواب ملتا رہتا ہے۔"

لیکن اس کا اگر اُلٹ ہو یعنی والدین بُرے ہوں تو عموماً اولاد بھی اس طرح کی ہوتی

ہے تو ایسے والدین اپنی اولاد کے حقوق و فرائض ادا نہ کر کے پکڑے جائیں گے ادھر اولاد دنیا میں گناہ کرے گی تو ادھر والدین سے بازپُرس ہوگی کہ تم نے ان کی صحیح تربیت کیوں نہ کی اور یہ لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم- لیس للانسان الا ما سعی اور ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے خلاف نہیں۔

امام راغب اصفہانی نے ایک بزرگ کے کشف کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہ قبرستان سے گزرے تو بذریعہ کشف دیکھا کہ تمام قبروں والے عمدہ لباس پہن کر' خوشبو لگا کر خوش بیٹھے ہیں اور ہر ایک کے آگے ایک تھال ہے جس میں مکھن کی طرح نورانی غذا ہے جس سے وہ مستفیض ہو رہے ہیں۔ ایک بوڑھا شخص جو سب سے علیحدہ بیٹھا ہوا تھا اس کے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑے تھے اور اس کے سامنے تھال بھی نہ تھا' اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے' بزرگ نے اس بوڑھے سے پوچھا' ان کا حال اتنا اچھا کیوں ہے اور تیرا اتنا بُرا کیوں ہے' بوڑھے نے کہا! کیا کہوں ان کی اولاد نماز پڑھ کر ان کے لیے (رب اجعلنی) دعا کرتی ہے اور میری اولاد بے نمازی ہے' بزرگ نے بوڑھے کے گھر کا پتہ پوچھا اور آ کر اس کی اولاد کو بتایا۔ انہوں نے توبہ کی اور نماز شروع کر دی چند دن کے بعد بزرگ نے بذریعہ کشف پھر دیکھا تو وہ بوڑھا بھی خوش تھا اور بزرگ کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ (خلاصہ)

معلوم ہوا کہ نیکی کا فائدہ اور بُرائی کا نقصان دونوں طرف ہے۔

لطیفہ

ہمارے ایک شاہ صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک جگہ وعظ میں یہ حدیث بیان کی کہ جو شخص اپنے والدین کا چہرہ ایک بار محبت سے دیکھے گا' اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔

ما من ولد بار ینظر الی والدیه نظرۃ رحمة الا کتب الله له بکل نظرۃ حجة مبرورۃ ۔

عرض کیا گیا: وان نظر کل یوم مائة مرۃ ۔

اگر چہ ایک دن میں سو مرتبہ دیکھے؟ تو کیا سو مقبول حج کا ثواب ملے گا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: نعم الله اکبر و اطیب ۔

Scanned with CamScanner

"ہاں کیوں نہیں اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاکیزہ ہے۔ (یعنی اس کے خزانے کوئی ختم ہونے والے ہیں؟)

شاہ صاحب فرماتے ہیں تین ماہ کے بعد مجھے خط آیا جو ایک نمازی پرہیزگار بچے نے لکھا تھا کہ میں روزانہ صبح نماز' قرآن پڑھ کر والدین کی چارپائی کے پاس بیٹھ جاتا ہوں کہ ان کی زیارت کر کے حج کا ثواب بھی لے لوں مگر وہ نو بجے تک کمبل سے منہ ہی نہیں نکالتے' میں کیا کروں آخر میں نے دفتر بھی جانا ہوتا ہے؟

والدین کا احترام کس طرح ہو جبکہ......

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کہلا کر بھی اگر ہماری حالت یہ ہے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ اس لیے پھر والدین کا احترام بھی نہیں رہا اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ یہی بچے جب بعض مسجدوں مدرسوں میں جاتے ہیں تو ان کو تعلیم ہی کچھ اس طرح کی دی جاتی ہے کہ "نبی بڑے بھائی کی طرح ہوتا ہے" تو بچے اس سے خود ہی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ جب نبی (جس نے ہمیں قعر ظلمت سے نکال کر ہمدوش ثریا کیا ہے جو خدا سے ہم کلام ہوتا ہے' اللہ کا دیدار کرتا ہے' جوڑوں سمیت عرش کی سیر کرتا ہے) بڑے بھائی کی طرح ہوتا ہے تو پھر والدین تو جمعدار کی طرح ہوتے ہوں گے لہٰذا اگر نبی کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے تاکہ شرک نہ ہو جائے تو والدین کی پھر اس تناسب سے جمعدار کی سی کرنی چاہیے کہ کہیں "کھڑک" نہ ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے بچے پڑھ کر ولی بنتے تھے اور اب پڑھ پڑھا کر بھی گستاخ بنتے ہیں اور مجرم دراصل وہ مذہبی ڈاکو ہیں جو ان کو نبی علیہ السلام کے بارے میں ایسا درس دیتے ہیں۔

والدین اور اساتذہ کی عزت بھی وہی کرے گا جو نبی علیہ السلام کا ادب دل میں رکھتا ہو گا جو حضور کی تعظیم کو شرک کہے' وہ والدین کی عزت خاک کرے گا؟ کیونکہ والدین کو یہ ساری عزتیں بھی حضور پاک ﷺ ہی کے قدموں کا صدقہ ملی ہیں ورنہ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے یہی ماں تھی (جس کے قدموں میں جنت ہے) جس کو منڈیوں پہ لے جا کر بیچ دیا جاتا تھا اور اس کی بولی لگتی تھی کہ قیمت تو پانچ ہزار ہے لیکن پیسوں کی ضرورت ہے اس لیے دو ہزار کی بیچ دوں گا۔ ہمارے آقا علیہ السلام نے آ کر بتایا ارے ناقدرو! اس کے تو

قدموں میں وہ چیز ہے جو کروڑوں اربوں خرچ کر کے بھی نہیں ملتی۔

(الجنة تحت اقدام الامهات)

ایک بدبخت کہہ رہا تھا' میں نے تو ماں کے قدموں میں کبھی جوتی نہیں دیکھی' جنت کہاں سے آئے گی۔ استغفر اللہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بیڑیاں ڈال کر لے جایا جا رہا تھا' راستے میں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر آ گئی' فلما بلغ یوسف علی قبر امه وتری نفسه فبکی یوسف علیہ السلام نے ماں کی قبر دیکھی اور اپنی حالت دیکھی تو رونے لگے۔ فسمع النداء من قبر امه یاقرة عینی ۔ ماں کی قبر سے آواز آئی "اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹے!"

کسی پنجابی شاعر نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

راہ وچ ماں دی قبر نوں ویکھ کے تے یوسف ڈگ پیا اے غش کھا کے تے
مڑ مڑ ماں دی قبر نوں چمدا اے نالے اکھیوں نیر وہا کے تے
باجھوں مشکلاں حل نہ ہون تکتے حل کرے گا مشکل کشا بچہ
تیرے دادے خلیل نوں ویریاں نے بلدی بھٹھ اندر دتا پا بچہ
رب صبر دا اجر عطا کیتا دتی اگ گلزار بنا بچہ
اسماعیل دی گردن تے چھری چلی رب اوہنوں وی لیا بچا بچہ
توں وی حضرت خلیل دا پوترا ایں من رب دی جویں رضا بچہ
کی ہویا جے بھائیاں نے ظلم کیتا مہربان اے آپ خدا بچہ
اک روز توں مصر دا شاہ بنسیں جا ایہو ای میری دعا بچہ
تینوں جہاں بھراواں نے ویچیا اے بن کے اون گے اک دن گدا بچہ

مسئلہ

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں اور ضد کریں کہ ہمیں بت خانے لے جاؤ تو اولاد ان کی بات نہ مانے اور ان کو بت خانے نہ لے جائے لیکن اگر کسی طریقے سے چلے جائیں اور وہاں جا کر پیغام بھیجیں کہ ہمیں یہاں سے لے جاؤ تو اولاد پر لازم ہے کہ جا کر ان کو بحفاظت گھر لے آئے آخر پھر بھی والدین ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں ساتھی

نزہتہ المجالس ج ۱ ص ۳۰ پہ ایک بڑی شاندار حکایت علامہ عبدالرحمٰن صفوری محدث علیہ الرحمہ نے ابن جوزی کی کتاب المنتظم فی تواریخ الامم کے حوالے سے درج فرمائی ہے۔ (ترجمہ اپنے ذوق کے مطابق کروں گا)

ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا' اللھم ارنی جلیسی فی الجنۃ ۔ اے موسیٰ! کسی ماں نے ایسا بیٹا جنا ہے جو تیرے موسیٰ کے ساتھ "جنڈی پاکے" جنت میں جائے؟ اللہ نے فرمایا' اے موسیٰ! فلاں شہر میں چلا جا۔ فھناك رجل قصاب وجھه كذا فھو جلیسك فی الجنة ۔ وہاں ایک بندہ گوشت کا کام کرتا ہے (قصائی) جس کا چہرہ ایسا ایسا ہے' وہ جنت میں تیرا ساتھی ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے کہ قصائی اور میرا ساتھی' وہ بھی جنت میں؟ فذھب موسیٰ الی ذلك الدكان فوقف ھناك الی وقت الغروب ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور سورج غروب ہونے تک دیکھتے رہے کہ اس نے کوئی ایسا خاص کام تو نہ کیا جو اس کو موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں ساتھی بنا دے۔ چنانچہ دُکان بند کرنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر جانے کی اجازت چاہی' وہ آپ کو گھر لے گیا' دُکان سے گوشت لے گیا تھا اس کو اچھی طرح پکایا' ایک زنبیل میں چوزے کی طرح کمزور سی عورت تھی اس کے پاس گیا اس کو اپنے ہاتھوں سے نرم کر کے کھانا کھلاتا رہا اور جب کھلا چکا تو فتحرکت العجوز شفتیھا بوڑھی نے ہونٹوں کو حرکت دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوڑ کر اپنا کان اس بوڑھی کے منہ کے قریب کیا تو وہ یہ دعا کر رہی تھی:

اللھم اجعل ابنی جلیس موسیٰ فی الجنۃ ۔

"اے اللہ! میرے بیٹے کو جنت میں اپنے موسیٰ کا ساتھی بنا دے۔"

ے ہتھ اُٹھا اولاد دی خاطر مانواں کرن دعاواں
مانواں ہندیاں نور محمدا جنت والیاں چھانواں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصاب سے فرمایا بس میرا مقصد پورا ہوگیا۔

فقال موسیٰ لك البشارة انا موسیٰ وانت جلیسی فی الجنة ۔

"تجھے مبارک ہو کہ میں ہی موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور تو جنت میں میرا ساتھی ہوگا"

اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے کہہ رہا ہوں کہ تیری ماں کی دعا قبول ہوگئی ہے اور لوگ تو خوشی کی خبر سنانے کے لیے کسی "کمی" کو بھیجتے ہیں لیکن تجھے خوش خبری سنانے کے لیے اللہ نے اپنے کلیم کو بھیجا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی کو اپنی ماں کی خدمت کر کے جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہونے کی سعادت مل سکتی ہے تو حضور ﷺ کا اُمتی اگر اپنے والدین کی خدمت کرے گا تو کیوں نہ جنت میں حضور علیہ السلام کی سنگت ملے گی۔

ے دساں میں کی عظمت تے شان ماں دی جسدی شان رحمان بیان کردا
اُف تک وی کرو نہ ماں اگے تے نہ جھڑکو ایہہ رب اعلان کردا
ماں دی فرماں برداری نوں فرض سمجھو کملی والا محمد فرمان کردا
بدنصیب اس توں ودھ کے ہور کوئی نہیں اپنی ماں دا جو نہیں دھیان کردا
ودھ کے باپ توں وی ماں دا ادب کرنا عین فرض ایہہ ہوندا اولاد دا اے
بڈھی ماں دی خدمت چہ پتراں لئی رکھیا اللہ نے درجہ جہاد دا اے

اہلِ محبت فرماتے ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام کی بھی ماں ہوتی تو اس کے قدموں کو جنت پہ اس لیے ترجیح دیتے کہ جنت میں سے نکل جانے کا حکم ہوا مگر ماں تو کبھی نہیں کہتی جا میرے گھر سے نکل جا۔

ے لکھاں ساک نے بندے دے وچ رہنا نہیں پر ساک کوئی ماں دے ساک ورگا
پتر بھانویں زمانے دا ولی ہووے نہیں پر ماں دے پیراں دی خاک ورگا

جہاں ہمارے باپ آدم علیہ السلام گئے' وہ جگہ صرف "لنکا" اور جہاں ہماری ماں حوا اُتری' وہ جگہ جدہ شریف بنی کیونکہ ماں کے قدم لگے ہیں ناں۔

ہمارے آقا علیہ السلام نے ایک دن عصر کی نماز ادا فرمائی اور مصلے پہ بیٹھے بیٹھے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے' صحابہ کرام ؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا' مجھے میری ماں یاد آ گئی ہے' چلو زیارت کو چلیں۔

فزار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ ۔

قبر کی زیارت کی خود بھی روئے' دوسروں کو بھی رُلایا۔

Scanned with CamScanner

ماںواں لکھ جہان وچ نیں بھانویں اے پر اپنی ماں جئی ماں کوئی نئیں
جس وچ چین قرار سکون ملدا ماں دی گود ورگی ایتھے تھاں کوئی نئیں
جس نوں تکناں بندگی رب دی اے اوہدے پیار جہی گوڑی چھاں کوئی نئیں
بچہ جدوں رووے ماں ماں کردا بناں ماں دے اوہدے لئی ناں کوئی نئیں
پئی سدجاں حشر میدان اندر نانواں ماںواں دے ناں تے بولنا ایں
رب نے ماں دیاں عزتاں عظمتاں دا عقدہ حشر میدان وچ کھولنا ایں

مسئلہ

بیٹا اگر نفلی نماز پڑھ رہا ہے اور والدین کو پتہ نہیں کہ ہمارا بیٹا نماز میں ہے اس حالت میں اگر والدین بلائیں تو حکم ہے نماز کو وہیں چھوڑ دو اور ماں باپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔

حضرت سفیان بن عینیہ ووصينا الانسان بوالديه کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس بندے نے پنج گانہ نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا یعنی اس نے ان اشکرلی پہ عمل کرلیا اور جس نے پانچ نمازوں کے بعد اپنے والدین کے لیے دعا کی اس نے والدین کا شکریہ ادا کرلیا یعنی ولوالديك پہ عمل کرلیا۔

من صلى الصلوات الخمس ودعا للوالدين بالمغفرة عقيب كل صلوة فقد ادى حق الله وحق والديه ۔ (مرقات بحوالہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۸ حاشیہ نمبر ۵)

والدین کا نافرمان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیہ قرآنی فسوف يلقون غيا میں "غی" دوزخ کا ایک ایسا طبقہ ہے جس سے سارا جہنم پناہ مانگتا ہے اور اس طبقے میں شرابی، سود خور اور والدین کے نافرمان ہوں گے اور والدین کی نافرمانی کرنے والا دوسروں سے اس لیے ممتاز ہوگا کہ اس کی پیشانی پہ لکھا ہوا ہوگا:

هذا من عاق والديه ۔ "یہ والدین کا نافرمان ہے۔"

اسی طرح شب برأت اور شب قدر کی رات ہو کسی کی بخشش کا اعلان ہو جاتا ہے سوائے چند ایک کے اور ان میں والدین کا نافرمان بھی شامل ہے۔

مغربی تعلیم اور انگریزی ماحول نے بیڑا غرق کر دیا ہے، رشتوں کا تقدس اور بڑوں کے احترام کے صرف واقعات ہی رہ گئے ہیں۔

والد کے لئے گھر میں جگہ نہیں

یورپ سے پڑھ کر آنے والا باپ سے ملتا ہے تو اس کے ہاتھ چومنے اور دیگر آداب بجالانے کی بجائے "آر یو ویل مسٹر اولڈ مین" کہتا ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمۃ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقے میں لندن سے پڑھ کر آنے والا ایک ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا جس کو اس کے باپ نے گھر کے برتن اور زمین بیچ کر پڑھایا تھا، ایک مرتبہ اس کا باپ اس کو ملنے آیا کہ میرا بیٹا کس شان میں ہے اور چند دن رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تو بیٹے نے کہا! ہماری کوٹھی میں کمرہ خالی نہیں ہے، آپ ہوٹل میں شفٹ ہو جائیں۔ کیا ایسے بیٹے سے آپ توقع رکھ سکتے ہیں کہ باپ کے مرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا بھی کر سکے گا یا فاتحہ کا ثواب پہنچائے گا حالانکہ والدین کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی کسی کو اپنے سے بہتر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

عیسائی بڑا چالاک ہے اس نے سوچا کہ مسلمان ہمارے پادریوں سے تو دُور بھاگتے ہیں اس نے ہزار پادریوں جیسا ایک ہی کام کر دیا کہ سکولوں میں ابتدائی قاعدہ رائج کر دیا جس میں بجائے الف اللہ، ب بسم اللہ، م محمد اور ق قرآن کے الف آم، ب بکری، پ پنکھا، ت تختی اور ی یکہ لکھوا دیا جو ہم آنکھیں بند کر کے عرصے سے پڑھتے پڑھاتے چلے آرہے ہیں، نہ محکمہ تعلیم والے اس طرف توجہ کر رہے ہیں اور نہ کوئی اور ہمت کرتا ہے کہ اس "آسمانی صحیفے" کو بدلنے کی کوشش کرے۔ سکول کی کتابوں میں عشقیہ نظمیں ہیں جن کو پڑھ کر بچہ سینے کے بجائے مسجد میں کیوں جائے گا کہ اس کو والدین کا احترام بتایا جائے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے اور اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگیوں کے انقلاب آفریں حالات کی ہمارے نصاب میں کوئی گنجائش نہیں ہے؟

اگر والدین اولاد کے ساتھ بیٹھ کر فلمیں ڈرامے دیکھیں گے تو اولاد بڑی ہو کر گانے ہی گائے گی، قرآن تو نہیں پڑھے گی اور پھر والدین کو بڑھاپے میں ایسی اولاد دھکے دے کر گھر سے نہیں نکالے گی تو کیا کرے گی؟ ماں کسی کے گھر جا بیٹھے گی، باپ پُل پہ جا بیٹھے گا پھر کہتے ہیں مولوی صاحب تعویذ دو بچہ بڑا نافرمان ہو گیا ہے، کچھ سکھایا ہوا ہوتا تو نافرمان کیوں ہوتا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ جو خود اپنے والدین کا احترام نہیں کرتا، اس کی اولاد بھی پھر

(کما تدین تدان جیسا کرو گے ویسا بھرو گے کے اصول کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کرتی ہے پھر وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اولاد بڑی بدتمیز ہوگئی ہے' احترام نہیں کرتی اگر تو نے اپنے والدین کا احترام کیا ہوتا تو آج تیری اولاد بھی تیرا احترام کرتی۔

ایک دیہاتی بیٹے نے اپنے باپ کے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے اس کو اُٹھایا اور جانوروں کی کُھرلی (جس میں ان کا چارہ رکھا جاتا ہے) میں دے مارا۔ باپ بجائے پریشان ہونے کے خوش ہوا جب اس سے اس خوشی کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا! خوش اس لیے ہوا ہوں کہ آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ وہ کیسے؟ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ باپ نے کہا! اس لیے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو اس کُھرلی میں اُٹھا کر پھینکا تھا۔

اولاد کی دینی تربیت

......حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو جو تعلیم دی اس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے:

اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی ۔

''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔''

معلوم ہوا کہ اولاد کو خدا کی بندگی کی تعلیم ہی مؤدب بناتی ہے اگر ہم اولاد کو عیسائیوں اور یہودیوں کے سکولوں کالجوں میں پڑھائیں گے تو ان سے ادب واحترام کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ بالکل جاہل اور ایسا تعلیم یافتہ یہ دونوں ادب واحترام' حقوق اللہ وحقوق العباد کے میدان میں برابر ہی نہیں بلکہ ایسا تعلیم یافتہ اس جاہل سے چار ہاتھ آگے ہے کیونکہ اس جاہل میں پھر بھی کبھی خوفِ خدا آ سکتا ہے۔ جس کی توقع اس تعلیم یافتہ سے بہت کم ہے۔

ہمارے آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور عرض گزار ہوا:

ان لی والدة انفق علیها وهی تؤذینی بلسانها ۔

حضور! میری ماں مجھے اپنی زبان سے سخت تکلیف پہنچاتی ہے کیا میں اس کے باوجود اس پر خرچ کروں؟

فقال علیه السلام ادحقها ۔ فرمایا' خبردار! اس کا حق ادا کرتا رہ۔

فو اللہ لو قطعت لحمك ماادیت ربع حقها اما علمت ان الجنة تحت اقدام الامهات ۔

''اللہ کی قسم! اگر تو اپنا جسم کاٹ کر بھی اس کے حوالے کر دے تو تو نے اس کے حقوق کا چوتھائی حصہ بھی ادا نہیں کیا' کیا تو جانتا نہیں جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔''

اس نے عرض کیا:

واللہ لا اقول لها شیئا

''حضور! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اپنی ماں کی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔'' (یعنی وہ جو بھی کہتی رہے' میں سنتا رہوں گا اور مانتا رہوں گا) گھر گیا اور قبل قدمیها اپنی ماں کے قدموں کو بوسہ دیا۔

فرق ماں تے عورت دی شان وچ اے عام عورتاں چوں ماں دی شان اے وکھ
ملیا ماں نوں جگ توں دل وکھرا پائی شہدتوں مٹھی زبان اے وکھ
لالچ' بغض' عناد نئیں وچ جس دے ماں دی اُلفت دا اوہ جہاں اے وکھ
اللہ بچہ اے جدوں عطا کردا ملدا عورت نوں ماں دا مقام اے فیر
جنت فیر اوندی اوہدے ہیٹھ قدماں ملدا عظمتاں بھریا ایہہ نام اے فیر

ماں دا دل

ایک حکایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی عورت پہ فریفتہ ہو گیا تو اس عورت نے اس کو آزمائش میں ڈالا اور کہا کہ تو اپنی ماں کا کلیجہ نکال کر لائے گا پھر تیری بات مانوں گی اس شخص نے خنجر لیا اور جا کر ماں کے سینے میں گھونپ دیا' دل نکال کر جا رہا تھا کہ راستے میں پاؤں پھسلا' زمین پہ گرنے لگا تو ماں کے دل سے آواز آئی ''بسم اللہ! میرے لعل کو چوٹ تو نہیں لگی'' بیٹے کی سنگ دلی دیکھئے اور ماں کی رحم دلی ملاحظہ کیجیے۔

کٹھا رب نے رحم تے کرم کر کے اپنے ہتھیں بنایا اے ماں دا دل
جمع کر خلوص ستاریاں دا ہیرے وانگ چمکایا اے ماں دا دل
فیر پیار دی مٹھی جہی اگ اُتے ہولی ہولی پکایا اے ماں دا دل
آب کوثر دے نال فیر دھو کے تے سینے وچ لٹکایا اے ماں دا دل
پانی رحمت ربی دا پا کے تے مٹی ماں دے جسم دی گوئی گئی اے
اصغر ہجر فراق دی سوئی لے کے ماں دے پیار دی لڑی پروئی گئی اے

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ جو والدین کا فرماں بردار ہو' میرا

اگرچہ نافرمان ہو، ہوسکتا ہے میں اس کو معاف کر دوں مگر جو میرا فرمان بردار بھی ہو لیکن والدین کا نافرمان ہوگا تو اس کو کبھی نہ بخشوں گا چاہے لاکھ میری عبادت و اطاعت کرتا پھرے۔ (تفسیرات احمدیہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد ۔

(ترمذی باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین ص ۱۲ ج ۲)

رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے حاکم بنے اور یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں اور بیوی (جو کہ یوسف علیہ السلام کی سگی والدہ نہ تھی بلکہ خالہ تھی) کو لے کر مصر گئے تو قرآن پاک میں ہے:

ورفع ابویه علی العرش ۔

یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پہ بٹھایا۔ (اور یہ بتا دیا کہ جب سوتیلی ماں تخت پہ بٹھانے کے قابل ہے تو حقیقی ماں کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟)

بچے واسطے ایس جہاں اندر ہر دعا اے ماں دی دعا تو گھٹ
ماں دی مامتا والی ہوا ٹھنڈی ہے او جنت دی کدوں ہوا توں گھٹ
جس دے چہرے نوں تکناں عباداتاں تے اوہدی عظمت نہیں خانہ خدا توں گھٹ
خاک ماں دے پیراں نوں جوں لگے میں ایہہ کہنا نہیں خاک شفا توں گھٹ
رب دی پوجا نال ماں دا ذکر اکثر اس توں ودھ کی عظمت عظیم ہونی
بار بار جو بچے نوں معاف کردی ماں ورگی نہیں کوئی کریم ہونی

لطیفہ

آج کل: دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکاری

ڈاکٹر حضرات بھی کہہ دیتے ہیں کہ ماں بچے کو اپنا دودھ نہ پلائے ورنہ بچے کے بیمار ہونے کا خطرہ ہے حالانکہ ماں کے دودھ میں جو برکتیں اور شفا ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔ چنانچہ بچہ ڈبے کا دودھ پی کر جب بڑا ہوتا ہے تو نہ ادب نہ احترام نہ شرم نہ حیا۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ دودھ پلانے والی ماں کو جب بچہ تنگ کرتا تھا تو وہ کہتی تھی میں تجھے دودھ

معاف نہ کروں گی' آج ڈبے کا دودھ پینے والا بچہ جو کچھ کرتا رہے' ماں اس کو دودھ معاف نہ کرنے کا کہہ ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ آگے سے کہے گا' میں نے تیرا پیا ہی کب ہے؟ میں نے ڈبے کا پیا ہے اسی سے معافی مانگ لوں گا اسی طرح کا ایک جنٹلمین اپنی ماں کو مار رہا تھا کہ کسی نے اس کو لعنت ملامت کی اور کہا والدین تو قبلہ و کعبہ ہوتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ میرے کعبے کی دیوار ٹیڑھی ہوگئی ہے' اس کو سیدھا کر رہا ہوں۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ صرف لطیفہ ہے' حقیقت نہیں ہے تو بہت سادا ہے' کیا بیسیوں مرتبہ اخبارات میں نہیں آیا کہ بیٹے نے والدین کو قتل کر دیا' ترقی کا دور ہے ہر کام میں ترقی ہو رہی ہے۔

ماں کی دعا

مشہور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے تو ان کی والدہ اللہ سے دعا کرتی رہتیں یا اللہ تیری شان جل جلالہ ہے اور میرا موسیٰ بھی جلالی ہے' کہیں کلام کرنے میں ایسی ویسی بات ہو جائے تو درگزر کرنا اور جب والدہ فوت ہوگئیں تو اللہ نے فرمایا' اے موسیٰ اب سنبھل کے بات کرنا' عرض کیا یا اللہ! تو بھی وہی اللہ ہے میں بھی وہی موسیٰ اور وہی طور پہاڑ ہے پھر آج کیا ہوا ہے کہ احتیاط کا حکم ہو رہا ہے؟ فرمایا سب کچھ وہی ہے مگر آج تیرے لیے جھولی پھیلا کر دعا کرنے والی نہیں رہی۔

جہدی روشنی اے کائنات اندر اوہ اک پیار دی روشن قندیل اے ماں
جس توں بچیاں نوں منزل دا پتہ ملدا او اک راہ اندر سنگ میل اے ماں
لتبدی بہ ماں دی مامتا اے اُلفت واسطے اعلیٰ دلیل اے ماں
جس دی عظمت دے چرچے قرآن وچ نیں اج اوہ گھر گھر پئی ہوندی ذلیل اے ماں
ایس دور دے بالاں دا میرے مولا چنگیاں لوکاں وچ اُٹھن تے بہن کردے
یوسف بچے نیں وگڑے معاشرے دے ادب ماں تے باپ دا رہن کردے
روہڑن واسطے موسیٰ کلیم تائیں جدوں ماں دریا تے آوندی اے
ڈھاواں مار دی چیخ و پکار کر دی رو رو کے نہرو گاوندی اے
جدوں ماں دی مامتا جوش مارے چم چم کے سینے لگاوندی اے
حد ماں دے صبر دی ویکھ ٹلڈی فوراً رب ولوں وحی آوندی اے

دودھ دائیاں دے ہوگئے حرام اس تے دودھ تیرا ای پیوے گا لعل تیرا
خوف کریں ''یوحانذ'' نہ رائی جتاں تیری گود وچ کھیڈے گا بال تیرا

حقوقِ والدین اور احادیثِ مبارکہ

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا' کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو آپ نے فرمایا' الصلوٰۃ علی وقتھا (وقت پہ نماز ادا کرنا) عرض کیا گیا پھر کون سا؟ قال بر الوالدین (والدین کے ساتھ نیکی کرنا) اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ۔ (بخاری باب ارداف الرجل خلف الرجل ج ۲ ص ۸۸۲)

☆......ایک شخص نے آپ (ﷺ) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا' احی والداك؟ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' ففيهما فجاهد ان کی خدمت کر کے جہاد کا ثواب حاصل کر۔ (بخاری' باب الجہاد ص ۴۲۱ ج ۱)

☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لاتعقن والديك وان امراك ان تخرج من مالك واهلك ۔

والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے گھر بار' مال' اولاد چھوڑ دینے کا حکم دیں۔

(مسند احمد' ص ۲۳۸ ج ۵)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ثلثة لايدخلون الجنة العاق لوالديه' والديوث ورجلة النساء ۔

''تین شخص جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے' والدین کا نافرمان' دیوث (بے غیرت) اور مردانہ وضع بنانے والی عورت'' (المستدرک للحاکم ص ۷۲ ج ۱)

☆......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لايقبل الله عزوجل صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومكذب بقدر ۔

''تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نوافل قبول فرماتا ہے' نہ فرائض (۱) ماں باپ کو ایذاء دینے والا (۲) خیرات کر کے احسان جتلانے والا (۳) تقدیر کو جھٹلانے والا

(مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۰۶ ج ۷)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

ملعون من عق والدين ۔

''والدین کو ستانے والا لعنتی ہے۔'' (الدر المنثور للسیوطی ص ۱۰۱ ج ۳)

☆......حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

كل الذنوب يؤخر الله تعالىٰ منها الى يوم القيمة الاعقوق الوالدين فان الله يعجل لصاحبه فى الحيات قبل الممات ۔

''سب گناہوں کی سزا اگر اللہ چاہے گا تو قیامت کے دن ہوگی مگر والدین کے نافرمان کو مرنے سے پہلے (بھی) سزا ملے گی۔''

☆......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے والد کی شکایت کی کہ میرا باپ مجھ سے میرا سارا مال لینا چاہتا ہے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا:

انت ومالك لابيك ۔ ''تو اور تیرا سارا مال تیرے باپ ہی کا ہے۔''

(ابن ماجہ باب ما للرجل مال ولدہ ص ۱۶۷ ج ۲)

☆......حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جہاد کی اجازت لینے حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا' کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: **الزم رجليها فثم الجنة** اپنی ماں کے قدموں میں رہو وہیں پہ جنت ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۰۵ ج ۲)

☆......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے خاوند کا' میں نے عرض کیا:

فاى الناس حقا على الرجل ۔

''مرد پر سب سے بڑھ کر کس کا حق ہے؟''

قال امه فرمایا! اس کی ماں کا۔ (المستدرک للحاکم ص ۱۷۵ ج ۴)

جو میرے بھائی والدین کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں اور ان کو اپنے گھر میں بجائے رحمتِ الٰہی کے بوجھ تصور کرتے ہیں' انہیں بھی ایسے ہی سلوک کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے' کل ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی' مثل مشہور

Scanned with CamScanner

ہے۔

''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے''

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری ایک عورت تھی جس کے ساتھ میری سخت محبت تھی مگر میرے ابا جان حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اسے اچھا نہیں جانتے تھے' ایک روز مجھے فرمانے لگے اس عورت کو طلاق دے دو' میں نے طلاق نہ دی اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ' حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا تھا کہ اپنی عورت کو طلاق دے دو مگر اس نے اسے طلاق نہ دی تب آقائے دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ اپنی عورت کو طلاق دے دو یعنی اپنے والد کا حکم مانو اور ان کی محبت کو عورت کی محبت پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ)

کتنی اہمیت ہے والدین کی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ صرف اس وجہ سے عورت کو طلاق دِلوا رہے ہیں کہ وہ عورت اپنے شوہر کے باپ کو پسند نہیں۔ اور سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی محبت پر باپ کی محبت کو ترجیح دو۔

مگر آج کل کے نوجوان بیوی کی محبت پر والدین کی محبت کو قربان کر رہے ہیں۔

اے نوجوانو! اگر اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ سے محبت سچی ہے تو والدین سے والہانہ محبت کرو اور ان کی محبت پر بیوی کی محبت کو ترجیح نہ دو۔

یاد رکھیں بیوی کا نعم البدل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے مگر والدین کا نعم البدل نہیں بنایا اس لیے ان کی قدر کریں۔

بعض بھائیوں اور عزیزوں کا مؤقف یہ ہوتا ہے کہ والدین سے ہم دُور نہیں ہوئے بلکہ والدین نے ہمیں دُور کر دیا ہے اس سلسلے میں حقیقت تو یہ ہے کہ اوّل تو والدین اپنی آنکھوں سے دُور اپنی اولاد کرتے ہی نہیں ہیں اگر مجبوراً کرتے بھی ہیں تو اس کو جو نافرمان ہو' والدین کی عزت نہ کرتا ہو بلکہ والدین کی بے عزتی کا سبب بنتا ہو اور ان کی خدمت نہ کرتا ہو' بیوی بچوں والا ہو کر ان سے خدمت کروا رہا ہو پھر بھی ان کی صرف عزت کرنا اور عزت کروانا اسے گوارہ نہ ہو تو ایسی ناخلف اولاد کو والدین کیونکر اپنے پاس رکھیں۔ میرے بھائی اگر یہی معاملہ ہے تو اپنے آپ کو درست کریں اگر خدانخواستہ والدین نے زیادتی کر کے نکال دیا ہے تو پھر بھی ان کے قریب ہونے کی کوشش کریں مگر خلوصِ دل کے ساتھ

اندر کی میل صاف کریں' اپنی غلطیوں کو تسلیم کریں اور ان کو دہرانے سے باز رہیں پھر دیکھیں والدین کے راضی ہونے میں دیر نہیں لگے گی اور جب والدین راضی ہو جائیں گے تو اللہ کی رضا دنیا و آخرت کو سنوار دے گی۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا' یارسول اللہ! ﷺ میری اچھی رفاقت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ ماں کا ذکر فرمایا اور چوتھی بار باپ کا ذکر کیا۔ (بخاری ص ۳۱۲ ج ۲)

☆......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات ووأدالبنات و منعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال۔

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کو ستانا' بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا' بخل اور سوال کرنا' فضول باتیں کرنا' زیادہ سوال کرنا اور مال ضائع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

(الجامع الصحیح للبخاری باب عقوق الوالدین ج ۲ ص ۸۸۴)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام نے فرمایا' سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۴)

☆......حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا'

یارسول اللہ! ابقی من برابر ابوی شئی ابرھما بہ من بعد موتھما۔

''حضور! (ﷺ) کیا والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان سے کر سکوں؟ آپ نے فرمایا! ہاں کیوں نہیں!

الصلوٰۃ علیھما والاستغفار لھما وایفاء بعھودھما من بعد موتھما واکرام صدیقھما وصلۃ الرحم التی لاتوصل الابھما۔

ان کے وصال کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا' ان کے لیے استغفار کرتے رہنا' ان کے وعدوں کو پورا کرتے رہنا' والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو انہی کی وجہ سے کی جائے۔

Scanned with CamScanner

☆...... والد عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ہر پیر و جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء کرام علیہم السلام اور والدین کے سامنے لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور وہ نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی اور نورانیت بڑھ جاتی ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

(الجامع الصغیر للسیوطی ص ۱۹۹ ج ۱، کنز العمال ص ۴۶۹ ج ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۹۳)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عم الرجل صنو ابيه چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ (مسلم شریف، مشکوۃ شریف)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذا تصدق احدكم بصدقة تطوعا فليجعلها عن ابويه فيكون لهما اجرهما ولا ينقص من اجره شيئا ۔

جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ کرے تو اس کو اپنے والدین کی طرف سے (ثواب کی نیت) کرے اس طرح انہیں بھی ثواب ملے گا اور اس کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مجمع الزوائد ص ۱۳۸ ج ۳)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من زار قبر ابويه او احدهما في كل جمعة مرة غفر الله وكتب بره ۔

جو اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے روز ایک مرتبہ زیارت کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کو نیکوکار لکھا جائے گا۔

(کنز العمال للمتقی ص ۴۶۸ ج ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۸۶)

ایک روایت میں زیارت کے ساتھ سورۂ یٰسین پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔

(الموضوعات لابن جوزی عن ابی بکر ن الصدیق ص ۲۳۹، ج ۲)

اتحاف السادات للزبیدی ج ۱۰ ص ۳۹۳ پہ ہے۔ سورۂ یٰسین کے ہر حرف کے بدلے اس کے لیے بخشش ہے۔ (یہ روایت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من زار قبر ابويه او احدهما احتسابا كان كعدل حجة مبرورة

ومن كان زوارا لهما زارت الملائكة قبره ۔

"جو شخص ثواب کی نیت سے اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے، اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا اور جو کثرت کے ساتھ زیارت کو جائے گا، فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔"

(کنز العمال للمتقی ج ۱۶ ص ۴۷۹، حدیث نمبر ۴۵۵۴۳، المغنی للعراقی ج ۴ ص ۴۷۲)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فتاویٰ رضویہ ۹/۱۹۴ پہ امام ابن جوزی محدث کی کتاب عیون الحکایات کے حوالے سے بسند خود محمد بن اسحاق وراق سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا کہ راستے میں اس کا انتقال ہو گیا اور یہ جنگل گوگل کے درختوں کا تھا، بیٹا اپنے باپ کو ان درختوں میں دفن کر کے چلا گیا جب کئی دنوں کے بعد واپس اسی جنگل میں آیا تو اپنے باپ کی قبر پہ نہ گیا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

رايتك تطوى اللوم ليلا ولا ترى علیك لاهل اللوم ان تتكلما
ومر باهل اللوم فسلما

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات کے وقت اس جنگل کو طے کر رہا ہے اور جو ان درختوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا حالانکہ اس درخت میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ پہ ہوتا اور وہ تیری طرح یہاں سے گزرتا تو وہ تیری قبر پہ آ کے تجھے ضرور سلام کہتا۔ (جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۱۰/۲۱۱)

☆ ---- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الوالد وسط ابواب الجنة ----

"باپ جنت کا درمیان والا دروازہ ہے" اب چاہے تو اس دروازے کو توڑے یا اس کی حفاظت کرے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

ایمان افروز واقعات

تین مصیبت زدہ مسافر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے تین مسافروں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کو بارش نے گھیر لیا اور ان تینوں نے ایک پہاڑ کی کھائی میں پناہ لی اس وقت پہاڑ سے پتھر گرا اور اس غار کا منہ مکمل طور پر بند ہو گیا' تینوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا:

"اپنے اپنے اعمال صالحہ کو دیکھو جو ہم نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے ہوں اور ان کے وسیلے سے دعا کرو' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو یہاں سے ہٹا دے گا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا' یا اللہ! میرے والدین بوڑھے تھے' میری بیوی اور بچے بھی تھے میں ان کے گزارے کے لیے بھیڑ بکریاں چراتا اور شام کو آ کر دودھ دوہتا' پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا۔ ایک دن مجھے بکریوں کے لیے چارہ لانے کے لیے دُور جانا پڑا' میں جب گھر آیا تو رات ہو چکی تھی اور میرے والدین اس وقت تک سو گئے تھے' میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور اس کو لے کر ماں باپ کے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نہ چاہا کہ ان کو نیند سے بیدار کروں اور یہ بھی گوارہ نہ ہوا کہ اپنے بچوں کو پہلے پلا دوں حالانکہ وہ بھوک کی وجہ سے میرے قدموں پر لوٹ رہے تھے اسی حال میں پوری رات گزر گئی اور صبح نمودار ہو گئی۔ یا اللہ! تو خوب جانتا ہے اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو اس پتھر سے ایک روزن کھول دے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ رب کریم نے اپنے فضل اور اس کے نیک عمل کی بدولت روزن کھول دیا اور اب ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے شخص نے کہا' یا اللہ! میرے چچا کی بیٹی تھی جس پر میں فریفتہ ہو گیا تھا' میں نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ اپنا نفس میرے حوالے کر دے لیکن اس نے سو اشرفیوں کے بغیر رضامندی ظاہر نہ کی۔ میں نے نہایت کوشش کر کے سو اشرفیاں کمائیں اور لے کر پہنچا جب میں بدکاری کے ارادہ سے اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو بولی اے خدا کے بندے! اللہ سے ڈر اور بغیر حق مہر مت توڑ۔ یہ سُن کر میں اُٹھ کھڑا ہوا' یا اللہ! تو خوب جانتا ہے اگر میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی کے لیے کیا تو ایک روزن اور

کھول دے' اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو اور ہٹا دیا۔ تیسرے شخص نے دعا کی' یا اللہ! میں نے ایک شخص کو مزدور کیا کہ وہ ایک فرق (پیمانہ) چاول پر میرا کام کر دے جب وہ کام کر چکا تو میرے پاس مزدوری لینے آیا' میں نے حسب وعدہ وہ چاول اس کو دیئے لیکن اس نے انکار کر دیا کہ اس کی نظر میں کم تھے۔ وہ چلا گیا تو میں نے ان چاولوں کو زراعت کے ذریعے بڑھایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت کی کہ ایک جنگل میں گائے بیل اور ان کی حفاظت کے لیے چرواہے سب اسی کے منافع سے جمع ہو گئے۔ وہ مزدور پھر آیا اور بولا' اللہ تعالیٰ سے ڈر اور میرا حق مت مار' میں نے کہا' جا اور بیل گائے نیز چرواہے سب تیرے ہیں۔ وہ بولا خدا سے ڈر اور مجھ سے ہنسی مذاق مت کر' میں نے کہا' نہیں واقعی ان سب کا تو ہی حق دار ہے' ان کو لے جا۔ وہ لے گیا' یا اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ یہ کام میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو پتھر کا جو حصہ غار پر رہ گیا ہے اس کو بھی ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ہٹا دیا اور یہ سب آزاد ہو گئے۔ (بخاری باب حدیث الغار: ج ۱ ص ۴۹۳)

والد کا دُکھڑا سن کر امام الانبیاء بھی رونے لگے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا' یارسول اللہ! (ﷺ) میرا باپ میرا مال لینا چاہتا ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا' انہیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ' جب حاضر ہوئے' ان سے ارشاد ہوا' تمہارا بیٹا کہتا ہے تم اس کا مال لے لینا چاہتے ہو؟ عرض کی حضور! اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں' یہ ہی اس کی پھوپھیوں کی مہمانی اور اس کی قرابتی میں یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ اسلام حاضر ہوئے اور عرض کی' یارسول اللہ! (ﷺ) اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی اس کے کان نے نہیں سنے ہیں یعنی ابھی زبان تک نہ لایا' حضورِ پُرنور ﷺ نے فرمایا' تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی تمہارے کان نے بھی نہیں سنے؟ وہ سناؤ۔ ان صاحب نے عرض کی واللہ! ہمیشہ حضور (ﷺ) کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتی ہے پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے۔

میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اُٹھایا جب سے تو ننھا تھا'
میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اُترتی'

میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا‘ میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے۔ میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے‘ مجھے ہوا تھا نہ تجھے‘ میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو تو نے میرا بدلہ سختی اور درشت روئی سے دیا۔ گویا تیرا ہی مجھ پر فضل و احسان ہے۔ اے کاش! جب تو نے حق پدری کا خیال و لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس ہمسایہ کا ہمسایہ کرتا ہے۔ ہمسایہ کا ہی حق تو نے مجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا تھا‘ بخل نہ کرتا۔ ان اشعار کو استماع فرما کر حضورِ پُرنور رحمتِ عالم ﷺ نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا‘ جا تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ ص۳۰۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں

حکم سعادت تو یہ ہے مگر بایں ہمہ قضاء باپ بیٹے کی ملک جدا ہے‘ باپ اگر محتاج ہے تو بقدرِ حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا و اجازت کے لے سکتا ہے‘ زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی کھانے پینے‘ پہننے رہنے کے لیے اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی‘ بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی اناج کپڑے یا قابلِ سکونت پدر مکان سے ہو۔ ہاں یہ اشیاء نہ ملیں تو انہیں اغراض ضروریہ کے لیے اس کے اور اموال سے جو خلاف جنس حاجت ہو‘ بحکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علی المفتی بہ بطورِ خود بھی لے سکتا ہے۔ مثلاً کھانے کی ضرورت ہے‘ یہ اناج یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ ملے تو اناج وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی جائیداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرا لے۔ (فتاویٰ رضویہ ۷/۳۹۶)

مرتے وقت زبان بند ہوگئی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے در اقدس میں علقمہ نامی ایک شخص تھا جو نہایت عبادت گزار‘ خدا ترس اور سخی تھا۔ ایک دن اچانک سخت بیمار ہو گیا‘ اس کی بیوی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر سخت بیمار ہے اور لگتا ہے کہ اس کا آخری وقت ہو‘ میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کے حق میں دعا

فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عمار‘ بلال‘ علی اور سلمان رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ جا کے دیکھو اس کا کیا حال ہے جب یہ حضرات علقمہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو مگر دیکھا کہ علقمہ کلمہ پڑھنے سے معذور ہے کیونکہ زبان بند ہوگئی ہے اور زبان سے کچھ نہیں نکلتا۔ آخر ان لوگوں کو گمان ہو گیا کہ یہ مرنے والا ہے اور زبان کی گویائی سے قاصر ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سید عالم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ حضور ﷺ کو ان کی حالت سے آگاہ کر دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور پاک ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! ہم نے ہر چند کوشش کی کہ ان کی زبان سے کلمہ جاری ہو مگر ان کی زبان سے کچھ نہیں نکلتا۔ حضور پاک ﷺ نے پوچھا‘ کیا علقمہ کے والدین حیات ہیں؟ عرض کی والد فوت ہوگیا ہے‘ والدہ بڑھیا اور نہایت ضعیف موجود ہے۔ فرمایا‘ علقمہ کی ماں کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر میرے پاس آنے کی طاقت ہے تو لیتے آنا ورنہ میں خود آ جاؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے علقمہ کی ماں کے پاس جا کر حضور پاک ﷺ کا سلام عرض کیا اور کہا کہ اگر چلنے کی طاقت ہو تو میرے ساتھ حضور پاک ﷺ کے پاس چلئے وگرنہ حضور پاک ﷺ خود تشریف لائیں گے۔ یہ سُن کر علقمہ کی ماں نے کہا‘ میں حضور ﷺ پر قربان جاؤں‘ میں خود حضور پاک ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوں گی۔ ایک لاٹھی لی اور حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سلام عرض کیا۔ حضور پاک ﷺ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ یہ تو بتاؤ علقمہ کس قسم کا آدمی ہے مگر جھوٹ نہ کہنا کیونکہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ بڑھیا نے کہا‘ علقمہ بڑا نیک اور عبادت کرنے والا اور روزہ رکھنے والا اور سخاوت کرنے والا زمانہ میں یکتا آدمی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا‘ یہ تو سب کچھ ہے مگر تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا؟ کہا‘ حضور ﷺ میں اس سے بہت ناراض ہوں اور مجھ سے بے جا سلوک کرتا تھا کہ اپنی بیوی کو مجھ پر فضیلت دیتا تھا اور مجھے اس کی تابع دار بناتا تھا لہٰذا میں اس سے ناخوش ہوں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ اس کی شکایت کی جائے۔ یہ سُن کر حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ زبان بند ہونے کی وجہ ماں کی ناراضگی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اور بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے لاؤ تا کہ علقمہ کو اس آگ میں ڈال دیا جائے۔ علقمہ کی ماں نے کہا‘ حضور ﷺ میرے لڑکے کو جو میرے جگر کا

ٹکڑا ہے' میرے سامنے جلایا جائے گا تو مجھ سے کیونکر برداشت اور صبر ہوگا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا' اے علقمہ کی ماں! اللہ پاک کا عذاب اس سے زیادہ دردناک اور تکلیف دہ ہوگا اگر تجھے ناپسند ہے تو معاف کر دے اور خوش ہو جا ورنہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہ اس کی فرض نماز قبول ہوگی نہ نوافل۔ علقمہ کی ماں نے کہا' یارسول اللہ! ﷺ آپ گواہ رہیں' میں نے اس کو معاف کر دیا اور اس سے راضی ہوگئی۔ یہ سُن کر حضور پاک ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب جا کے دیکھو علقمہ کا کیا حال ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب علقمہ کے دروازے پر پہنچے تو سنتے ہیں علقمہ باآوازِ بلند کہہ رہا ہے لا الٰہ الا اللہ یعنی اسی کلمہ پر انتقال ہوگیا۔

حضور پاک ﷺ تشریف لائے' غسل کفن کا حکم فرمایا۔ بعدازاں قبرستان میں ٹھہر کر فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین وانصار! جو شخص اپنی بیوی کو ماں باپ سے زیادہ سمجھے گا اس پر خدا کی لعنت ہے نہ اس کی فرائض نماز قبول ہوتی ہے نہ نوافل لہٰذا والدین کی خدمت اور تعظیم نہایت لازم ہے۔ (تنبیہ الغافلین ملخصًا)

اور والدین کے خلاف قدم رکھنے والے کی بھی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اے میرے بھائی اس فرمانِ رسول سے عبرت حاصل کر والدین کی مخالفت چھوڑ' اپنی آخرت نہ برباد کر' یہ جو عبادت کر رہا ہے اس کو بھی برباد نہ کر اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق نہ بن جو میرے بھائی والدین کے بوڑھا ہونے پر اپنے بیوی بچوں کو لے کر والدین سے دُور چلے جاتے ہیں' انہیں اپنی سوچ میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے اور جو والدین پر بیوی کو فضیلت دیتے ہوئے اس کی ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں اور والدین کو محروم رکھتے ہیں' انہیں بھی اپنا رویہ بدلنا چاہیے کیونکہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے نہ کہ بیویوں کے قدموں کے نیچے۔ والدین کی نافرمانی بدبختی ہے...... بدبختی ہے۔

کندھوں پہ اُٹھا کر سات حج اور ایک رات کا حق

مولانا زکریا نے اپنے تبلیغی نصاب کے حصہ فضائل حج میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص اپنی معذور والدہ کو ساتواں حج کندھوں پر اُٹھا کر کروا رہا تھا کہ دل میں خیال آیا کہ اب تو میری ماں کا حق ادا ہو گیا ہوگا کہ اچانک ہاتف نے آواز دی کہ ابھی تک ایک رات کا بھی حق ادا نہیں ہوا جب تیری والدہ رات بھر گیلے بستر پر سوتی اور تمہیں خشک جگہ

پر سُلاتی۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔

☆...... اسی طرح علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اُٹھائے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک خیال آیا کہ میں حضور پُرنور شافع یوم النشور ﷺ سے پوچھوں' کیا میری ماں کا حق ادا ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! ﷺ میں نے اپنی ماں کو کندھوں اور کمر پر اُٹھا کر طواف کرایا ہے کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے اس پر سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تو ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ کہ ماں کا پورا حق ادا ہو گیا ہو۔

والدہ کی خدمت نے سلطان العارفین بنا دیا

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے مجھے جتنے مراتب حاصل ہوئے ہیں' سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت میری والدہ نے فرمایا' بیٹا! پانی لاؤ' حسنِ اتفاق سے اس رات گھر میں پانی نہیں تھا' میں رات کے وقت ہی گھڑا لے کر نہر پر پہنچا اور وہاں سے پانی لے کر گھر آیا اور ایک گلاس پانی لے کر والدہ محترمہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوگیا۔

حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دُور سے پانی لانے کی وجہ سے والدہ محترمہ محوِ خواب ہوگئیں' میں پانی لیے ان کے سرہانے ساری رات کھڑا رہا' سردی کی وجہ سے پانی یخ ہوگیا تھا۔ چنانچہ میری والدہ کی آنکھ کھلی تو میں نے پانی پیش کیا۔ والدہ نے کہا کہ تم پانی رکھ کے سو جاتے' کھڑا رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے عرض کیا محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ بیدار ہوں اور پانی نہ پی سکیں۔ والدہ نے یہ سُن کر دعائیں دیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

مولانا روم مثنوی شریف میں لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان بیٹے نے اپنے بوڑھے باپ سے کہا کہ اگر آپ ہمارے گھر میں اس طرح رہائش پذیر رہے تو ہمارے گھر کا نظام خراب ہو جائے گا' روز روز کی پریشانی سے بہتر ہے کہ آپ کسی اور جگہ ٹھکانہ بنالیں۔ بوڑھے باپ نے کہا کہ بیٹا! اس عمر پیری میں میں کہاں جاؤں؟ بیٹا میری وجہ سے اگر تمہیں تکلیف ہے تو تم خود ہی مجھے کہیں چھوڑ آؤ۔ بیٹے نے کہا' درست ہے' چلو میں آپ

Scanned with CamScanner

کوخود ہی چھوڑ آتا ہوں۔ باپ بیٹا دونوں چلنے لگے تو اس بوڑھے کے پوتے نے کہا کہ میں بھی باباجی کے ساتھ جاؤں گا۔ جوان بیٹا کہنے لگا' ٹھیک ہے' تم بھی چلو۔ باپ بیٹا اور پوتا چلتے چلتے جب ایک جنگل میں پہنچے تو جوان بیٹے نے اپنے بوڑھے باپ کو ایک پرانا کمبل تھمایا اور کہا تم یہاں اپنی زندگی بسر کرلو اور اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر واپس آنے لگا۔

نوعمر پوتے نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا' ابو آپ ذرا ٹھہریئے' وہ رُک گیا تو اس بچے نے اپنے دادا سے کمبل اچک لیا اور اس کمبل کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا دادا کو دے دیا' ایک ٹکڑا اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ ابو کے پاس آ گیا' باپ نے بیٹے سے پوچھا کہ تم نے اپنے دادا کا آدھا کمبل کیوں لیا؟ نوعمر بچے نے کہا کہ آج تم جوان اور تمہارا باپ بوڑھا ہے' تم نے اس کو ایک کمبل دے کر گھر سے نکال دیا ہے' میں نے دادا کے کمبل کے دو ٹکڑے کر کے ایک لے لیا ہے تا کہ کل جب میں جوان ہو جاؤں اور آپ بوڑھے تب یہ آدھا کمبل تمہیں دے کر گھر سے نکال دوں۔ چنانچہ نوجوان نے اس وقت اپنے بوڑھے باپ سے معافی مانگی اور اسے اپنے گھر لے آیا۔

والدین کے نافرمان کے لئے حضور علیہ السلام کی بددعا

صاحب مشکوٰۃ شریف نے ایک حدیث نقل فرمائی کہ ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ سرورِ قلب و سینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہونے لگے تو خلافِ عادت مبارکہ آپ نے پہلے دوسرے تیسرے زینہ پر آمین' آمین' آمین فرمایا اس پر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی' یا رسول اللہ! جس شخص نے والدین کو یا ایک کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ لی' وہ برباد ہوا تو میں نے فرمایا' آمین! دوبارہ جناب جبرائیل نے کہا' یا رسول اللہ! ﷺ جس نے ماہِ رمضان مبارک پایا اور اپنے گناہ نہ بخشوائے' وہ بھی ہلاک و برباد ہوا' میں نے کہا' آمین! تیسری مرتبہ جبرائیل امین نے کہا جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر پاک ہوا اور اس نے درود شریف نہ پڑھا' وہ بھی برباد ہوا اور جہنم میں گیا' میں نے کہا' آمین! (رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ورواہ ابن حبان بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بددعا کوئی کم درجہ نہ رکھتی بلکہ کسی کا بیڑا غرق ہونے کے لیے یہی کافی تھی مگر سرورِ انبیاء مالک ہر دوسرا

مستجاب الدعوات ﷺ نے آمین فرما کر اس کی شدت کو مزید سخت فرمادیا جو یقیناً انسان کی ہلاکت کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں' اللہ تعالیٰ جل وجلالہ بتصدق نعلین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء ان تینوں چیزوں اور گناہوں سے بچنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین!

داڑھی سے ماں کے قدم صاف کئے

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نزہت المجالس'' میں والدہ کے بارے میں ایک عظیم واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علامہ ابو اسحاق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم و محدث تھے' درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک شاگرد نے عرض کی کہ استادِ محترم! آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ فرمایا' سناؤ! تو شاگرد نے عرض کی کہ میں رات کو خواب کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی داڑھی مبارک کے بال ابدار اور چمکدار موتیوں سے پروئے ہوئے تھے اور ان کی چمک آنکھوں کو خیرہ یعنی چندھیا رہی تھی اس پر اس محدث کبیر نے فرمایا' صدقت لانی مسحت البارحۃ قدمی امی بلحیتی۔

اے بیٹے! تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن وہ موتی نہیں بلکہ آج رات کو میں نے سوتے وقت اپنی والدہ کے قدموں کی گرد کو اپنی داڑھی کے بالوں سے صاف کیا تھا' اصل میں وہ ماں کے قدموں کی مٹی کے ذرے چمک رہے تھے۔ (نزہت المجالس ص ۲۰۰)

کیسا وہ دور تھا کہ بڑے بڑے محدث اور فقیہ اور ولی والدین کے قدموں کو چومتے اور داڑھیاں قدموں پر ملتے تھے مگر آج ایسا دور آ گیا کہ اولاد والدین کو جوتے مارتی بلکہ کئی نانہجار بیٹے والدین کو قتل کر دیتے ہیں جیسے کہ اخبارات شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی گستاخی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

حضرت اویس قرنی کی ماں

حضرت اویس قرنی چونکہ یمن میں رہائش پذیر تھے اس لیے آپ کو یمنی بھی کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یمن کی طرف منہ کر کے فرماتے:

انی لاجد ریح الرحمن من قبل الیمن۔

مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو آتی ہے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی والہانہ محبت رکھتے تھے مگر حضور پاک

ﷺ کی بارگاہِ مقدس میں والدہ کی خدمت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے اور ایک بہت بڑے اعزاز یعنی صحابیت سے محروم رہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس دعائے مغفرت کے لیے جانے کا حکم فرمایا۔ یہ حضور علیہ السلام کی عظمت ہے کہ آپ نے ان کی والدہ کی وجہ سے عزت افزائی فرمائی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲)

حضرت ابوہریرہ کی ماں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ کو ہمیشہ دعوتِ اسلام دیتا مگر وہ توجہ نہ کرتی اور میں نے ایک دن حسبِ عادت دعوتِ اسلام دی اور حضور علیہ السلام کی غلامی کی عظمت بیان کی تا کہ حضور پاک ﷺ کی محبت ان کے دل میں اُتر جائے مگر میری والدہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات کے بارے نازیبا کلمات کہے جو یقیناً ایک صاحبِ ایمان کی برداشت سے باہر تھے مگر میرے جیسا عاشق رسول ﷺ کیسے برداشت کر سکتا تھا، غصہ اس حد تک تھا کہ والدہ کو قتل کر دیتا لیکن حضور ﷺ کے ڈر سے کہ کہیں ناراض نہ ہوں، ان سے ہی عرض کیا جائے۔ چنانچہ میں بارگاہِ بے کس پناہ ﷺ میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا کہ یارسول اللہ! آج تو میری ماں نے آپ کے بارے میں ناقابلِ برداشت کلمات کہے ہیں اب تو یا وہ رہے گی اور اسلام لائے گی یا پھر دوسرا مسئلہ ہوگا یعنی قتل کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کہ ایسا ہرگز مناسب نہیں، لوگ کہیں گے نبی بیٹوں سے ماؤں کو قتل کرواتا ہے۔ عرض کی پھر حضور ﷺ دعا فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایمان سے بہرہ ور فرما دے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ ایزدی میں یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور کر دے اور اس کے سینے سے کفر نکال کر نورِ ایمان بھر دے۔ بس یہ کلمات سنتے ہی میں گھر دوڑا کہ میری ماں کیسے مسلمان ہوتی ہے کیونکہ میرا عقیدہ تھا کہ نظامِ عالم بدل سکتا ہے مگر زبانِ مصطفیٰ ﷺ نہیں بدل سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب میں گھر پہنچا تو دروازہ بند پایا، مجھے یقین ہوا کہ پانی گرنے کی آواز آرہی ہے کہ میری ماں غسل کر رہی ہے تا کہ اسلام لائے، وہی ہوا کہ میری والدہ کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور کپڑے پہنے ہوئے آئی اور آتے ہی کہا، ابوہریرہ جس ذاتِ اقدس ﷺ کے تم غلام ہو مجھے بھی اس کا غلام بنا دو اور جو نورانی

کلمہ تم پڑھتے ہو مجھے بھی پڑھا دو بس والدہ کے اسلام لانے کی خوشی میں پھر میں نے حضور پاک ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی، حضور! ﷺ آپ کی دعا کو خداوند قدوس جل وجلالہ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور میری ماں مسلمان ہوگئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اور گزارش کی یارسول اللہ! ﷺ ایک اور دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت اہلِ ایمان کے دلوں میں ڈال دے اور اہلِ ایمان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی اس کے بعد کوئی ایسا مومن نہ رہا جو مجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

کناں ماں دی عظمت دا خیال رب نوں کنی ماں دی شان ودھائی رب نے
قسم رب دی ماں دے وچ قدماں رکھ دتی اے ساری خدائی رب نے
ویکھو پاک قرآن دے وچ تھاں تھاں ماں دی شان دی دتی دہائی رب نے
جنت ماں دیاں قدماں دے ہیٹھ رکھ کے شان کردتی ہو رسوائی رب نے
خدمت ماں دی یوسفی کر کر کے ماں کولوں دعاواں تو لے ہر دَم
ہو جاوے گی عظمت بلند تیری چمدا ماں دے پیراں نوں رے ہر دَم

باپ کی خدمت کا صلہ

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک شخص کے تین بیٹے تھے، اتفاق سے وہ شخص بیمار ہوگیا تو بڑے بھائی نے دونوں بھائیوں سے کہا کہ مجھے باپ کی خدمت کرنے دو اور میراث تم دونوں بھائی لے لینا۔ چنانچہ انہوں نے بخوشی اس سودے کو قبول کر لیا اور باپ کی خدمت بڑے بھائی کے ذمہ لگا دی۔ چنانچہ وہ شخص مرتے وقت تک اپنے باپ کی خدمت میں مشغول رہا اور بطیب خاطر اس سعادت کو حاصل کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ قضائے الٰہی سے اس کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے وعدے پر قائم رہتے ہوئے میراث کا اپنے بھائیوں سے تقاضہ نہ کیا بلکہ ان دونوں بھائیوں نے میراث آپس میں تقسیم کر لی۔ ایک مرتبہ رات کو سوتے ہوئے اس بڑے بھائی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں مقام پر جا اور وہاں سے ایک اشرفی لے لے اس لڑکے نے پوچھا! کیا میرے لیے اس

میں برکت ہوگی؟ جواب ملا' نہیں! اس لڑکے نے وہ اشرفی حاصل نہ کی بلکہ خاموش ہو گیا۔ چنانچہ دوسری رات پھر اسی طرح کوئی کہنے والا خواب میں کہہ رہا ہے کہ فلاں مقام پر جا اور دس اشرفیاں لے لے پھر پوچھا! کیا اس میں میرے لیے برکت ہوگی؟ جواب ملا' نہیں! پھر وہ خاموش رہا اور دس اشرفیاں حاصل نہ کیں۔ تیسری رات پھر خواب میں کہنے والا کہتا ہے کہ فلاں مقام سے ایک اشرفی لے لے! تیرے لیے اس میں بہت برکت ہوگی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اس نے اشرفی لی اور بازار سے مچھلی خریدی جب گھر آ کر اس مچھلی کے پیٹ کو چاک کیا تو اس کے پیٹ سے دو قیمتی جوہر برآمد ہوئے' انتہائی مسرت محسوس کی اور ان کو بادشاہ کے پاس ساٹھ ہزار اشرفیوں کے عوض فروخت کر دیا پھر اس لڑکے نے خواب میں دیکھا اور سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تجھے معلوم ہے کہ یہ اتنا بڑا خزانہ تمہیں کیوں ملا؟ یہ صرف والد کی خدمت کا صلہ ہے جو تجھے حاصل ہوا ہے۔

(نزہت المجالس ص ۲۰۰)

سورۂ بقرہ اور واقعۂ احترام والدہ

سورۂ بقرہ کے نام کی وجہ جو مفسرین نے نقل فرمائی ہے' وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی تھا جس کا صرف ایک چھوٹا سا لڑکا تھا' اس شخص نے گائے کی ایک بچھڑی پال رکھی تھی جب اس شخص کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس شخص نے دربارِ الٰہی میں یوں عرض کی' اے خلاق عالم! مالک کون و مکان جل وجلالہ! میں یہ بچھڑی اس لڑکے کے لیے تیرے حوالے اور امان میں دیتا ہوں جب میرا لڑکا بڑا ہو جائے تو یہ اس کی امانت اس کو عطا فرما دینا' وہ تجھ سے لے لے گا۔ یہ کہہ کر گائے کی بچھڑی جنگل میں چھوڑ دی اور خود فوت ہو گیا' وہ بچھڑی پلتی رہی' جنگل کا کوئی بھی جانور اسے کچھ نہ کہتا یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی اور بڑی ہو گئی اور اس نیک آدمی کا بیٹا اپنی ماں کے پاس پلتا رہا اور بڑا ہو گیا مگر یہ لڑکا بہت ہی سعادت مند اور فرماں بردار تھا' عبادت گزار' شب زندہ دار تھا' دن کو مزدوری کرتا اس کے تین حصے کرتا' ایک حصہ خیرات کر دیتا' ایک حصہ والدہ کو دے دیتا' ایک حصہ خود خرچ کرتا' ایک دن اس کی والدہ کو یاد آیا اور کہا کہ بیٹا! فلاں جنگل میں تیرے باپ نے تیرے خدا کے ہاں ایک گائے چھوڑی تھی جو اب بڑی اور موٹی ہو چکی ہوگی اور اس کی یہ نشانیاں ہیں تو جا اسے پکڑ کر لے آ۔ چنانچہ وہ جنگل میں گیا اور گائے کو

نشانیوں سے پہچانا اور پکڑ لیا جب گھر لے آیا تو ماں نے کہا کہ بیٹا! اسے بازار میں بیچ آؤ' تین اشرفیوں پر سودا ہو جائے تو سودا کر لینا مگر مجھ سے اجازت لے لینا۔ چنانچہ بیٹا گائے لے کر بازار گیا تو اسے ایک خریدار ملا اس نے قیمت پوچھی' لڑکے نے تین اشرفیاں بتائی اور ساتھ ہی کہا' والدہ کی اجازت شرط ہے۔ سودا اس کی اجازت کے بعد ہوگا۔ خریدار بولا کہ تین کے بدلے چھ اشرفیاں لے لے مگر ماں سے نہ پوچھ۔ لڑکے نے کہا کہ اگر آپ اس کے برابر سونا بھی تول دیں تو میں یہ سودا سوائے ماں کی اجازت کے کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوں۔ لڑکا ماں کے پاس گیا' سارا واقعہ سنایا۔ ماں نے کہا کہ چھ میں بیچ دے لیکن سودا ہونے پر مجھ سے اجازت لے لینا۔ چنانچہ وہ خریدار (جو فرشتہ تھا) لباس انسانی میں اس نے کہا کہ بارہ اشرفیاں لے لے مگر ماں سے نہ پوچھ' لڑکا پھر بھی نہ مانا اور والدہ کے پاس آ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ والدہ بہت ہی عقل مند ذہین اور ایک نیک شخص کی بیوی تھی' بولی معلوم ہوتا ہے' یہ خریدار نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو تیری آزمائش اور امتحان لے رہا ہے کہ تو ماں کا کتنا وفادار اور تابع دار ہے اب اگر وہ خریدار ملے تو اس سے یہ پوچھنا کہ میں گائے بیچوں یا نہ؟ لڑکے نے یہ بات اس فرشتے سے کہہ دی' فرشتہ بولا کہ اپنی والدہ سے کہہ دو کہ گائے ابھی فروخت نہ کرو۔ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہوگا اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس یہ کیس آئے گا اور وہ گائے کے ذبح کا حکم فرمائیں گے جو شرطیں گائے کی ہوں گی' وہ صرف اسی گائے میں ہیں' وہ لوگ تم سے خریدنے آئیں گے تو تم اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کا گوشت نکالو اور کھال سونے سے بھر دو۔ چنانچہ وہ اب یہی کریں گے اور تجھے ماں کی فرماں برداری کا صلہ نصیب ہوگا۔ یہ واقعہ تقریباً تمام مفسرین نے نقل کیا ہے۔

مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

مشکوٰۃ شریف و دیگر کتب احادیث میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آفتاب نبوت ماہتاب رسالت جلوہ فرما تھے کہ اچانک ایک خاتون نقاب پوش سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں' حضور علیہ السلام اچانک کھڑے ہو گئے اور اس کے لیے چادر بچھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محو حیرت تھے کہ جس ذات والا صفات کے لیے فرشتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنکھیں فرش راہ کرتے ہیں' وہ اس مائی کے لیے چادر بچھا رہے

Scanned with CamScanner

ہیں جب تک وہ مائی تشریف فرما رہی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمہ تن گوش ہو کر اس کی گفتگو سنتے رہے جب وہ خود اپنی مرضی سے اُٹھ کر جانے لگی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو الوداع فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا اتدرون من ھذہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ مائی کون تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اللہ و رسولہ اعلم۔ حضور پاک ﷺ! خدا جانے یا مصطفیٰ علیہ السلام جانے۔ فرمایا: یہ میری ماں حلیمہ مجھے ملنے آئی تھی۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس اپنے عمل سے اپنی اُمت کو یہ درس دیا کہ بیٹا جس مرتبہ و مقام پر پہنچ جائے تو بیٹا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ حضور لامکان کے مکین خاتم النبیین تھے مگر سگی والدہ نہیں، رضائی والدہ سے یہ حسن سلوک ہے تو سگی والدہ کے لیے دل میں کتنی قدر و منزلت ہوگی۔ (مفہوم)

ہر اک بچے نوں ماں دیاں خدمتاں دا بدلہ رب کولوں شاندار ملدا
پیسے خرچ کے وی ماں دی مامتا دا سودا کدی نیں کسے بازار ملدا
ملدا ہور اوہ کسے دی جھولی چوں نیں جیہڑا ماں دی گود چوں پیار ملدا
پُرسکوں اک ماں دی گود وچوں بچے تائیں حقیقی پیار ملدا
دل نوں عجب اے کیف سرور اوندا جدوں منہ چوں ماں دا ناں نکلے
جد وی کسے نوں کوئی تکلیف اوندی فوراً منہ وچوں ہائے ماں نکلے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

تقریر نمبر 8:

ایک نبی کی علمی شان

الحمدللہ ذی المجد والعلی خالق الارض والسماء ومابینھما وماتحت الثریٰ والصلوٰۃ والسلام علی افضل الرسل وخاتم الانبیاء الذی دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی الیہ ربہ مااوحی محمد ن المبعوث الی کافۃ للناس بشیرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا وعلی الہ الکرماء و اصحابہ الشرفاء والتابعین لھم بالاحسان الی یوم الجزاء ۔

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قال الم اقل لکم انی اعلم من اللہ مالا تعلمون ۔ (یوسف:۹۶)

"(یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو) فرمایا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو"

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق ہمارا اہلِ سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ کے سب حالات سے آگاہ تھے لیکن ان کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ امتحان تھا اور اظہار نہ ہونا نفی علم کی دلیل نہیں ہے ہر بندہ اپنے گھر کے حالات جانتا ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ ان کو دوسروں کے سامنے ظاہر بھی کرتا پھرے اور جب تک ظاہر نہ کرے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کو اپنے گھر کے حالات بھی معلوم نہیں۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم رحمۃ الرحمٰن کو اکثر باتیں ایسی بھی معلوم ہوتی ہیں کہ ان کو ظاہر کرنے کی اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ہوتی جس سے بعض لوگوں کو شک پڑ جاتا ہے کہ شاید جانتے ہی نہیں اور فرمایا

Scanned with CamScanner

کہ "لیکن مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ان ساری باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔"

مثلاً سورۂ یوسف میں ہی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ پیانہ بنیامین کے سامان میں ہے لیکن اس کے باوجود اعلان کرواتے رہے۔ (اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون) اور پھر جب پیانہ تلاش کرنا شروع کیا تو جانتے ہوئے بھی بنیامین کے سامان سے تلاش کرنے کی بجائے دوسروں کے سامان کو پہلے دیکھا گیا۔ (فبدا باوعیتھم قبل وعاء اخیہ) اس طرح یعقوب علیہ السلام بھی علم ہونے کے باوجود ظاہر کرنے پر مامور من اللہ نہ تھے۔

کیا رونا لاعلمی کی دلیل ہے

اگر کوئی سوال کرے کہ جب جانتے تھے پھر رو رو کر آنکھیں سفید کیوں کرلیں اور جب جانتے تھے پھر امتحان کیسا؟ امتحان میں تو بتایا نہیں جاتا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رونا لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ ان کے بشری تقاضوں کے اظہار کی علامت ہے کہ نبی اللہ کے دل میں بھی اولاد کا درد ہوتا ہے۔

☆ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو دریا برد کرتے وقت ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے یقین دِلایا تھا کہ تیرا بیٹا تیرے پاس ہی آئے گا اور نبی بن کر آئے گا۔

واذ اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ ...... انا را دوہ الیك
وجاعلوہ من المرسلین ۔ (القصص)

اس کے باوجود جب ماں کو علم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے پکڑ لیا ہے تو ماں کی ممتا تڑپ گئی۔ (واصبح فواد ام موسیٰ فارغا......)

☆ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام خود ہی فرما رہے ہیں لاتقصص رؤیاك علیٰ اخوتك کہ خواب بھائیوں کے سامنے مت بیان کرنا' وہ تیرے خلاف سازش کریں گے لیکن اس کے باوجود رو رہے ہیں تو یہ تقاضائے بشریت نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات نازل فرما کر یقین دِلایا کہ بدر میں فتح تمہاری ہوگی۔ (الن یکفیکم ان یمدکم ربکم) مگر اس کے باوجود آپ (ﷺ) اتنا روئے کہ کمر مبارک سے کپڑا ہٹ گیا اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما عرض

کرنے لگے' حضور! ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں فرمائے گا۔

☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں حضور علیہ السلام نے خود ہی تو کئی سال پہلے بلکہ ان کی پیدائش سے بھی پہلے بتا دیا تھا مگر پھر بھی روئے (جیسا کہ احادیث میں ہے) تو اس سے معلوم ہوا کہ رونا عدم علم کی بجائے علم کی دلیل ہے۔

عقلی دلیل

باپ خود ہی اپنے بیٹے کو دوسرے ممالک میں بھیجتا ہے' بیٹا وہاں سے فون بھی کرتا ہے' خطوط و روپے بھی بھیجتا ہے مگر ماں باپ سب کچھ جاننے کے باوجود روتے ہیں کیونکہ جدائی کا دُکھ اپنی جگہ پہ ایک حقیقت ہے جب آج کے والدین اپنے نکمے سے بیٹے کی جدائی پہ روتے ہیں اور کوئی نہیں کہتا کہ ان کو علم نہیں اس لیے روتے ہیں تو قربان جائیں یعقوب علیہ السلام کے جنہوں نے یوسف جیسے بیٹے کی چالیس سال تک جدائی کو برداشت کیا۔ (وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم)

☆ حضور علیہ السلام اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پہ روئے حالانکہ آخرت کے حالات آپ پہ پوشیدہ نہ تھے اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بیٹے کی مدت رضاعت پوری کرنے کے لیے جنت میں دایہ کا انتظام کر دیا گیا ہے' رونا رحمت کی دلیل تو ہو سکتی ہے' لاعلمی کی نہیں۔

وہ آنکھ کتنی خوش نصیب ہے جو اپنے رب کی رضا کے لیے روتی ہے اور رو کر تو بندہ اللہ کی تقدیر جیت لیتا ہے۔

☆ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ابھی بچے تھے تو جنگلوں میں جا کر درختوں کو کلاوے میں لے کر اتنا روتے تھے کہ دیکھنے والے حیران ہو کر پوچھتے:

کتھوں اپنے درد لیونی درداں والیا یارا
دس دُکان اسانوں وی اوہ بنیں دلال ہمارا

☆ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستانی فوجی بھارت کے قیدی بن گئے جب ان کی گفتگو ریڈیو پہ سنائی جاتی یا ٹی وی پہ ان کی تصویر دِکھائی جاتی تو ان کے والدین اور اعزہ بلک بلک کر روتے اور ان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جاتی۔

☆ غزوۂ [illegible] کا آنکھوں دیکھا حال حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف میں مسجد

نبوی کے منبر معتبر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے فرمایا (یہ لڑائی ملک شام میں ہوئی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام فرمارہے تھے اخذالرأية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذها عبدالله بن رواحة فاصيب وان عيني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم لتذر فان (اى تسهلان بالدموع) اب جھنڈا زید نے پکڑ لیا ہے۔ پس وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے پکڑ لیا ہے۔ لو! وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اُٹھالیا ہے' وہ بھی شہادت پا گئے۔ (یہ منظر بیان کرتے ہوئے) حضور علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں۔ (صحاح ستہ)

☆.....قبر میں امتحان ہوگا ہر مسلمان کا ایمان ہے اور سب کو علم ہے لیکن اہل اللہ جب وہ منظر یاد کرتے ہیں تو گڑگڑا کر روتے ہیں۔ ثابت ہوا امتحان کے لیے بھی لاعلم ہونے کی شرط خودساختہ بلکہ خانہ ساز ہے۔

اب ہم قرآن مجید سے یعقوب علیہ السلام کے علم پہ دلائل پیش کرتے ہیں مگر اس سے پہلے علم کی شان میں چند دلائل پہ مشتمل ایک تمہیدی گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

علم کی فضیلت واہمیت

عن مالك انه بلغه ان لقمان الحكيم اوصى ابنه فقال يابنى جالس العلمآء وزاحمهم بركبتيك فان الله يحى القلوب بنور الحكمة كما يحى الله الارض الميتة بوابل السمآء ۔

امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا' اے بیٹے! علماء کی خدمت میں بیٹھا کرنا اور ان سے اپنے گھٹنے ملا دینا کیونکہ حکمت کے نور سے اللہ تعالیٰ دِلوں کو زندہ فرماتا ہے جیسے مردہ زمین کو آسمان کی بارش سے زندہ کرتا ہے۔

علماء حق اور علماء سو

مؤطا امام مالک کتاب العلم کی اس روایت کی شرح کرتے ہوئے علامہ اختر شاہ جہان پوری لکھتے ہیں:

علمائے دین کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے ارشادات سننا ہر مسلمان کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ پروردگارِ عالم نے اپنے کلام معجز نظام میں علمائے کرام کے بارے میں

یوں شہادت دی ہے:

انما يخشى الله من عباده العلمآء ۔ (۲۸:۳۶)

"اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

علمائے کرام کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے دل زندہ اور نور حکمت سے معمور ہو جاتے ہیں' دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا شعور آتا ہے' ایمان تازہ ہوتا اور دماغ جلا پاتا ہے اسی لیے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحب زادے کو علماء کی صحبت اختیار کرنے اور ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ یاد رہے کہ دین فہمی کے لحاظ سے تمام علمائے دین بظاہر ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن اپنے اپنے اعمال اور زاویہ نظر کے باعث ان حضرات کی دو مشہور قسمیں ہیں: ایک وہ جنہیں علمائے حق کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو حقیقت میں علمائے سوء ہوتے ہیں۔

علماء حق کی پہچان

علمائے حق وہ حضرات جن کی ساری بھاگ دوڑ کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنی اور دوسرے انسانوں کی عاقبت سنواری جائے' وہ اسی مقصد کے لیے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں اور حالات خواہ گرم ہوں یا نرم' نسیم سحر کے جھونکے مشامِ جاں کو معطر کررہے ہوں یا بادسموم کے جھکڑ چلیں' راستے میں فرشی سلام کرنے والوں کا ہجوم ہو یا قلعہ گوالیار کی قید و بند۔ غرضیکہ حالات مساعد ہوں یا نامساعد' انہیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔ عقیدت مندوں کا جمگھٹا یا بادِ مخالف کی تندی انہیں اپنے فرض سے غافل نہیں کرتی' نہ وہ اس پر نازاں نہ اس سے ترساں بلکہ حصولِ مقصد کی جانب ہر وقت رواں دواں رہتے ہیں یہاں تک کہ اپنا فرض پورا کر کے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

دوسرے حضرات یعنی علمائے سوء وہ ہیں جو علم میں بظاہر علمائے حق سے کم نہیں ہوتے لیکن ان مہربانوں کا مقصد دولت کمانا اور دنیاوی زندگی سجانا ہوتا ہے۔ کبھی سرکار و دربار تک رسائی کے لیے کوشاں ہیں تو کبھی امیروں وزیروں سے شناسائی کے خواہاں۔ کوئی ملتِ اسلامیہ سے علیحدہ وہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ضرار بنا رہا ہے اور کوئی اپنے تازہ فرقے کی بنیادیں اُٹھارہا ہے' کسی نے مسلمانوں کے خرمنِ اتحاد میں اختلاف کی

Scanned with CamScanner

چنگاری ڈال دی ہے اور کوئی اسے پھونکیں مار مار کر سلگا رہا ہے ایسے حضرات کی ساری تگ و دو جلبِ زر کے لیے ہوتی ہے تاکہ یہ چند روزہ زندگی آرام و راحت سے گزر جائے۔ علماء کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) جیسے دانائے راز اور صاحبِ نظر نے یوں فرمایا ہے:

"جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی بربادی کا سبب بھی یہی علماء ہیں۔ علماء ہی بہترین مخلوق اور علماء ہی بدترین مخلوق ہیں۔ لوگوں کا ہدایت یا گمراہی کی طرف گامزن ہونا بھی علماء ہی کے وجود سے وابستہ ہے' کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو اضلال و تضلیل کے کام سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فراغت کی وجہ پوچھی' ابلیس نے جواب دیا کہ میری جگہ اس وقت کے علماء کام کر رہے ہیں جو گمراہ کرنے کے لیے خود ہی کافی ہیں۔" (مکتوبات امام ربانی' دفتر اول' مکتوب ۵۳)

علماء سو کی مثال

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب حاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبِ گرامی لکھتے ہوئے علمائے سوء کی حقیقت و مضرت کو خوب تفصیل سے بیان فرمایا۔ انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ اس سرمایہ ملت کے نگہبان اور حقیقتِ نفس الامری کے رازداں نے کیا فرمایا ہے:

"علماء سوء پارس کے پتھر کی طرح ہیں جو لوہے اور تانبے کے ساتھ لگنے سے انہیں تو سونا بنا دیتا ہے لیکن خود پتھر ہی رہتا ہے اسی طرح اس آگ کا معاملہ ہے جو بانسوں اور پتھروں میں پوشیدہ ہوتی ہے کہ اہلِ جہان اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں لیکن اپنی ہی آگ سے پتھر اور بانس کوئی نفع حاصل نہیں کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے حضرات کا علم ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا کیونکہ علم نے ان پر حجت تمام کر دی۔ فرمانِ رسالت ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اسے نفع نہ دیا۔ ان کا علم کیوں ان کے لیے مضر نہ ہو جبکہ علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعث عزت اور جملہ موجودات میں اشرف ہے لیکن انہوں نے علم کو کمینی دنیا کمانے' مال و زر اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا ذلیل و خوار اور ساری مخلوق سے بدتر ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی ہے' اسے ذلیل کرنا

اور جو ذلیل ہے اس کی عزت کرنا حد درجہ دیدہ دلیری کی بات اور قبیح ہے۔ حقیقت میں یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی وغیرہ اسی وقت سود مند ہیں جبکہ یہ کام صرف رضائے الٰہی کے لیے کیے جائیں اور جاہ و منصب' حصولِ زر اور دنیاوی درجات کی ترقی وغیرہ خواہشات سے پاک ہوں۔ دنیاوی چیزوں میں زہد اختیار کرنا اور دنیا و مافیہا سے رغبت نہ رکھنا اس کی علامت ہے جو علماء اس مصیبت میں مبتلا اور کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں' وہ دنیا دار علماء ہیں۔ یہی علماء سوء ہیں جو سب لوگوں سے بُرے اور دین کے چور ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ پیش خویش وہ دینی مقتدا اور بہترین مخلوق بنتے پھریں۔" (مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۳۳)

نبیوں کے وارث کون ہیں؟

جو علماء حضرات انبیائے کرام کی نیابت کے شرف سے مشرف اور وارث علم پیغمبر کہلاتے ہیں' وہ علمائے حق ہیں جن کی منزل مقصود صرف آخرت ہوتی ہے اور دنیا کے مال و زر اور آرام و راحت کی قدر و قیمت ان کی نگاہوں میں ایک پرکاہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ سیم و زر اور لقمہ تر کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ ان کا طرۂ امتیاز الفقر فخری ہوتا ہے' دنیاوی معاملات میں وہ حضرات صبر و قناعت کے پیکر اور آخرت کی بھلائی کے حد درجہ حریص ہوتے ہیں' وہ دنیا اور آخرت کی حقیقت کے رازداں' سرمایہ ملت کے پاسباں اور اپنے اپنے قافلے کے میر کارواں ہوتے ہیں جبکہ علمائے سوء رخصتوں پر عامل' غافلوں میں شامل اور دنیا کی محبت میں کامل ہوتے ہیں' ان کی صحبت اکسیر اعظم و ذریعہ نجات ہے تو اِن سے میل جول زہر ہلاہل' عاقبت کی بربادی اور اندھیری رات ہے' وہ انسانوں میں سب سے بہتر اور یہ سب سے بدتر ہیں' انہیں سب سے زیادہ اجر و ثواب ملے گا اور انہیں سب سے زیادہ ذلت آمیز عذاب دیا جائے گا۔ علمائے حق کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"جو علماء دنیا سے منہ پھیرے ہوئے ہیں' جاہ و منصب اور مال کی محبت سے آزاد ہیں' وہ حضرات علمائے آخرت اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے وارث ہیں' یہی حضرات بہترین مخلوق ہیں' کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کو جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے خون سے وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ یہ فرمانِ

Scanned with CamScanner

رسالت ان کی شان میں ہی وارد ہوا ہے کہ علماء کا سونا عبادت ہے یہی تو وہ علماء ہیں جنہیں آخرت کا حسن و جمال پسند آیا اور دنیا کی قباحت اور بُرائی کا انہیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقاء کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو فنا اور زوال کے داغ سے داغ دار پایا ہے اسی لیے انہوں نے اپنی ذات کو باقی رہنے والی آخرت کے سپرد کر دیا اور فنا ہونے والی دنیا سے کنارا کش ہو گئے۔ عظمتِ آخرت کا مشاہدہ خدائے لم یزل ولایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ ہے اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جاننا مشاہدۂ آخرت کے لوازمات سے ہے۔" (مکتوبات امامِ ربانی دفتر اوّل مکتوب ۳۳)

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحب زادے کو ایسے ہی علماء کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت فرمائی تھی جو علمائے آخرت ہوں کیونکہ علمائے حق یہی ہیں اور علمائے سوء سے تو اس طرح بھاگنا چاہیے جیسے آدمی شیر سے بھاگتا اور پناہ گاہ تلاش کرتا ہے کیونکہ ایسے علماء کا شر متعدی ہے' ایک اسلام کے درجنوں اسلام بنا کر کھڑے کر دینا یہ ان حضرات کا کارنامہ ہے۔ ہر بھلائی اور بُرائی کا سرچشمہ حکومت اور علماء ہوتے ہیں' حکمران اپنے غلط کاموں پر ان حضرات سے شریعت کی مہر تصدیق ثبت کروا لیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العلم والعلماء

☆...... حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسولِ کریم ﷺ سے ان دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے۔

ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ جاتا تھا' لوگوں کو علم سکھاتا تھا جبکہ دوسرا دن کو روزہ رکھتا' رات بھر عبادت میں کھڑا ہوتا' ان دونوں میں سے بہتر کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النهار ویقوم اللیل کفضلی علی ادناکم ۔ (قرطبی ج۱ ص۱۸۸' مشکوٰۃ ص۳۶)

"وہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے پھر لوگوں کو علم دین سکھاتا ہے کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے' رات کو قیام کرتا ایسے

میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں نے رسولِ کریم ﷺ سے سنا ہے:

نضر الله امرا سمع منا شیئاً فبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی له من سامع ۔ (مشکوٰۃ ص۳۵)

"اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہرا بھرا رکھے جو ہم سے کچھ سنے پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں۔"

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

"اے لوگو! جو کوئی کچھ جانتا ہو تو وہ بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو' کہہ دے' اللہ تبارک وتعالیٰ جانے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا' فرما دیں میں دعوت و تبلیغ پر تم سے اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔" (مشکوٰۃ ص۳۷)

مطلب یہ کہ کوئی عالم کسی مسئلہ میں بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو از خود گھڑ کر نہ بتائے' ہمارے ہاں بے علمی' علم سے زیادہ ہے۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

"کیا تم جانتے ہو سب سے بڑا سخی کون ہے؟ عرض کیا' اللہ تبارک وتعالیٰ جانے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول کریم ﷺ جانیں (تو پھر خود ہی ارشاد فرمایا) اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے بڑا جواد ہے پھر اولادِ آدم' میں (ﷺ) سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد بڑا سخی وہ ہے جو علم سیکھے اور پھر اسے پھیلائے۔ وہ قیامت کے دن اکیلا امیر اور ایک جماعت ہو کر آئے گا۔" (مشکوٰۃ ص۳۷)

فائدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' مصطفیٰ کریم آقا ﷺ کے حضور کس قدر مؤدب تھے کہ نہ تو ہاں کہا اور نہ ہی نہیں کہا بلکہ انتہائی ادب و احترام سے عرض کرتے اللہ و رسولہ اعلم۔ صحابہ

Scanned with CamScanner

کرام رضی اللہ عنہم دونوں ہستیوں کا ایک ہی صیغہ سے ذکر کرتے۔ یہ ایسی سچائی ہے جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ نے قبولیت کی مہر ثبت فرما دی' خود رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **اغنهم الله ورسوله** اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے انہیں غنی کر دیا اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں اللہ جل جلالہ اور رسول کریم ﷺ کا بڑا فضل ہے اور بڑا کرم ہے۔

اس حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ اُمت میں سب سے بڑا درجہ عالمِ دین کا ہے' مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے۔ علم خواہ درس وتدریس کے ذریعے ہو یا دعوت وتبلیغ یا تالیف وتصنیف کے ذریعے سبھی اس میں شامل ہیں۔

ایک حدیث کی خاطر اتنی تگ ودو

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم ﷺ سے ایک حدیث شریف سُنی تھی اور حسنِ اتفاق سے وہی حدیث شریف سننے والوں میں مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ میں اس حدیث شریف کو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع کی تو پتہ چلا وہ مصر چلے گئے ہیں اس وقت اسلامی سرحدیں نبی کریم ﷺ کے صدقے' مصر وشام اور روم وایران تک پھیل چکی تھیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مفتوحہ علاقوں میں منتقل ہو گئے تھے۔ انہی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے جو مصر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ریگستانوں' وادیوں' صحراؤں اور دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے مصر پہنچ گئے۔ باوجود بڑھاپے کے علم' سماعتِ حدیث شریف کے شوق نے راستے کی کسی رکاوٹ اور پیچ وخم نے آپ رضی اللہ عنہ کو پریشان نہیں کیا۔ شب وروز چلتے رہے' مہینوں کی مسافت طے کرنے کے بعد جب مصر پہنچے تو سیدھے مصر کے گورنر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ مصر کے گورنر نے ملاقات کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا' **ماجاء ك يا ابا ايوب** "اے ابوایوب رضی اللہ عنہ کیسے تشریف لانا ہوا؟" تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' رسولِ کریم ﷺ سے میں نے ایک حدیث شریف سُنی ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس حدیث شریف کے سننے والوں میں میرے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے سوا اب کوئی اس دنیا میں موجود نہیں ہے لہٰذا کسی آدمی کو حکم

فرمائیں تاکہ وہ مجھے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دے۔

مصر کے گورنر نے ایک شخص حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا جو انہیں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ تک لے گیا۔ سلام' دعا اور معانقہ کے بعد حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' **ماجاء ك يا ابا ايوب** "اے ابوایوب! رضی اللہ عنہ کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟" انہیں بھی ارشاد فرمایا' میں نے ایک حدیث شریف نبی کریم ﷺ سے سُنی ہے اور اس کا سننے والا میرے اور آپ کے سوا کوئی دنیا میں موجود نہیں ہے اور حدیث شریف مومن کی پردہ پوشی کے بارے میں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' ہاں!

> **"من ستر مومنا على خزيه ستر الله' يوم القيامة" فقال ابو ايوب صدقت ثم انصرف ابو ايوب الى راحلته فركبها راجعا الى المدينة ـ**

> "جو کسی رسوائی کی بات میں مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے' کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا' میں نے بھی یہی سنا ہے اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے پاس آئے اور مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔"

گویا مصر کے دُور دراز سفر کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ اپنے کان سے سُنی ہوئی بات کو دوسرے کی زبان سے سُن لیں۔ علم وسماعتِ حدیث شریف' یہ وہ عشق وجذبہ تھا جس نے اسلام کو مذہب عشق بنا دیا۔ حضرت امام حافظ نیشاپوری علیہ الرحمہ نے واقعہ لکھنے کے بعد اپنے رقت انگیز تاثرات کو بایں انداز سپردِ قلم کیا ہے۔

> **فهذا ابو ايوب الانصارى على تقدم صحبته وكثرة سماعة من رسول الله ﷺ رحل الى صحابى من اقرانه فى حديث واحد ـ**

> یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابیت میں اقدم اور رسولِ کریم ﷺ سے کثیر الروایت ہونے کے باوجود صرف ایک حدیث شریف کے لیے اپنے ایک ہم عصر سے ملنے گئے اور دُور دراز کا سفر کیا۔ (انوار الحدیث)

Scanned with CamScanner

ایک حدیث کے لیے مدینہ سے دمشق آئے

حضرت کثیر بن قیس سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا' اے ابودرداء! رضی اللہ عنہ میں رسول کریم ﷺ کے شہر پاک مدینہ منورہ سے ایک حدیث شریف سننے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث شریف کو رسول کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں۔ (نیز آپ سے گزارش ہے) میں آپ کے پاس اس کے علاوہ کسی اور حاجت کے لیے نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا' میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بہشت کی راہوں میں سے کسی راہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر بچھاتے ہیں۔ یقیناً عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودہویں رات کے چاند کو سارے تاروں پر فضیلت ہے اور علماء انبیائے کرام (علیہم السلام) کے وارث ہیں اور انبیاء کرام (علیہم السلام) نے کسی کو درہم و دینار میں وارث نہیں بنایا۔ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔"

(مشکوٰۃ ص ۳۴' ابوداؤد ص ۱۵۷' ترمذی ج ۲ ص ۹۷)

حدیث شریف سے یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے' علم پڑھنے یا حدیث شریف سننے کے لیے سفر (لمبا یا تھوڑا راستہ طے) کر کے جائے' اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گزرنا آسان ہوگا جب طالب علم' علم میں مصروف ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لیے ملائکہ نیچے اُترتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں۔ علمائے دین کے لیے چاند' سورج' تارے اور آسمانی فرشتے زمین کے ذرے' سبزیوں کے پتے' مچھلیاں اور تمام دریائی جانور وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقاء سے عالم قائم ہے۔ علماء کی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف کے الفاظ

میں (بھم یمطرون و بھم یرزقون) علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی۔

تین آدمیوں کا حال

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک تین آدمی آئے' دو تو رسول کریم ﷺ کے سامنے آ گئے اور ایک چلا گیا۔ حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے رہے پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ اس میں بیٹھ گیا دوسرا سب سے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا جب رسول کریم ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا:

الا اخبركم عن النفر الثلاثة اما احدهم فاوى الى الله فاواه الله اليه واما الاخر فاستحيى فاستحى الله منه واما الاخر فاعرض فاعرض الله عنه ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

"کیا میں تمہیں تین آدمیوں کا حال نہ بیان کروں' ایک نے تو ان میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ لی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو جگہ دی' دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس سے حیا فرمایا اور تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کے بغیر علم کی مجلس سے چلے جانا مذموم ہے اور عالم پر ضروری ہے کہ طالب علم کو بیٹھنے کی جگہ دے' اور مجلس میں آنے والے کو چاہیے کہ جہاں جگہ ملے وہاں ہی بیٹھ جائے۔

قیامت کب آئے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس شریف میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہم کلام تھے (انہیں تعلیم فرما رہے تھے) اتنے میں ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور پوچھنے لگا' قیامت کب آئے گی؟" نبی کریم ﷺ اپنی گفتگو میں مصروف رہے (سائل کو جواب نہ دیا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے کہا' آپ ﷺ نے اس کی بات سُنی لیکن پسند نہ کی۔ بعض نے کہا' آپ

Scanned with CamScanner

ﷺ نے اس کا کلام سنا ہی نہیں جب آپ ﷺ بات مکمل کر چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

این اراه السائل من الساعة ۔

''قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟''

اس نے عرض کیا' حاضر ہوں یارسول اللہ! (ﷺ) آپ ﷺ نے فرمایا' **فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة** ۔ ''جب امانت ضائع کی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرو۔'' اس نے عرض کیا' امانت کا ضیاع کیسے ہوگا؟ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا:

اذا وسدا لا مر الی غیر اهله فانتظر الساعة ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۴)

''جس وقت امور نااہلوں کے حوالے کیے جانے لگیں گے تو قیامت کا انتظار کرو۔''

یعنی حکومت اور عہدے ایسے لوگوں کو ملیں گے جو اس کی لیاقت نہ رکھتے ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکام کو اپنے بندوں پر امین بنایا ہے اور ان پر ان کے ساتھ اخلاص کرنا فرض کیا ہے لہٰذا (چناؤ کرنے والوں کو چاہیے کہ) دین دار اور امانت کے اہل لوگوں کو حکومتی امور کا متولی کریں اور ان کو حاکم مقرر کریں جو لوگوں کے امور خوش اسلوبی سے سرانجام دیں اور جب وہ دین دار لوگوں کو حاکم نہ بنائیں تو وہ امانت کو ضائع کردیں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر فرض کی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ خیانت کرنے والوں کو امین بنایا جائے گا۔''

یہ اس وقت ہوگا جب جہالت کا غلبہ ہوگا اور جو اہلِ حق اس کا اہتمام کرتے ہیں' کمزور ہوجائیں گے۔

نوٹ: آپ ﷺ نے سائل کو جواب دینے میں اس لیے دیر فرمائی تاکہ اپنا کلام پورا فرمالیں۔ نیز سننے والوں پر کلام خلط ملط نہ ہو۔

آپ ﷺ نے اپنے نورانی عمل مبارک سے جو تعلیم دی ہے' وہ یہ بھی ہے کہ قاضی' مدرس اور مفتی پر لازم ہے کہ جو کام پہلے کرنا ضروری ہو اور وہ اہم ہو تو اسے پہلے کرلیں پھر غیر ضروری کام سرانجام دیں۔ نیز طالب علم کو یہ ادب بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جب عالم گفتگو میں مشغول ہو تو وہ سوال نہ کرے تاکہ لوگوں سے جاری گفتگو منقطع نہ ہو۔

مسئلہ سمجھانے کا اندازِ نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ایک سفر میں ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے' سفر شروع تو آپ ﷺ کے ساتھ کیا مگر آپ ﷺ (کسی وجہ سے) پیچھے ٹھہر گئے پھر آپ ﷺ نے ہمیں آ لیا جبکہ ہم نماز (عصر) کے لیے (جو مؤخر ہو چکی تھی اور ہم جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے اور اپنے پاؤں کو ہلکا سا دھو رہے تھے ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم مسح کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے بلند آواز سے پکارا:

ویل للاعقاب من النار ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۴)

''ایڑھیوں کے لیے جہنم میں ہلاکت ہے۔''

آپ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایسا دو یا تین مرتبہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے با آوازِ بلند پکارا۔ معلوم ہوا ضرورت کے وقت بلند آواز سے نصیحت کی جاسکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آ رہے تھے' ان کا خیال تھا کہ کریم آقا ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو آپ ﷺ کے ساتھ ہی نمازِ عصر ادا کریں گے مگر جب وقت تنگ ہوگیا' نماز کے فوت ہونے کا خطرہ محسوس ہوا تو جلدی جلدی وضو کرنے لگے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ان کے ناقص وضو کو پسند نہ کرتے ہوئے فرمایا ''ایڑھیوں کے لیے جہنم میں ہلاکت ہے۔'' اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے کیونکہ پاؤں کا معمولی سا حصہ خشک رہ جانے پر سخت تعزیر فرمائی اگر پاؤں پر مسح کافی ہوتا تو ایڑھی کا غسل ترک کرنے پر اس قدر وعید نہ ہوتی اس حدیث شریف سے ان حضرات کا رد ہے جو وضو میں پاؤں کے مسح کو کافی سمجھتے ہیں۔

طالب علم کا امتحان لینا

طالب علموں کے فہم و ذکاء کا امتحان لینے کے لیے مسائل دریافت کرنا مستحب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

ان من الشجر شجرة لایسقط وانها مثل المسلم ۔

''درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔''

بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا' میرے دل میں یہ خیال واقع ہوا کہ وہ کھجور ہی ہو گی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کون سا درخت ہے۔ قال هی النخلة ۔ (بخاری ج ۶ ص ۱۴) ''آپ ﷺ نے فرمایا' وہ کھجور کا درخت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے چھوٹے تھے' بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور ان کی توقیر کے باعث بیان نہ کر سکے۔ آپ علم کے باوجود ادباً اور حیاء کے طور پر نہ بولے۔

قابلِ توجہ

اس درخت کا نفع زیادہ' سایہ دائمی اس کا پھل عمدہ اور ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ جس وقت اس کا پھل ظاہر ہوتا ہے اس وقت سے لے کر خشک ہونے تک اسے کھایا جاتا ہے اور اس کی لکڑی' پتوں اور شاخوں سے کافی نفع لیا جاتا ہے۔ ستون' چھڑیاں' رسیاں' برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ درخت اونٹوں کے لیے چارہ بھی ہیں اور ان کی خوب صورتی اور تروتازگی سب منافع ہیں جیسے مومن کثرت اطاعت اور مکارم اخلاق کے باعث خیر ہی خیر ہے۔ وہ نماز' روزے' قرأتِ قرآن مجید' وظائف اوراد' صدقات اور تمام افعالِ خیر ہمیشہ کرتا ہے۔ ان میں مومن ہمیشہ مصروف رہتے ہیں جیسے کھجور کے پتے دائمی ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے یہ درخت سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم شریف سے بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوا ہے اور یہ لوگوں کی پھوپھی کی مانند ہے۔ بعض علماء نے اس درخت کی مسلمان سے مشابہت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب اس کا سر کاٹ دیا جائے تو یہ مر جاتا ہے جبکہ دوسرے درختوں کا یہ حال نہیں' وہ نیچے سے پھوٹ پڑتے ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۱ ص ۲۲۹)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' انہوں نے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا' آپ ﷺ اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص اس کی مہار یا نکیل پکڑے ہوئے تھا۔

آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

ای یوم هذا؟ ''آج کون سا دن ہے؟''

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فسكتنا حتى ظننا انه سيسميه سوى اسمه ۔ ''ہم (ادباً) خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اليس يوم النحر؟ ''کیا یہ یوم النحر نہیں؟''

ہم نے عرض کیا' جی ہاں! آج یوم النحر ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

فای شهر هذا؟ ''یہ کون سا مہینہ ہے؟''

ہم ادباً خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام لیں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اليس بذی الحجة؟ ''یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔''

ہم نے عرض کیا' جی ہاں! یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فان دماء كم واموالكم واعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا فی شهر كم هذا فی بلدكم هذا ليبلغ الشاهد الغائب' فان الشاهد عسى ان يبلغ من هو اوعى له منه ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

''تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں آپس میں حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت' اس مہینے میں اس شہر میں ہے چاہیے کہ (میرا یہ پیغام) حاضر غائب کو پہنچا دے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ حافظ ہو۔''

لوگ اس دن کی حرمت' اس ماہ کی حرمت اور اس شہر کی حرمت پر یقین رکھتے تھے' لوگوں کو دن اور مہینے کا نام بھی آتا تھا لیکن اس خیال سے ادباً چپ رہے کہ شاید آپ نے اس دن اور مہینے کا کوئی اور نام رکھنا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اس دن اور ماہ و شہر کے تقدس و احترام کو دلیل ٹھہراتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تمہارے نزدیک اس دن' ماہ اور شہر کی حرمت ہے ایسے ہی تمہارے لیے آپس میں ایک دوسرے کا خون' مال اور عزت قابلِ احترام ہے لہٰذا قتل و غارت گری' لوٹ کھسوٹ اور لوگوں کی عزت کو برباد کرنے سے بچو اس حدیث شریف سے یہ بھی حکم ملتا ہے کہ جو کوئی شخص کسی سے حدیث شریف

Scanned with CamScanner

سنے وہ اپنے پاس نہ رکھے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچا دے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرا سننے والا پہلے سنانے والے سے زیادہ حافظ ہو اس طرح امانت ارشاد محفوظ ہوتے ہوئے دوسروں تک چلی جائے گی۔

حصولِ حدیث کا شوق اور صحابۂ کرام

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ جلیل القدر صحابی ہیں' انہوں نے حضرت محمد ﷺ سے کثیر تعداد میں حدیثیں روایت کی ہیں' اکثر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ خود ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس جنگوں میں شرکت فرمائی جن میں سے انیس میں میں بھی شریک ہوا۔ یہ بھی انہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات میرے لیے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت جابر ؓ کو علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔

انہیں پتہ چلا کہ مصر کے قاضی حضرت عبداللہ بن انیس جہنی انصاری ؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے جو کسی دوسرے صحابی کے پاس نہیں ملی۔

حضرت جابر ؓ نے بازار جا کر ایک اونٹ خریدا اس پر کجاوہ کسا اور سوار ہو کر مدینہ منورہ چل دیئے۔ ایک ماہ تک جنگلوں اور صحراؤں کو طے کرتے ہوئے مصر پہنچ گئے۔ پوچھتے پوچھتے حضرت عبداللہ بن انیس ؓ کے گھر پہنچ گئے اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' ایک سیاہ فام غلام نے باہر آ کر پوچھا' آپ کون ہیں؟ فرمایا' جابر بن عبداللہ' غلام نے اپنے آقا عبداللہ بن انیس کو بتایا کہ جابر بن عبداللہ ؓ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا' ان سے جا کر پوچھو کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں؟ غلام نے باہر آ کر پوچھا' کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں؟ حضرت جابر ؓ نے فرمایا' ہاں! حضرت عبداللہ ؓ نے خود باہر آ کر ملاقات کی اور معانقہ کیا پھر دریافت کیا قصاص کے بارے میں آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔

آپ کے سوا اس حدیث کا روایت کرنے والا کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ میں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ آپ کا انتقال ہو جائے یا میرا' آپ سے وہ حدیث حاصل کر لوں۔ چنانچہ وہ حدیث سُن کر خوشی سے واپس مدینہ منورہ چلے گئے' مصر میں داخل ہوتے ہوئے اور نہ ہی اس کے نظاروں سے لطف اندوز ہوئے بلکہ سفر کی تھکاوٹ دُور کرنے کے لیے

آرام تک نہ کیا۔ انہوں نے دنیا کی زیب و زینت اور دلکش مناظر میں بالکل دلچسپی نہ لی اور بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کو دونوں جہانوں کا سرمایہ جانتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا۔

یہ تھا صحابہ کرام ؓ کا شوقِ علم اور اس کے لیے دُور دراز کے سفر کی مشقتوں کا برداشت کرنا' ان کے علمی شوق کے آگے کوئی چیز سدراہ نہیں ہو سکتی تھی اور نہ ہی وہ کسی رکاوٹ کو خاطر میں لاتے تھے' ان کے دِلوں میں علم کی رفعت و عظمت جاگزین تھی' وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظمت پناہ میں ایک طالب علم کے لیے کتنی بخشش ہے؟ اور کتنا شاندار ثواب ہے؟ اس لیے وہ علم کا مختصر سا حصہ حاصل کرنے کے لیے طویل سفر کی مشقتوں اور صعوبتوں کی برداشت کر لیتے تھے۔ (آمدم برسر مطلب)

علم یعقوب علیہ السلام پہ قرآنی دلائل (تمام آیات سورۂ یوسف کی ہیں)

(۱) قال یبنی لاتقصص رؤیاك علی اخوتك فیکیدوالك کیدا ۔

(سورۂ یوسف:۵)

(جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے چاند سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں تو یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا' اے میرے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا' وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ گیارہ ستارے بھائی ہیں اور چاند' سورج والدین ہیں اور بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے ان کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور پھر وہ چال چلیں گے' یہ خواب یوسف علیہ السلام کو بارہ سال کی عمر میں آیا اور (وخروا لہٗ سجدا) سجدہ چالیس سال کے بعد ہوا۔ گویا آپ نے چند لفظوں میں ساری زندگی کا نقشہ پیش کر دیا اور جیسے آپ نے فرمایا' ویسے ہی ہوا اور علم کس کو کہتے ہیں؟ تمہارا یہ کہنا کہ کل کی کسی کو خبر نہیں اور یعقوب علیہ السلام چالیس سال کے بعد کی خبر دے رہے ہیں جبکہ ہمارے آقا علیہ السلام نے قیامت کے بعد کی خبر ارشاد فرمائی ہیں۔

لکھ شمس قمر قربان کراں ہک احمد دے گھنڈ کھولن توں
دل آب حیات کوں گھول گھتاں مٹھے عربی دے لب چولن توں

خود آپ خدا جنت وارے اس عرب شریف دے ڈھولن توں
لکھ جان کرے قربان فرید اوہدے مٹھڑے بولن توں

تفسیر بیضاوی، روح البیان، روح المعانی، عنایہ اور فتوحات الٰہیہ میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ سب کچھ ہوگا لیکن جونہی دیکھا کہ تقدیر مبرم ہے تو سر تسلیم خم کر دیا اور ایسا کہ دعا تک نہ فرمائی کہ میرے بیٹے کو اس آفت سے بچا لیا جائے۔

روح البیان میں یہ بھی ہے:

فلهذا كانت الرؤياء الصالحة جزء من اجزاء النبوة لانها فرع من الوحى الصادر من الله و تاويل الرؤياء جزء من اجزاء النبوة لانه علم لدنى يعلمه الله من يشاء من عباده ۔

پس اسی لیے اچھے خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں کیونکہ وحی کی شاخ (فیضان) ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور خواب کی تعبیر بھی نبوت کے اجزاء میں سے ہے کیونکہ یہ ایسا علم ہے جو اللہ کی طرف سے (علم لدنی) ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے، عطا فرما دے۔

(۲) قال انى ليحزننى ان تذهبوا به و اخاف ان ياكله الذئب وانتم عنه غفلون ۔ (یوسف:۱۳)

جب بھائیوں نے دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام کی محبت سب سے زیادہ یوسف علیہ السلام ہی سے ہے تو حسد کرنے لگے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حسد کی وجہ سے وہ نبوت سے محروم کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم میں حسد آ گیا ہے جو ایک عیب ہے اور نبی ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کسی نے کہا، یوسف کو شہید کر دینا چاہیے۔ (لقد كان فى يوسف واخوته ايت للسائلين) مندرجہ بالا آیتِ کریمہ یعقوب علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب بھائیوں نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یعقوب علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا:

قالوا مالك لا تامنا على يوسف وانا له لنا صحون ۔

"آپ ہم پہ یقین کیوں نہیں کرتے، ہم کوئی یوسف کے بدخواہ تو نہیں۔"

امام غزالی علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس وقت یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں

کانپنے لگے۔ واصفر وجهه چہرہ زرد ہو گیا، دانت بجنے لگے۔

كانى علم بالفراسة مافى نفوسهم من الشر ۔

گویا آپ نے فراست نبوت سے ان کے دِلوں میں چھپے ہوئے شر کو معلوم کر لیا۔ (یاد رہے عام مومن کی فراست جس کے بارے میں فرمایا گیا:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله ۔

"مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، ظنی ہے اور نبی کا جب خواب بھی وحی ہے تو فراست کیوں نہ یقینی ہوگی۔")

بہرحال آپ نے فرمایا، مجھے خطرہ ہے کہ تم یوسف (علیہ السلام) کو لے جاؤ گے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے جبکہ تم غافل ہو، تمام درسی کتابوں اور تفاسیر میں اخاف ان ياكله الذئب میں الذئب پہ الف لام کو عہد ذہنی قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس بھیڑیئے کے بارے میں انہوں نے بعد میں آ کر کہنا تھا، یعقوب علیہ السلام کے ذہن میں اس کے بارے میں پہلے سے ہی سارا علم تھا جو آپ نے ان کو بتا دیا یعنی آپ جانتے تھے، وہ کیسا بھیڑیا ہوگا۔

المختصر یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ روانہ کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ قمیص پہنائی جو انہوں نے نمرودی آگ میں جاتے وقت پہن رکھی تھی اور وہ قمیص جبرائیل امین علیہ السلام جنت سے لائے تھے جو نسل در نسل یعقوب علیہ السلام کے پاس آئی اس قمیص کی برکت تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام خوفناک کنویں کے اندر بھی محفوظ رہے اور قدرتِ خداوندی سے جبرائیل علیہ السلام نے جنتی تخت یوسف علیہ السلام کے قدموں میں رکھ دیا۔

(۳) فلما ذهبوا به واجمعوا ان يجعلوه فى غيبت الجب واوحينا اليه لتنبئنهم بامرهم هذا وهم لايشعرون ۔ (یوسف:۱۵)

پھر جب وہ (بھائی) لے گئے اس (یوسف علیہ السلام) کو اور سب اس بات پہ متفق ہو گئے کہ انہیں اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے انہیں (یوسف علیہ السلام کو) وحی بھیجی کہ تم ان کو ان کی یہ حرکت (ایک دن) ضرور جتاؤ گے۔

یہ آیت اگرچہ صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو وحی کے

Scanned with CamScanner

ذریعے خبر دی کہ آنے والے وقت میں تم ان کا یہ کرتوت انہیں یاد دلاؤ گے لیکن اس سے یہ استدلال تو ہو سکتا ہے کہ جب بیٹے (یوسف علیہ السلام) کا علم یہ ہے تو باپ (یعقوب علیہ السلام) کا علم کیا ہوگا۔

(۴) وجاء وا اباھم عشاء یبکون...... قال بل سولت لکم انفسکم امرا ۔ (آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸)

جب ساری کارروائی کر کے برادرانِ یوسف روتے ہوئے یعقوب علیہ السلام کے پاس عشاء کے وقت پہنچے اور لگے اپنی صفائی پیش کرنے کہ ہم یوسف سے دُور نکل گئے اور ان کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا' بھیڑیا آیا اور اس کو کھا گیا۔ بے شک ہم سچے ہیں مگر جانتے ہیں آپ ہم پہ یقین نہیں کریں گے اور یوسف علیہ السلام کی قمیص پہ جھوٹا خون لگا لائے' تب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا' یہ بات تمہارے نفسوں (دلوں) نے تمہارے لیے گھڑی ہے اور میں تو صبر ہی کروں گا اور اللہ سے ہی مدد چاہوں گا جو تم کہہ رہے ہو۔

قال بل سولت لکم انفسکم امرا کے الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو ان کے سارے منصوبے کا علم تھا جو آپ نے ان لفظوں کے ذریعے ان پر ظاہر فرما دیا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ اگر علم تھا تو بھیڑیئے کو کیوں بُلایا گیا؟

جواب: اگرچہ بھیڑیئے کو بُلانے کا ذکر قرآن میں نہیں لیکن اگر مان بھی لیں کہ بھیڑیئے کو بُلا کر اس سے پوچھا گیا تو اس وجہ سے نہیں کہ آپ نہ جانتے تھے بلکہ بھیڑیئے کی زبان سے بیٹوں کو لاجواب اور جھوٹا قرار دینے کے لیے۔

جس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبیوں کو گواہ کے طور پر بُلائے گا تا کہ ان کو جھٹلانے والے لاجواب ہو جائیں اور اتمام حجت ہو جائے حالانکہ اللہ کو کیا ضرورت ہے گواہ طلب کرنے کی وہ تو سب کچھ جانتا ہے۔

اور پھر اس میں یعقوب علیہ السلام کا معجزہ بھی ہے کہ آپ نے بھیڑیئے کو معجزے کے ذریعے قوتِ گویائی سے نوازا اور بیٹوں کو بتاتا تھا کہ دیکھ لو تم نے تو یوسف (علیہ السلام) کی توہین کی ہے مگر بھیڑیئے تک اس کا احترام کرتے ہیں۔

تفاسیر میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کو روانہ کرتے ہوئے یعقوب علیہ السلام بہت

روئے اور فرمایا' تیرے جانے سے مجھے جدائی کی بُو آ رہی ہے مگر تقدیر میں یوں ہی لکھا ہے' اچھا جا! تو مجھے یاد رکھنا اور میں تجھے نہیں بُھلاؤں گا۔

لطیفہ:

جاہل عوام اور بے علم پیر لوگوں کو علماء سے متنفر کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ بھیڑیئے نے کہا' اے یعقوب علیہ السلام! اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو میں چودہویں صدی کے مولویوں سے اُٹھایا جاؤں۔ استغفر اللہ! وارثانِ علم نبوت کے بارے میں

یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہو گی

قرآن پاک میں جتنا تفصیل سے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا' اتنا تفصیلی کوئی اور واقعہ نہیں ہے مگر ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں ہے کہ جس سے اس ''بکواس'' کی نشاندہی ہوتی ہو۔ علماء کے بارے میں ایسی باتیں کرنے والے اپنے سینوں کو علم کی روشنی سے محروم کیے ہوئے ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے' میں داتا صاحب حاضر ہوا تو ایک جاہل پیر اپنے مریدوں کو یہی کہہ کر علماء سے بدظن کر رہا تھا اور وہ بے چارے واہ واہ کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ پیر صاحب! یہ کس نے کہا تھا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو میں چودہویں صدی کے مولویوں میں سے ہو جاؤں۔ جھٹ سے بولا' بھیڑیئے نے۔ میں نے کہا' اللہ نے تو نہیں فرمایا؟ کہنے لگا نہیں' بھیڑیئے نے۔ میں نے کہا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے' بھیڑیئے تو آج بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ مریدوں کو تو شاید سمجھ آئی کہ نہ آئی مگر ''کانے کو کان کھڑک گیا'' اگر اندھے مریدوں کو معلوم ہو جاتا ہے ہمارے پیر کو کیا کہہ گیا ہے تو پتہ نہیں کیا ہوتا مگر

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

(۵) وقال یبنی لاتدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة ۔ (یوسف: ۶۷)

''اور فرمایا (یعقوب علیہ السلام نے) اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا' میں تمہیں اللہ سے نہیں بچا سکتا' حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔''

Scanned with CamScanner

اس آیتِ کریمہ میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تقدیر کے اس پھیر سے آگاہ فرمایا جو ان کو گھیرے میں لینے والا تھا مثلاً بنیامین کا یوسف علیہ السلام کے پاس رہنا‘ چوری کا واقعہ‘ بنیامین کا اکیلے رہ جانا اور یوسف علیہ السلام کا اپنے ساتھ ملا کر دروازے سے گزرنا‘ یہ ساری باتیں یعقوب علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیں۔

اس علم کی طرف اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ ”جب وہ اپنے باپ کے حکم کے مطابق شہر میں داخل ہوئے......**الا حاجة فی نفس یعقوب قضٰها** ہاں یعقوب علیہ السلام کے دل میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کر لی۔ بتاؤ یہ خواہش کیا تھی؟ ورنہ مانو کہ:

وانه لذو علم لما علمنه ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔

”بے شک وہ بڑے صاحبِ علم ہیں‘ ہمارے (اللہ کے) سکھائے سے مگر اکثر لوگ (چونکہ خود) نہیں جانتے اس لیے ان کے علم کی بھی نفی کرتے رہتے ہیں۔“

روح المعانی میں ہے اکثر الناس سے مشرکین مراد ہیں۔ ثابت ہوا کہ نبیوں کے علوم کے منکر مشرک ہوتے ہیں مگر یہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے‘ انبیاء کے علوم کا انکار کوئی کرے اور مشرک‘ ہم (سُنی) ہو جائیں۔

؎ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۶) عسى الله ان یاتینی بهم جمیعا ۔ (یوسف:۸۳)

جب بنیامین کو بھی یوسف علیہ السلام کے پاس رہنا پڑا اور یعقوب علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع دی گئی تب آپ نے فرمایا ”عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ سے ملائے گا۔ بھم ضمیر جمع کی اس لیے ہے کہ ایک بھائی (یہودا) بضد تھا کہ میں بنیامین کو ساتھ لے کر جاؤں گا ورنہ میں بھی اس کے ساتھ ہی رہوں گا تو تین (یوسف‘ بنیامین اور یہودا) جمع کی ضمیر کے مصداق قرار پائے۔

اگر یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف سے لاعلم ہوتے تو بھا فرماتے کہ وہ دونوں (یہودا اور بنیامین) میرے پاس آئیں گے لیکن بھم فرما کر یعقوب علیہ السلام کے علم کے منکروں کے منہ پہ زناٹے دار طمانچہ مارا گیا اور پھر عسیٰ سے قریب کے وقت کی طرف بھی واضح اشارہ کر دیا کہ بس اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں اور جمیعا کہہ کر بتا دیا کہ

علیحدہ علیحدہ نہیں بلکہ تینوں بھائی اکٹھے میرے پاس آئیں گے اس ایک جملے میں کتنی ہی غیبی خبریں یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمائیں۔

؎ مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

روح البیان میں ہے:

وتکلم یوسف فی بطن امه ۔

”یوسف علیہ السلام نے اپنی ماں کے پیٹ میں ہی بتا دیا تھا کہ میں طویل زمانہ اپنے باپ سے جدا رہوں گا۔“

فاخبرت امه والده بذلك فقال اکتمی امرك ۔

”آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے والد ماجد کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا‘ بات کو راز میں رکھ۔“

علم یعقوب علیہ السلام کے منکرو! اب تو مان جاؤ‘ تم تو یوسف علیہ السلام کے باپ کے علم کا انکار کر رہے تھے اب تو ان کی ماں کا علم بھی ثابت ہو گیا۔

؎ جو تیری سمجھ میں نہ آ سکا تو تیری سمجھ کا قصور ہے

(۷) یبنی اذهبوا فتحسسوا من یوسف واخیه ولا تایئسوا من روح الله ۔ الخ (یوسف:۸۷)

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے چالیس یا اسی سال بعد جبکہ سارے مایوس ہو گئے‘ ارشاد (فرمایا) اے میرے بیٹو! یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیوں کہ اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں اگر علم نہ تھا تو اتنی مدت کے بعد تلاش کرنے کا حکم دینا چہ معنیٰ دارد؟ اور پھر یوسف واخیه میں واؤ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے۔ معلوم ہوا وہ یہ بھی جانتے تھے‘ میرے دونوں لعل اکٹھے ہیں ورنہ تلاش تو صرف یوسف علیہ السلام کو کرنا تھا‘ بنیامین کو تو سارے بھائی جانتے ہی تھے کہ کہاں ہیں۔

؎ شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات

ایک عجیب نکتہ

کنعان سے مصر کا فاصلہ بہت زیادہ (دو سو چالیس میل) ہے اور وہ کنواں جس میں

Scanned with CamScanner

بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو پھینکا تھا' وہ کنعان سے صرف نو میل کے فاصلے پر ہے مگر حیرانگی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کنویں میں تھے تو یعقوب علیہ السلام نے نہ کہا کہ جاؤ تلاش کرو یا مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے اور جب سینکڑوں میل دُور مصر میں تھے تو یبنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف بھی فرمایا اور انی لاجد ریح یوسف بھی فرمایا۔ یہی بات کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھی جس کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان فرمایا ہے:

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی — چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہاں است — دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے برطارم اعلیٰ نشینم — گہے برپشت پائے خود نہ بینم

"کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا' اے روشن دل والے عقل مند بزرگ! مصر جو کنعان سے سینکڑوں میل دُور تھا وہاں سے آپ نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کو سونگھ لیا اور جب قریب ہی کنویں میں جلوہ گر تھے اس وقت آپ ان کو کیوں نہ دیکھ سکے؟"

فرمایا "ہمارے حالات بجلی کی مانند ہوتے ہیں' کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ کبھی تجلیات ربانی میں اتنے مستغرق ہوتے ہیں کہ اپنی بھی ہوش نہیں ہوتی اور کبھی جب ادھر سے توجہ واپس آتی ہے تو سارے جہان کو رائی کی طرح دیکھتے ہیں۔" (مفہوم)

(۸) ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ ۔(یوسف:۲۴)

"اس عورت (زلیخا) نے تو اس مرد (یوسف علیہ السلام) کا ارادہ کر لیا اور وہ بھی ارادہ کر لیتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔"

تفسیر روح البیان' بیضاوی' روح المعانی اور امام غزالی وسیوطی علیہما الرحمۃ نے لکھا کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کا ارادہ کر لیا تو یوسف علیہ السلام کے اوپر سے چھت کھل گئی اور یعقوب علیہ السلام جلوہ گر ہو گئے اور اشارے سے سمجھایا کہ اے یوسف! جس کام کی طرف تجھے یہ دعوت دے رہی ہے' وہ تیرے شایانِ شان نہیں' یہ تو جاہلوں کا کام ہے۔

(انفرجت سقف البیت فرای یعقوب۔ رواہ الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے وَالد بھی تھے اور مرشد بھی تھے اور ایسے وقت میں مرشد نہیں آئے گا تو کب آئے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخارا سے چل کر مینارہ سے گرنے والی اپنی مریدنی کو سنبھال لیتے ہیں۔

تو میناریوں تھلے آئی میں چل بخاریوں آیا

غوث پاک فرماتے ہیں' میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور مرید کا ستر کھل جائے تو میں اس کو ڈھانپ لیتا ہوں تو پھر یعقوب علیہ السلام تو نبی بھی تھے اور نبی کے باپ بھی تھے' نبی کے بیٹے بھی تھے اور نبی کے پوتے بھی تھے۔

کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم' یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

دست پیراز غائباں کوتاہ نیست
دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

مرشد کا ہاتھ غائب مریدین سے دُور نہیں ہوتا کیونکہ یہ ہاتھ صرف اللہ کے قبضے میں ہوتا ہے اور اس کے حکم سے ہر جگہ دُور و نزدیک تصرف کرتا ہے۔

امداد السلوک ص۱۰۱ پہ بھی ہمارے اس عقیدے کی سچائی ملاحظہ ہو "ہم مرید یقیں داند کہ روح شیخ مقید بیک زماں نیست" پس ہر جا کہ مرید بامرشد قریب یا بعید روحانیت اور دُور نیست شیخ رالقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند

خود اگر چاہیں تو ایک ہی سانس میں غیر نبی پیر کو حاضر و ناظر' مشکلکشا اور مختار مان لیں تو توحید سلامت' اور ہم اگر اللہ کے کسی نبی بلکہ امام الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں بھی ایسا عقیدہ رکھیں تو بدعتی بھی اور مشرک بھی (یہ مذہب ہے یا ایکسیڈنٹ)

نکات

☆.....لوگ کہتے ہیں یوسف علیہ السلام کا کمال ہے کہ رات کا وقت' ساتویں کوٹھڑی' حسینہ عالم دعوت دے اور پھر بچ گئے۔ میں کہتا ہوں ہاں واقعی کمال ہے مگر یاد رکھو

یوسف علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے اور اللہ کا ہر نبی معصوم من الخطا ہوتا ہے۔ انہوں نے تو بچنا ہی تھا۔ ارے کمال تو یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کا دامن پکڑ کے زلیخا بچ گئی آ جا تو بھی میرے غوث کا دامن پکڑ لے۔ (صاحب زادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کا جوشیلے انداز میں تقریری نکتہ)

☆...... تفسیر نعیمی وضیاء القرآن میں امام رازی کے حوالے سے لکھا ہے:

الوجز عن التهاون فى حفظه وان كان يعلم ان الذئب لايصل اليه .

کہ یعقوب علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیا نہ کھا جائے تو یہ ان کی حفاظت میں سستی کرنے پہ تنبیہ کرنا مقصود تھا ورنہ آپ جانتے ہی تھے کہ بھیڑیا ان کے قریب بھی نہیں آ سکتا اسی لیے کسی اور جانور کا نام نہ لیا پھر یوسف علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے ویسے بھی اس عمر کا بچہ یعنی عمر بارہ سال ہو قد چھ فٹ ہو تو بھیڑیا کھائے گا کیا' وہ تو حملہ ہی نہیں کر سکتا کیونکہ بھیڑیا رات کو حملہ کرتا ہے اور یہ تو دن تھا ویسے بھی اس علاقے میں بھیڑیے بہت کم پائے جاتے تھے بلکہ چند دن پہلے انہی بھائیوں کو ان کے آئندہ کرتوت کی وجہ سے بھیڑیے کی شکل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھایا گیا۔

☆...... جب یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کی بارگاہ میں دوسری مرتبہ غلہ مانگنے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يـا ايهـا الـعزيز مسنا واهلنا الضر وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الكيل وتصدق علينا .

ہم سخت فاقے میں اور تکلیف میں ہیں اور اس بار تو پونجی بھی بے قدر اور کھوٹی ہے لیکن آپ ہمیں غلہ پورا پورا ہی دے دیں۔ چلو ہمیں خیرات ہی دے دیں اس وقت آپ نے فرمایا:

هل علمتم مافعلتم بيوسف واخيه اذ انتم جاهلون .

''کیا جانتے ہو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا ناسمجھی میں۔ بتاؤ اب تمہاری سزا کیا ہونی چاہیے؟''

بھائیوں نے کہا آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا' ہاں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر

احسان کیا۔

بھائیوں نے ہاتھ جوڑ دیئے اور عرض کیا:

تالله لقد اثرك الله علينا وان كنا لخطئين .

''ہم اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔''

؎ کار ما بدکاری و شرمندگی
کار تو برما ہمہ بخشندگی

فرمایا:

لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو ارحم الرحمين .

''جاؤ معاف کیا' صرف میں نے ہی نہیں' میرے رب نے بھی اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔''

شانِ یوسف اور عظمتِ محمدی

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کیا اور ہمارے آقا علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا:

لاتثريب عليكم اليوم اذهبوا وانتم الطلقاء .

''جاؤ معاف کیا تم سارے آزاد ہو۔

؎ زباں پر اے خوشا صل علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبرئیل امیں لے کر سلام آیا
محمد جان عالم فخر آدمؑ ہادیٔ اکرم
امام انبیاء' خیر البشر' پیغمبر اعظم
اندھیرا مٹتا جاتا ہے اُجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

وسیلے کا مسئلہ

فرمایا: لے جاؤ میری قمیص اور اس کو میرے باپ کے چہرے پہ رکھو' آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

یہودا جو چالیس سال پہلے خون سے رنگی ہوئی قمیص یعقوب علیہ السلام کے پاس

Scanned with CamScanner

لے کر آیا تھا اس نے کہا: آج یہ قمیص شفا بھی میں ہی لے کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا تا کہ چالیس سال پہلے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' مصر سے کنعان آٹھ دن کا راستہ ہے۔

ولما فصلت العير قال ابوهم انى لاجد ريح يوسف لولا ان تفندون ۔

ادھر سے قافلہ چلا اور ادھر یعقوب علیہ السلام کو خوشبو آنے لگی۔ یہودا ننگے پاؤں آٹھ دن دوڑتا رہا' پاؤں میں چھالے پڑ گئے مگر خوشی اتنی تھی کہ محسوس تک نہ ہوا۔

شفا تو اللہ ہی دیتا ہے جو قمیص کے بغیر بھی دے سکتا ہے مگر قمیص رکھی تب شفا ہوئی اس سے کوئی عقیدہ مل رہا ہے کہ نہیں؟

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

جب یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کی قمیص کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ٹھیک کر دیں تو جو اللہ یوسف کی قمیص کا وسیلہ مانتا ہے' وہ سراپائے مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے کو کچھ نہیں سمجھتا؟

شرم سے گڑھ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے۔ اور اگلی تقریر بھی پڑھ جا اگر اس موضوع پہ شکوک و شبہات تیرے ذہن میں ہیں۔ ہدایت اللہ کے پاس ہے اور **والله لايهدى القوم الظالمين ۔**

والحمد لله رب العالمين!

تقریر نمبر 9:

برکاتِ وسیلہ

الحمدلله الذى خلق الانسان وعلمه البيان والصلوٰة والسلام على سيدالانس والملائكة والجان وعلى اله واصحابه اولياء الرحمن ۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم ۔ بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون ۔ (المائدہ:۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ۔'' (ترجمہ کنزالایمان)

مشہور مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی علیہ الرحمۃ نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور پاک ﷺ تک ہر دین میں ہر اُمت کا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا یہ ہی عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم رحمۃ الرحمٰن بلکہ ان کے تبرکات بھی وسیلہ ہیں' سب کا اس پر اتفاق رہا اس ملتِ اسلامیہ میں ابن تیمیہ وہ پہلا شخص ہے جس نے وسیلۂ انبیاء واولیاء کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وسیلہ صرف اپنے ایمان واعمال کا چاہیے' ان کے سوا کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں یہاں اس آیتِ کریمہ میں بھی وسیلہ صرف ایمان واعمال کا وسیلہ مراد ہے۔

ابن تیمیہ کے معتقدین وہابیوں کے اس کے متعلق دو گروہ ہو گئے' ایک گروہ کہتا ہے کہ زندہ نبیوں ولیوں کا توسل جائز ہے' وفات یافتہ کا توسل جائز نہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ توسل عباد مطلقاً حرام بلکہ شرک ہے۔ خواہ زندہ بندوں کا توسل ہو یا وفات یافتہ بندوں کا۔ بطورِ اختصار وسیلہ کے متعلق چند باتیں ذہن نشین رہیں۔

Scanned with CamScanner

وسیلے کی قسمیں

قرآنِ کریم واحادیث شریفہ سے چند قسم کے توسل ثابت ہیں:

(۱) حضور پاک ﷺ کی ولادت پاک سے پہلے حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح مانگنا۔

(۲) مقبول بندوں کی حیاتِ شریفہ میں ان کا وسیلہ اختیار کرنا۔

(۳) بزرگوں کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ پکڑنا۔

(۴) بزرگوں کے تبرکات سے وسیلہ پکڑنا۔

چنانچہ قرآنِ کریم کافر کتابیوں کے متعلق فرماتا ہے:

وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا ۔

''یہ لوگ اس محبوب کے توسل سے کفار پر فتح مانگتے تھے۔''

فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ ۔

''جب وہ جانے پہچانے نبی آگئے تو یہ انکار کر بیٹھے۔''

دیکھو یہ توسل ہے حضور پاک ﷺ کی پیدائش سے پہلے کا۔ اور قرآن فرماتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے یتیم بچوں کو گرتی ہوئی دیوار بنائی اور وجہ یہ بیان کی **و کان ابوھما صالحا** ان بچوں کا باپ نیک تھا اس لیے ان پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار ان دو مقبولوں کے ذریعے بنوا دی گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا:

اذھبوا بقمیصی ھٰذا فالقوہ علیٰ وجہ ابی یات بصیرًا ۔

''میری یہ قمیص لے جاؤ اور اباجان کے چہرہ پر ڈال دو وہ انکھیارے ہو جائیں گے۔''

یہ ہے زندہ نبی کے تبرکات کا وسیلہ۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تم تابوت سکینہ کو جہاد میں اپنے ساتھ رکھو فتح پاؤ گے اس تابوت میں کیا تھا۔

فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسٰی واٰل ھٰرون تحملہ الملٰئکۃ ۔

''اس صندوق میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین وسکون ہے اور

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اس میں وفات یافتہ بزرگوں کے تبرکات سے وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے۔''

اللہ فرماتا ہے:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ۔

''اے محبوب! ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ہم ان پر عذاب نہیں بھیجیں گے۔'' اور فرماتا ہے:

لو تزیلو لعذبنا الذین کفروا ۔

''اگر مکہ سے یہ مسلمان نکل جاتے تو ہم کفارِ مکہ کو عذاب دے دیتے۔'' اور فرماتا ہے:

یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ۔

''یہ لوگ خود اس کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں جو ان میں سے اللہ سے زیادہ قرب والا ہو۔''

مزید دلائل

اس قسم کی بائیس آیات وسیلہ کی ہیں۔ حضرت کبشہ نے اپنے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا تھا جس سے منہ لگا کر حضور پاک ﷺ نے پانی پیا تھا۔ مدینہ کے بیماروں کو یہ چمڑے کا ٹکڑا دھو کر پلاتی تھیں انہیں شفا ہوتی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے پاس حضور پاک ﷺ کے بال و ناخن شریف ہیں وہ میرے کفن میں میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں تا کہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے حجرے کی چھت کھول دو جس میں حضور پاک ﷺ کی قبر انور ہے چھت کھولنا تھی کہ خوب بارش ہوئی اس قسم کی صدہا احادیث ہیں جن میں حضور پاک ﷺ کے نام کے تبرکات سے توسل ثابت ہے۔ قیامت میں وسیلہ کی تلاش پہلے ہوگی وہاں کا کاروبار حساب کتاب بعد میں شروع ہوگا اللہ تعالیٰ غنی ہے ہم فقیر و محتاج جب رب تعالیٰ غنی ہو کر بغیر وسیلہ ہم کو کوئی دنیاوی اور دینی نعمت نہیں دیتا تو ہم محتاج ہو کر وسیلہ سے بے نیاز کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس نے ہمیں ہستی دی تو ماں باپ کے ذریعے علم دیا استاذ کے

ذریعے مال دیا مال داروں کے وسیلہ سے' شفا دی حکیم کے وسیلہ سے' موت دی تو ملک الموت کے وسیلہ سے' ہمیں ایمان' قرآن' رحمت رحمان ملی تو حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے' بزرگوں کا وسیلہ وہ نعمت ہے جس کا فیض جانوروں بلکہ زمین و زمان کو حاصل ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف کا کتا ان بزرگوں کے وسیلہ سے عظمت والا ہوا' مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کی سرزمین حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے عظمت والی ہوئی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم یاد فرمائی اس لیے کہ وہاں حضور پاک ﷺ جلوہ گر تھے۔

لااقسم بهذا البلدو انت حل بهذا البلد ۔

بہرحال بزرگوں کا وسیلہ ایسا اہم مسئلہ ہے جس پر عقل و نقل قرآن و احادیث شاہد ہیں' مخالفین کے پاس ایک آیت ایک حدیث ایسی نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ بزرگوں کا وسیلہ نہ پکڑو' صرف عقلی ڈھکوسلے ہیں جن سے وہ آیات و احادیث کا انکار کرتے ہیں اسی آیت کے تحت تفسیر صاوی شریف میں ہے کہ وہ لوگ گمراہ اور بدنصیب ہیں جو مسلمانوں کو اولیاء اللہ کی زیارت کی وجہ سے کافر و مشرک کہتے ہیں اور زیارت اولیاء کو عبادت غیر اللہ قرار دیتے ہیں' یہ مردود ہیں' یہ زیارتِ اولیاء اللہ ابتغاء وسیلہ ہے۔ (تفسیر صاوی)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں کہ یہاں پہ وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے' ہر شئی کی تلاش کے دروازے الگ الگ ہیں اور ہر سودے کے لیے بازار اور دُکانیں جدا جدا ہیں کہ وہ اشیاء خریدنے کے لیے انہی بازاروں اور دُکانوں پہ جانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے درِ مصطفیٰ ﷺ پر اور حضور علیہ السلام کو ملنے کے لیے درِ اولیاء پہ حاضری دینا ہوگی کیونکہ یہ آستانے وسیلہ اور ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچنے کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں کی تلاش میں نکلنا اور سفر کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنتِ مبارکہ بھی ہے (بنی اسرائیل کا ہی وہ گناہ گار تھا جس نے سو افراد کو قتل کیا تھا پھر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی تلاش میں نکلا' ابھی ان کے پاس پہنچا نہ تھا کہ راستے میں موت آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کا ایسا نرالا انداز اپنایا کہ زمین کو ایک طرف سے سکڑ جانے کا حکم دیا اور دوسری طرف سے پھیل جانے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ اس کے بغیر

بھی اس کی بخشش فرما سکتا تھا مگر مذکورہ طریقے سے اس کو بخشنا صرف اپنے نیک بندوں کی عظمت کے اظہار کے لیے تھا اور ان کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کے بابرکت عقیدے کے اقرار و پرچار کے لیے تھا)۔ (یہ حدیث مسلم شریف میں ہے اور اس سے پہلے تفصیلاً بیان ہو چکی ہے۔)

چنانچہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں فرمایا' **فوجدا عبدًا من عبادنا**۔ انہوں (حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام) نے پالیا ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو **اٰتینٰه رحمةً من عندنا و علمنٰه من لدنا علمًا** جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا ہوا تھا اور اپنا خصوصی علم عطا فرمایا ہوا تھا۔

اور پایا تو تلاش کے بعد ہی جاتا ہے اور جب قرآن مجید میں کسی نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ کو بغیر منع کے بیان فرما دیا جائے تو وہ کام ہمارے لیے عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی اللہ والے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا بلکہ **من جد وجد** جو کوشش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے کے مطابق معاملہ ہوتا ہے اور جب کوئی اللہ کا بندہ مل جاتا ہے تو پھر اس کی بارگاہ میں رہ کر اگر چپ چاپ بھی بیٹھا رہے اور وظائف نہ بھی پڑھے تو اس کا چہرہ دیکھتے رہنے سے ہی سارے کام ہوتے رہتے ہیں' مولائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل ما حل شود بے قیل و قال

بلکہ فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت میں ایک لحہ بھی بیٹھ جانا سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کسی شئی کو صرف دیکھتے رہنا کیسے عبادت ہو گیا؟ ایسے ہی ہو گیا جیسے کعبے کو دیکھتے رہنا اور چہرۂ علی شیر خدا کو دیکھتے رہنا عبادت قرار پایا۔

النظر الى الكعبة عبادة النظر الى وجه علی عبادة ۔

اور حدیث کے مطابق تو بندۂ مومن کی شان کعبہ سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ ابن ماجہ شریف کی حدیث میں ہے۔

اور جس طرح والدین کے چہرے کو ایک بار محبت سے دیکھنے کا ثواب (حج مبرور) مقبول حج کے برابر ہے حالانکہ بندے کے والدین تو گناہ گار بھی ہو سکتے ہیں اور جن (نبیوں ولیوں) کو اللہ نے معصوم و محفوظ عن الخطا بنایا ہے ان کے دیدار و ملاقات کی برکات کون بیان کر سکتا ہے اسی لیے خود امام المعصومین علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بندگانِ خدا کی پہچان بتاتے ہوئے فرمایا:

هل انبئكم بخياركم ۔

کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کی پہچان نہ بتاؤں؟ عرض کیا وہ بہترین لوگ کون اور کیسے ہوتے ہیں؟ فرمایا اذا رأوا ذكر الله جب ان کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔

؎ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

بہر حال فوجدا عبدا من عبادنا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندۂ خدا کو تلاش کرنا بندوں کا کام ہے اور ملا دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پہ ہے جو کسی کی تلاش میں نکل پڑتا ہے پھر وہ اس کو پا بھی لیتا ہے نہ اس کے بندوں کی کمی ہے اور نہ ہی وہ کسی کی محنت کو رائیگاں فرماتا ہے۔ (ان الله لايضيع اجر المحسنين ۔ والله معكم ولن يتركم اعمالكم۔ والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا) اس کے بندوں کو پانے کے راستے بھی بے شمار ہیں اور بندہ بھی ایک نہیں بلکہ "عبادنا" بے شمار ہیں اور انہی میں سے ایک خضر علیہ السلام ہیں جن کی تلاش میں کلیم اللہ نکلے ہیں۔

؎ اُٹھ فریدا ستیا توں میلا ویکھن جا
مت کوئی بخشیا مل پوی تو وی بخشیا جا

اپنی زبان سے اگر ہم ہزار بار بھی کہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں مگر اس بندے کی طرح کون ہو سکتا ہے جس کو خدا فرما رہا ہے عبدا من عبادنا وہ تو ہمارا خاص بندہ ہے اس شان بندگی پہ علامہ اقبال وجد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

؎ متاعِ بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لُوں شانِ خداوندی

انکارِ وسیلہ یا دشمنیِ اولیاء

ذرا غور تو کرو کہ کافر اللہ سے دُور رہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی بھی شہ رگ کے قریب ہے تو جو بندۂ خدا پہلے سے ہی خدا کے قریب ہے پھر خدا اس کے کس قدر قریب ہوگا۔ (فكنت سمعه الذى يسمع به...... حدیث قدسی) ایک وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا وہ بندہ ہے کہ خدا خود جس سے محبت کا اعلان فرما کر جبریل امین کو بلاتا ہے اور زمین و آسمان میں اس کی محبت کے ڈنکے بجا دیتا ہے پھر اگر اس کی بارگاہ میں کسی ایسے بندے کا وسیلہ پیش کیا جائے تو اس کو ناجائز کہنا دین کی کونسی خدمت ہے اور پھر کسی کا اللہ سے محبت کی بات کرنا اور ان اللہ کے بندوں سے عداوت رکھنا خدا کو کس قدر ناپسند ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے جنگ کا اعلان فرماتا ہے۔

من عادىٰ لى وليا فقد اذنته بالحرب ۔ (حدیث قدسی بخاری)

واقعہ خضر علیہ السلام سے عظمتِ اولیاء کرام

وہ کیسا محب ہے جو محبوب کے محبوب سے محبت نہ کرے جن کو اللہ رحمت بھی عطا کرتا ہے تو خصوصی (اتيناه رحمةً من عندنا) اور علم بھی عطا فرماتا ہے تو لدنی (وعلمناه من لدنا علما) رحمت کیا ہے اس کا ذکر ماقبل والی آیات میں ہے کہ بھُنی ہوئی مچھلی زندہ ہو رہی ہے اور علم کیا ہے اس کا ذکر مابعد والی آیات میں ہے کہ جو دوسروں کو نظر نہ آئے وہ اس کو آ جاتا ہے جیسا کہ کشتی کا توڑنا بچے کو قتل کرنا اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنا کی تاویل و تعبیر سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کا نام لینے کی بجائے ان کو عبدًا من عبادنا فرمایا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ کے بندے کیسے ہوتے ہیں ان کی صفات کیسی ہوتی ہیں اور اس کا بندہ کیسے بنا جاتا ہے کہ پہلے (کشتی توڑنے کے) واقعہ میں چونکہ ظاہراً نقص ہی نقص تھا لہٰذا اس عمل کی نسبت اپنی طرف کر دی۔ فاردت ان اعيبها کہ میں (خضر) نے کشتی کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا۔

دوسرے (بچے کو مارنے کے) واقعہ میں ایک لحاظ سے عیب تھا کہ ایک جان کو ضائع کیا جا رہا ہے اور دوسرے لحاظ سے بھلائی اور کمال بھی کہ نعم البدل کی دعا کی جا رہی تھی اس لیے حضرت خضر نے فاردنا ان يبدلهما ربهما فرما دیا تا کہ نقص کی نسبت اپنی

طرف ہو جائے اور کمال کی نسبت خدا کی طرف اور تیسرے (دیوار سیدھی کرنے کے)
واقعہ میں چونکہ کمال ہی کمال تھا لہٰذا اپنا نام ہی نہ لیا اور فرمایا فاراد ربك ۔

اس سے یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ ابتداء ہو تو میں ہی میں ہوتی ہے درمیان میں پھر اردنا کا مقام آتا ہے اور جب فنافی اللہ کی منزل آتی ہے تو اپنا ارادہ بھی ختم۔ فاراد ربك پھر

؎ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

لایزال عبدی والی حدیث قدسی میں یہی درجہ بیان ہوا ہے یعنی اعضاء سے پاک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت اپنی طرف فرمادی اور عضو بندے کا ہو مگر طاقت و فعل کی نسبت اللہ کی طرف ہو جس طرح فرمایا گیا عمر کی زبان پہ حق بولتا ہے یہی تو وجہ ہے کہ مدینہ میں بیٹھ کر زبان ہلاتے ہیں تو آواز سینکڑوں میل دُور نہاوند تک جاتی ہے۔ یہ اردنا کی تعبیر ہے اور فاراد ربك کی تعبیر یہ ہے کہ بندے کا کچھ نہیں رہتا۔

قل کل من عنداللہ پھر وہ بندہ ہو کر حکم کرے تو قبر سے مردہ اُٹھ کر کھڑا ہو جائے پھر اس کی آواز بھی اللہ اپنی آواز قرار دیتا ہے جیسا کہ معراج کی رات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں فرمایا قف یامحمد ان ربك یصلی رُک جا پیارے تیرا رب تجھ پہ درود بھیج رہا ہے حالانکہ نہ وہاں صدیق نہ ان کی آواز مگر یہ مقام فنائیت ہے اور مذکورہ تینوں مقام جو علیحدہ علیحدہ حضور علیہ السلام کی اُمت کو عطا ہوئے وہ اکٹھے حضور علیہ السلام کے دامن رحمت میں موجود ہیں۔ وما رمیت اذ رمیت میں پہلے دو مقامات (فاردت اور فاردنا) بیان ہوئے اور ولکن اللہ رمی میں تیسرا مقام (فاراد ربك) بیان ہوا۔

یداللہ فوق ایدیھم نہ ہاتھ آپ کا نہ بیعت آپ کی ہاتھ بھی خدا کا بیعت بھی اس کی اس کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے قرب کا تیسرا درجہ "جمع بین القربین" قرار دیا ہے۔ (یعنی قل کل من عنداللہ) الانتباہ فی سلاسل اولیاء۔

؎ جہاں میں آ کے ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

(جبکہ پہلا درجہ قرب نوافل کا ہوتا ہے اور دوسرا درجہ قرب فرائض کا)

ارشادِ ربانی ہے:

ما اصابك من حسنة فمن اللہ وما اصابك من سیئة فمن نفسك ۔

اور اس کے بعد فرمایا:

قل کل من عنداللہ ۔

سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ خیر کی نسبت اللہ کی طرف ہو اور شر کی نسبت اپنی طرف۔ بندے کو اگر اپنے اندر نیکیاں ہی نیکیاں دِکھائی دیں تو ہلاکت و بربادی اور غفلت کا باعث ہے اور اگر کچھ بھی بُرائی نہ ہو اور پھر اس میں احساسِ خطا پیدا کر کے احساسِ ندامت پیدا کیا جائے تو اس سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ کسی عارف نے فرمایا:

؎ راتیں کر کر زاری روندے نیند اکھیاں تھیں دھوندے
فجریں او گن ہار سدیون سب تھیں نیویں ہوندے

پہلی حرکت بندے کو اسفل سافلین تک پہنچا دیتی ہے اور دوسرا عمل اس کو اعلیٰ علیین کا حق دار بنا دیتا ہے۔

صوفیاء نے مذکورہ تین واقعات کی تعبیر اس طرح بھی فرمائی ہے کہ پہلے واقعہ میں صرف اپنی ہی ہستی دِکھائی دی تو "فاردت" فرمادیا دوسرے واقعہ میں جب کچھ قرب بڑھا کچھ اپنی ذات مٹی کچھ ادھر سے جلوہ دِکھائی دیا تو "فاردنا" فرمایا اور جب قرب اور زیادہ ہوا اور ذاتِ باری کے جلوؤں میں فنائیت تامہ نصیب ہوئی تو اپنا ذکر ہی نہ کیا اور "فاراد ربك" فرمادیا۔

آیہ وسیلہ کے فوائد

☆......صرف نیک اعمال پہ قناعت کر کے بیٹھ جانا اور اس کو کافی سمجھ لینے سے پوری آیت پہ عمل نہیں ہو سکے گا کیونکہ تمام نیک کام تو اتقوا اللہ یعنی تقویٰ میں آ گئے ہیں پھر وابتغوا الیہ الوسیلۃ کا حکم اور وجاھدوا فی سبیلہ ساری زندگی محنت کرتے رہنے کا حکم کہاں گیا یعنی وسیلے کی تلاش میں سختیاں برداشت کرنا جیسا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے اور فرمایا:

لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا ۔

"ہم نے اس سفر میں بڑی مشقت دیکھی ہے۔"

☆......اسی آیت کے لفظ وسیلہ کی روشنی میں دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج

Scanned with CamScanner

تک بزرگانِ دین کی بیعت کا سلسلہ جاری رہا کیونکہ نیک اعمال اگرچہ صفائی قلب کے لیے صابن اور پانی کی طرح ہیں لیکن پانی وصابن کیا کرے گا جبکہ دھونے والا ہاتھ ہی نہ ہو جو پانی صابن استعمال کر کے کپڑے کی میل اُتار دے ورنہ پانی صابن بے کار ہے اور بزرگانِ دین کی نگاہِ فیض دھونے والے ہاتھ کی مانند ہے۔

خیال رہے کہ کبھی بغیر صابن و پانی کے صرف ہاتھ پھر جانے سے گرد وغبار دُور ہو جاتا ہے مگر صرف صابن و پانی سے بغیر ہاتھ لگے کبھی صفائی نہیں ہوتی اسی طرح بارہا ایسا ہوا کہ صرف نگاہ مقبولؔ سے بغیر اعمال بخشش ہوگئی جیسے فرعونی جادوگر یا حضور علیہ السلام کے والدین اور وہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو بغیر کسی نیک عمل کے وفات پا گئے مگر اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی کہ صرف نیک اعمال سے بغیر توسل مقبولین نجات ہوگئی۔ ابلیس کے پاس اعمال تھے' توسل نہ تھا' مارا گیا۔

☆......ہم سب حضور پاک ﷺ کے محتاج ہیں' حضور پاک ﷺ کو کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں' حضور ﷺ تو خود تمام جہان کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہیں' انہیں کون سے وسیلہ کی ضرورت ہو سکتی ہے؟ یہ فائدہ یاایھا الذین امنوا فرمانے سے حاصل ہوا' عام انسان اپنی پیدائش میں ماں باپ کے وسیلہ کے حاجت مند ہیں مگر آدم علیہ السلام ماں باپ کے حاجت مند نہیں' وہ تو خود ابوالبشر ہیں' ان کا باپ کون ہو سکتا ہے۔

☆......وسیلہ حاصل کرنے کے لیے تلاش ضروری ہے' گھر بیٹھے وسیلہ ہر ایک کو نہیں مل جاتا۔ یہ فائدہ ابتغوا فرمانے سے حاصل ہوا' دیکھا گیا ہے کہ طالبین مولیٰ تلاش شیخ کرتے ہیں اس تلاش کا ماخذ یہ ہی آیت ہے۔

☆......زندہ بزرگوں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا وفات یافتہ بزرگوں کے مزارات پر سفر کر کے حاضری دینا وہاں جا کر رب تعالیٰ سے دعا کرنا' ان کے وسیلہ سے اور مدینہ منورہ سفر کر کے جانا' عرس بزرگان میں سفر کر کے حاضر ہونا سب بہت ہی بہتر ہے' ان سب سفروں کا ماخذ یہ ہی آیت ہے کہ یہ بھی تلاش وسیلہ ہے۔ شامی میں ہے کہ جب ڈاکٹروں' حکیموں کے پاس سفر کر کے جانا علاج کے لیے جائز ہے تو مقبول بندوں کے پاس قبروں پر سفر کر کے جانا بھی جائز ہے کیونکہ صاحبانِ مزارات کے فیوض و برکات کثیر اور متفاوت ہیں۔ بزرگوں کے عرسوں میں اولیائے اللہ اور علماء ربانیین کا اجتماع ہوتا ہے وہاں حاضری

سے بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ ابتغاء وسیلہ کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ حضور پاک ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر مدینہ پاک سے تشریف لے گئے حالانکہ ابوا شریف جہاں جناب آمنہ کی قبر ہے' مدینہ منورہ سے قریباً دو سو میل ہے۔ (تفسیر نعیمی)

نکات وسیلہ

☆......حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا' اذان سننے کے بعد میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو۔ (ات محمد ن الوسیلة) اس سے تم میری شفاعت کے حق دار بن جاؤ گے۔ یعنی تم میرے لیے وسیلہ مانگو تو میں تمہارے جنت میں جانے کا وسیلہ بن جاؤں گا' دعا حضور پاک ﷺ کے لیے مانگی جا رہی ہے' کام اپنا بن رہا ہے۔

ے بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بُلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

☆...... جب تک موسیٰ علیہ السلام کی قوم اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتی رہی' عذاب بھی ٹلتے رہے اور نعمتیں بھی ملتی رہیں۔ (وانزلنا علیکم المن والسلوی) اور جب دامانِ موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑا' فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ایت مفصلت طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے بنی اسرائیل سے عذاب ٹلتا رہا اور حضور پاک ﷺ کے وسیلے سے سارے جہان سے عذاب ٹل گئے۔ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ۔

ے تمہارے کرم کا عالی جناب کیا کہنا
ثواب ہو گئے سارے عذاب کیا کہنا

☆......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی' صحابی رسول اور خال المسلمین ہونے کے باوجود بوقت وصال وصیت فرماتے ہیں کہ مجھے دفن کرتے وقت میرے اعضاء سجدہ پہ تبرکاتِ مصطفیٰ ﷺ (حضور علیہ السلام کے بال مبارک اور ناخن مبارک) رکھ دینا' میری نجات کے لیے یہی وسیلہ کافی ہے۔ ہماری یہ چیزیں فضلہ سمجھ کر پھینک دی جاتی ہیں اور حضور پاک ﷺ کی یہ چیزیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی بخشش کے لیے وسیلہ سمجھ رہے ہیں جب آپ کی ان چیزوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے برکتیں ہیں تو آپ کے سراپائے اقدس میں کیسی کیسی برکات ہوں گی۔

ے خدا کی رحمتوں کا رُخ ادھر ہے
جدھر اس کملی والے کی نظر ہے

☆...... جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کچھ عطا فرمانا چاہے تو بھی اپنے نبی کو وسیلہ بنا کر عطا فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وصل علیهم ان صلوٰتك سكنٌ لهم .

"ان کے لیے دعا کیا کیجیے کہ آپ کی دعائیں ان کے لیے سکون قلب کا باعث ہیں۔" (ذکرالٰہی بھی تطمئن القلوب ہے اور دعائے مصطفیٰ بھی)

ے نہ کرو جدا خدارا مجھے سنگ آستاں سے
نہیں کوئی ہے ٹھکانہ گر اُٹھا دیا یہاں سے

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرمانا چاہے تو بھی حضور پاک ﷺ ہی کے وسیلے کو درمیان میں لاتا ہے۔ واستغفر لھم اور آپ ان کے لیے استغفار کیجیے حالانکہ اللہ ویسے بھی تو معاف فرماسکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جب بھی کلام فرمانا چاہتا ہے تو بھی اپنے نبی کے وسیلے سے ہی کرتا ہے حالانکہ وہ علیٰ کل شئی قدیر ہے بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے بھی جس سے چاہے کلام کرسکتا ہے مگر بتانا یہ چاہتا ہے کہ جب میں تم سے اپنے نبی کے وسیلے کے بغیر کلام نہیں فرماتا حالانکہ میں وسیلے کا محتاج نہیں تو تم کون ہوتے ہو میرے مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے کے بغیر مجھ سے کلام کرنے والے اور مجھ سے دعا کرنے والے؟ جب آدم کی ان کے وسیلے کے بغیر قبول نہیں تو ابن آدم کی کیونکر قبول ہوگی۔

ے بل بل جاواں گھول گھماواں مدین والے ماہی توں
اس دے دردی بھیک چنگیری دو جگت دی شاہی توں

☆...... اللہ کے غضب کی آگ کو بھی حضور پاک ﷺ کا وسیلہ ہی ٹھنڈا کرے گا اور جب میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ پورے جلال میں ہوگا تو اس وقت بھی جبکہ

ے ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آجائیں گے تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

اور جو آج وسیلے کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن وسیلے کو تلاش کرتے پھر

رہے ہوں گے۔

ے دیکھنا روزِ محشر میں اے منکرو!
ایک دن کا وسیلہ ہی کام آئے گا

☆...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور علیہ السلام کا بال مبارک تھا ایک مرتبہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کہ آپ کی ٹوپی گر گئی آپ نے ٹوپی تلاش کرنا شروع کر دی لوگ حیران ہوئے کہ اتنی شدید جنگ ہو رہی ہے اور آپ کو ٹوپی کی پڑی ہوئی ہے۔ فرمایا: اس ٹوپی میں ہی تو ہماری فتح کا راز ہے کہ اس میں سرکار کا بالِ مبارک ہے مجھے ہر جنگ میں فتح اس بال کے صدقے ملتی ہے۔

ے کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

☆...... صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۰ پہ ایک صحابیِ رسول کا واقعہ ہے کہ جس نے حضور علیہ السلام سے چادر مانگ لی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو کہا کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ (حضور تو بغیر مانگے ہی عطا کر دیتے ہیں تجھے آپ (ﷺ) کی ضرورت کا بھی خیال رکھنا چاہیے تھا) تو انہوں نے جواب دیا میں نے تو چادر صرف اس لیے مانگی ہے کہ اس سے حضور علیہ السلام کا جسم اقدس مس ہو چکا ہے تو میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔ (اور اس کے وسیلے سے میری نجات ہوگی اور لوگوں کو معلوم ہو کہ)

ے دونوں جہان تیری محبت میں ہار کر
وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کر

☆...... محدود مقاصد کے لیے وسیلے بھی محدود ہوتے ہیں قرآن مل گیا جبرائیل کا وسیلہ ختم دُکان پہ چڑھ گئے سیڑھی کا وسیلہ ختم کراچی پہنچ گئے ٹرین کا وسیلہ ختم جبکہ غیر محدود مقاصد کے لیے وسیلہ بھی غیر محدود چاہیے مصطفیٰ کریم علیہ السلام خدا کی معرفت اس کے قرب اور اس کی رحمت کا وسیلہ ہیں نہ اس کی رحمت کی کوئی حد ہے اور نہ رحمت للعالمین کا وسیلہ ختم ہونے والا ہے۔

ے چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

Scanned with CamScanner

آیاتِ قرآنیہ سے استدلالِ وسیلہ

O...... فتلقٰی آدم من ربہ سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے وسیلے سے قبول ہوئی جب انہوں نے ان لفظوں سے دعا کی:

O......اللھم انی اسئلك بحق محمد ان تغفرلی ۔

O......قد نریٰ تقلب وجهك فی السماء سے ثابت ہوا کہ تبدیلی قبلہ حضور پاک ﷺ کے وسیلے کی برکت سے ہوئی۔

O......خذمن اموالهم تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم سے معلوم ہوا کہ دل کا سکون حضور پاک ﷺ کی دعا کے وسیلے سے ہے۔

O......لااقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد سے ثابت ہوا کہ کعبہ کو عظمت بھی حضور پاک ﷺ کے قدموں کے وسیلے سے ملی۔

O......وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا سے واضح ہوا کہ پہلی قومیں بھی دشمن پر حضور پاک ﷺ ہی کے وسیلے سے فتح پاتی تھیں۔

O......ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مماترك ال موسىٰ وال هٰرون سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے تبرکات قوموں کی فتح کا وسیلہ ہوتے ہیں۔

O......انی اخلق لكم من الطين كهيئة الطير سے ثابت ہوا کہ نبی کی پھونک کے وسیلے سے مٹی میں جان آجاتی ہے۔

O......اذهبوا بقميصی هٰذا سے ثابت ہوا کہ نبی کے جسم کے ساتھ مس ہونے والے کپڑوں میں بیماروں کے لیے شفا ہے۔ (ہمارے آقا علیہ السلام کے جبہ مبارک میں ہر بیماری کی شفا تھی جس کو بھگو کر اُمہات المومنین بیماروں کو پانی پلاتیں اور بیمار تندرست ہوجاتے)

O......ہمارے حضور پاک ﷺ کے نعلین پاک کی خاک سے یہودی کو آنکھیں مل گئیں اور آنکھیں نکالتا مگر پھر وہ اپنی جگہ پہ آجاتیں۔

آخر کن وچہ پیا آوازہ خالق دے درباروں
ایہہ اکھیاں ہن مول نہ جاسن خاک نبی دی پاروں

تینوں سبق شیطان پڑھایا تو کفروں باز نہ آویں
خاک محمدی اکھیں پا کے دوزخ مول نہ جاویں

خاک پائے مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے یہودی کی آنکھیں نور سے منور ہوگئیں اور دل ایمان سے روشن ہوگیا۔

O......فقبضت قبضة من اثر الرسول سے معلوم ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام کی سواری کے قدموں کی خاک زندگی کا باعث بنی تو نبی علیہ السلام کے قدموں کی ڈھول یہودی کی آنکھ میں نور اور دل میں ایمان کی روشنی کا باعث بنی۔

سنتے ہیں آپ سارے زمانے کا دردِ دل
کہیے تو میں بھی قصۂ دردِ جگر کہوں

O......صحیح بخاری ج ا ص ۴۰۵ پہ ہے:

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم ۔

تمہیں تمہارے کمزوروں کے وسیلے سے رزق بھی ملتا ہے اور تمہاری مدد بھی کی جاتی ہے جب کمزوروں کا وسیلہ اتنا طاقت ور ہے تو طاقت وروں (انبیاء واولیاء) کا وسیلہ کتنا مضبوط اور محکم ہوگا۔

حرف وحدت ہی نہیں کافی رسالت کے بغیر
بے وسیلہ مصطفیٰ کے رب کو پا سکتا نہیں

O......صحیح بخاری ج ا ص ۴۰۶ پہ ہے' ایک زمانہ آئے گا کہ جہاد میں فتح میرے کسی صحابی کے وسیلے سے ہوگی پھر تابعی کے وسیلے سے اور پھر تبع تابعی کے وسیلے سے۔ کیا یہ وسیلہ اعمال صالحہ کا ہے یا ذوات صالحہ کا؟ بغیر کسی چپڑاسی کی ذات کے وسیلے کے کوئی ڈی سی کے دفتر بھی تجھے نہ جانے دے گا اور تو مصطفیٰ کے وسیلے کے بغیر جنت میں جانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ایں خیال است ومحال است وجنون

O......کسی کو خط لکھنا ہو اگر اس کا پتہ موجود ہو تو ڈاک خانہ تحصیل اور ضلع وموضع لکھ دیا جاتا ہے ورنہ لکھ دیتے ہیں پوسٹ ماسٹر کو مل کر فلاں کو ملے۔ اللہ کو ملنا ہے تو وہ لامکان اور بے صورت ہے اس لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں' عبادتیں حضور پاک

ﷺ کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں کیونکہ اللہ کا اپنا فرمان ہے کہ جب میرے بندے تیرے پاس آ کر میرے بارے میں پوچھیں تو بس میں تو قریب ہی ہوں مگر کب جب تجھ سے پوچھیں' واذا سالك عبادي عني فاني قريب ۔

؎ تقدیر تو دیکھو میری کہاں جا کے لڑی ہے
میں بندۂ پُرعیب وہ محبوب الٰہی

○......ہمارا اس جہان میں آنا فرشتوں کے وسیلے سے ہے اور نبیوں اور رسولوں کے ظہور کا وسیلہ وجودِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

؎ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا عیاں
ان کے ہونے سے سب کا ہے نام ونشاں
جملہ محبوبیاں اَن گنت خوبیاں
ان کے رُخ سے عیاں وہ کہاں ہم کہاں

○......وسیلہ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر تو حالت یہ ہوتی ہے کہ معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے دروازے کھٹکھٹائے اور پوچھا جاتا رہا کون؟ اس نے کہا: جبرائیل! ومن معك؟ ساتھ کون؟ محمد رسول اللہ' دروازہ کھل جاتا (حالانکہ اس سے پہلے کبھی دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہ پڑی تھی لیکن آج آقا ساتھ تھے اس لیے) بتانا یہ مقصود تھا کہ جب جبرائیل علیہ السلام کے لیے آسمان کا دروازہ حضور پاک ﷺ کے نام کے وسیلے سے کھل رہا ہے تو جنت کے دروازے بھی حضور پاک ﷺ کے نام ہی کی برکت سے کھولے جائیں گے۔

؎ تمہارے تو یہ احسان اور یہ نافرمانیاں اپنی
ہمیں تو شرم سی آتی ہے تم کو منہ دکھانے سے

پچاس نمازیں اور موسیٰ علیہ السلام کا وسیلہ

نمازیں پچاس کی بجائے پانچ کرنے کا وسیلہ شب معراج موسیٰ علیہ السلام بنے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں نہ بنے؟ اس لیے کہ لوگ کہیں یہ نہ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تو آسمانوں پہ زندہ تھے لہٰذا صرف زندہ کا وسیلہ ہی جائز ہے' فوت شدہ وسیلہ نہیں بن سکتا۔

جب موسیٰ کلیم اللہ کا وسیلہ یہ ہے کہ سارا جہان ساری عمر بھی دعائیں کرتا رہے تو ایک نماز کا ایک سجدہ بھی معاف نہ ہو مگر ان کے وسیلے سے پوری پینتالیس نمازیں معاف ہو جائیں تو موسیٰ علیہ السلام جس مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی ہیں اس محبوبِ خدا کا وسیلہ کتنا وزنی ہوگا۔

؎ بھانویں چن عرشاں تو جھک آوے بھانویں یوسف پردا چک آوے
جنہاں ویکھیاں کملی والے نوں اوہ نظراں کِتے نہ ٹھہر دِیاں

☆......وسیلے کا انکار سب سے پہلے شیطان نے کیا یہ کہہ کر کہ میں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا' سیدھا تجھے ہی کروں گا۔ آج شتونگڑوں کا حال بھی کچھ اس طرح کا ہے' رزق مانگو تو رب سے' اولاد مانگو تو رب سے لیکن چندہ مانگو تو سب سے اور ہمیں کہتے ہیں:

؎ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو انبیاء سے؟

اس کا جواب ایک بزرگ نے یوں دیا کہ:

؎ ہے چندہ جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

سنو! ہم نبیوں ولیوں سے مانگ کر ان کو رب نہیں مانتے بلکہ رب سے ملنے کا سبب مانتے ہیں۔

لطیفہ

ایک صاحب ایک بس پہ سوار ہونے لگے تو لکھا دیکھا ''حق باہو بے شک باہو اِک نظر کرم دی تک باہو'' اس سے اُتر گئے اور دوسری پہ چڑھنے لگے تو سامنے لکھا ہوا تھا:

؎ گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

تیسری کی طرف گئے تو لکھا پایا:

؎ یاغوث اعظم دستگیر پیرما

چوتھی پہ ''اللہ نبی وارث'' لکھا پایا۔

توبہ توبہ کرنے لگے کہ ساری بسیں ہی شرک سے بھری ہوئی ہیں' کس پہ سوار ہوں۔

Scanned with CamScanner

ایک ولیوں کا دیوانہ تاڑ گیا کیونکہ

؎ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اس نے عرض کیا' حضرت آپ کھوتی پہ تشریف رکھیں کیونکہ عقل بھی ملتی ہے اور شکل بھی ملتی جلتی ہے۔

غصے سے لال پیلے ہو کر کہنے لگے' بدتمیز! تو کون ہے؟ اس نے کہا' جی میں بھٹے پہ کام کرتا ہوں تو تین طرح کی اینٹیں تیار ہوتی ہیں۔ اوّل' دوم اور سوم جو اوّل' دوم ہوتی ہیں ان کو تو گرمائش واسطوں اور وسیلوں سے پہنچتی ہے اس لیے مضبوط بھی ہوتی ہیں اور خوب صورت بھی اور جو تیسرے درجے کی ہوتی ہیں' ان کو ڈائریکٹ گرمائش پہنچتی ہے اس لیے وہ الی پلی اور ٹیڑھی ہوتی ہیں بالکل جناب کی طرح اور ساتھ ہی شعر پڑھ دیا:

؎ جو نور اور حیات کے منکر ہیں دیکھ لو
آنکھیں بجھی ہوئی ہیں' چہرے مرے ہوئے

○......حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

وما تلک بیمینک یا موسیٰ!

''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا' میرا ڈنڈا ہے۔''

اتوکؤا علیھا واھش بھا علیٰ غنمی ولی فیھا مارب اُخریٰ ۔ (طٰہٰ)

''اس پر میں سہارا لگاتا ہوں۔ (اللہ نے یہ نہیں فرمایا' میرے ہوتے ہوئے اس پر سہارا لگانے کی کیا ضرورت ہے؟)

اس سے پتے جھاڑ کر بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ (وہ مجھے دودھ دیتی ہیں' میں پیتا ہوں اس سے اپنا دفاع کرتا ہوں یعنی یہ میرا وزیر خوراک بھی ہے اور وزیر دفاع بھی) اور بھی کئی کام اس سے لے لیتا ہوں جو ڈنڈا نبی کے ہاتھ میں آ جائے اس میں اتنے فائدے تو نبی کی ذات میں کتنے فائدے ہوں گے اور قیامت کے دن سارے نبی جس آقا کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور وہ جھنڈا اس ہاتھ میں ہوگا جس کو خدا نے دنیا میں ہی (یداللہ) اپنا ہاتھ قرار دے دیا ہے' اس کی کیوں نہ یہ شان ہو کہ

؎ لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اعتراضات وجوابات

پہلا اعتراض:

بندوں کا وسیلہ کوئی چیز نہیں' صرف اپنے اعمال کا وسیلہ چاہیے یہاں اس آیت میں وسیلہ سے مراد نیک اعمال کا وسیلہ ہے۔

جواب: یہ غلط ہے' اعمال کے ساتھ بزرگوں کا وسیلہ بھی ضروری ہے' سارے نیک اعمال تو اتقوا اللہ میں آ چکے پھر وسیلہ کا حکم ہوا۔ معطوف اور معطوف علیہ میں فرق ضروری ہے اس لیے یہاں بزرگوں کا وسیلہ ضرور مراد ہے۔ نیز فرماؤ کہ نیک اعمال کہاں سے حاصل کرو گے' وہ بھی حضور پاک ﷺ بلکہ علماء وصلحاء اولیائے اللہ کے ذریعے سے ہی حاصل ہوں گے پھر وسیلہ مقبولین ضروری ہوا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز نیکی ہے اور سورج نکلتے وقت کی نماز گناہ۔ کیسے معلوم ہوا کہ بکری اور گائے کھانا نیکی ہے' کتا' بلی کھانا گناہ غرضیکہ تم اعمال کے محتاج اور اعمال حضور پاک ﷺ کے حاجت مند۔ حضور پاک ﷺ بارگاہِ الٰہی میں یقیناً مقبول ہیں اور ہمارے اعمال بالکل مشکوک' نہ معلوم کہ مقبول ہیں یا مردود۔ تعجب ہے کہ ہمارے مشکوک اعمال تو خدا رسی کا وسیلہ ہو جائیں اور یقیناً مقبول یعنی حضور پاک ﷺ اور ان کے وارثین علماء واولیاء وسیلہ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

دوسرا اعتراض:

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے' وہ بغیر وسیلہ ہر چیز ہم کو دے سکتا ہے' وسیلہ ماننا خدا تعالیٰ کو مجبور ماننا ہے لہٰذا وسیلہ اولیاء شرک ہے۔

جواب: وہ تو قادر ہے مگر ہم مجبور ہیں' ہم بغیر وسیلہ اس سے نہیں لے سکتے۔ آگ گرم کر سکتی ہے مگر روٹی بغیر وسیلہ اس سے گرم نہیں ہو سکتی لہٰذا درمیان میں وسیلہ ضروری ہے۔ حضرت صاحب! تم بغیر ماں باپ کے پیدا کیوں نہیں ہو جاتے؟ آپ کی تشریف آوری کے وقت دائی پہلے آتی ہے اور مولوی صاحب پیچھے براجمان ہوتے ہیں' وسیلہ کے منکروں کو چاہیے کہ دائی کے وسیلہ کے بغیر پیدا ہو جایا کریں اور مسلمانوں کی مدد کے بغیر کفن دفن لے لیا کریں۔ وسیلہ نکاح کے بغیر پیدا ہوں اور وسیلہ جنازہ کے بغیر رخصت ہو جائیں پھر دیکھیں کیسا مزہ آتا ہے۔

Scanned with CamScanner

تیسرا اعتراض:

اگر ہمیں حضور پاک ﷺ کے وسیلہ کی ضرورت ہے تو نبی کریم کو بھی ہمارے وسیلے کی ضرورت ہے۔ نبی کریم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے میرے بھائی! مکہ معظمہ پہنچ کر میرے لیے بھی دعا کرنا' ہم کو حکم ہے درود شریف پڑھو' درود شریف کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کے لیے رحمت کی دعا' ہم کو حکم ہے کہ اذان کے بعد حضور پاک ﷺ کے لیے وسیلہ ملنے کی دعا کریں اگر حضور پاک ﷺ ہم سے بے نیاز ہیں تو ہم سے دعائیں کیوں کرواتے ہیں؟

نوٹ: یہ اعتراض تفسیر روح المعانی نے بھی خاص انداز میں کیا ہے' وہ بھی وسیلہ کے سخت منکر ہیں۔ اور اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کے پیروکار ہیں۔

جواب: حضور پاک ﷺ ہماری ان دعاؤں کے ہرگز حاجت مند نہیں' ہم دعائیں کریں یا نہ کریں' حضور پاک ﷺ پر رحمتوں کی بارش ہر وقت ہو رہی ہے' ہماری یہ دعائیں تو صرف مانگنے کھانے کا بہانہ ہیں جیسے بھکاری داتا کے دروازے پر اس کی جان و مال اور بال بچوں کو دعائیں دے کر بھیک لیتا ہے اس لیے رب تعالیٰ نے ہم کو درود شریف کا حکم دینے سے پہلے فرمایا:

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تو درود بھیجتے ہی ہیں' تم دعائیں کرو یا نہ کرو کوئی فرق نہیں پڑے گا' پھر فرمایا کہ تم ان کے لیے دعائیں کرو تا کہ جو رحمت کی بارش ان پر ہو رہی ہے اس کا چھینٹا تم پر بھی پڑ جائے۔ یہ دعائیں مانگنے کھانے کا بہانہ ہیں جیسے رب تعالیٰ کی الوہیت' رزاقیت سمع' بصر ہماری عبادت اور ہماری مرزوقیت پر موقوف نہیں' سورج کی نورانیت ہمارے نور لینے پر موقوف نہیں یوں ہی حضور پاک ﷺ کی نبوت حضور ﷺ کے درجات ہماری کوششوں پر موقوف نہیں۔

چوتھا اعتراض:

قابیل کو حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ' کنعان کو نوح علیہ السلام کا وسیلہ' عبداللہ ابن ابی منافق کے لیے حضور پاک ﷺ کی چادر و تہبند کا وسیلہ کچھ کام نہ آیا' یہ سب مردود ہی رہے معلوم ہوا کہ وسیلہ انبیاء کوئی چیز نہیں' اپنے اعمال ہی کا وسیلہ چاہیے۔

(دیوبندی)

جواب: جی ہاں! کفار کو وسیلہ انبیاء واولیاء مفید نہیں' وسیلہ تو مومنوں کو فائدہ مند ہے۔ سورج اندھے کو' بارش زمین شورہ کو اعلیٰ درجہ کی دوا و غذا مردہ کو فائدہ نہیں دیتی تو اس لیے نہیں کہ یہ چیزیں بے کار ہیں بلکہ اس لیے کہ لینے والے میں فیض حاصل کرنے کی قابلیت نہیں۔ (شورہ زمین بارش سے فیض نہیں لے سکتی اور شورے انسان کو نبیوں کا وسیلہ کام نہیں آ سکتا) نیز ان لوگوں نے ان حضرات کا وسیلہ اختیار ہی نہیں کیا' یہ تو ان حضرات کے مخالف رہے پھر فیض کیسے پاتے؟

پانچواں اعتراض:

مشرکین و کفار اس وسیلہ کی بیماری میں گرفتار ہیں' ان کا شرک و کفر یہ ہی ہے کہ وہ خدا رسی کے لیے بتوں کو وسیلہ مانتے تھے' تم بھی اسی وسیلہ بازی کے بیمار ہو تو تم بھی مشرک ہو۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ مشرکین کہتے ہیں:

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ۔

ہم اپنے بتوں کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا سے قریب کر دیں۔ دیکھو یہ توسل ہی شرک ٹھہرایا گیا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ مشرکین مردودوں کو خدا رسی کا وسیلہ بنا کر مشرک ہوئے' ہم مقبولوں کو وسیلہ بنا کر مومن بنے' کعبہ کی طرف سجدہ کرنا' آب زمزم کا احترام کرنا ایمان ہے۔ بتوں کی طرف سجدہ' گنگا جل کی تعظیم کفر ہے اسی فرق کی وجہ سے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین ان وسیلوں کی عبادت کرنے لگے' انہیں مستقل معبود مان بیٹھے۔ رب تعالیٰ کو ان کا محتاج ماننے لگے لہٰذا مشرک ہوئے جیسا کہ اس تمہاری پیش کردہ آیت میں ہے **ما نعبدھم الا الخ** غیر خدا کی عبادت شرک ہے' بحمدہ تعالیٰ مسلمان کسی پیر پیغمبر کی نہ تو پوجا کرتے ہیں' نہ انہیں خدا مانتے ہیں بلکہ انہیں خالص بندہ اور عام بندوں کا وسیلہ عظمیٰ سمجھتے ہیں۔ غرضیکہ وسیلہ ہے اور مقصود مقصود۔

تنبیہ

انکار وسیلہ کے مسئلہ میں وہابی اور مرزائی بالکل متفق ہیں اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری مرزائی نے اولیاء اللہ کے وسیلہ کو شرک لکھا ہے' ان سے

Scanned with CamScanner

توسل کرنے والوں کو مشرکین کہا' دیکھو تفسیر بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی (مرزائی لاہوری یہ ہی آیت) اور دیوبندیوں کی کتاب راہ سنت میں ہے کہ خواجہ اجمیری وغیرہ کسی بزرگ کے مزار پر جا کر ان کے توسل سے خدا تعالیٰ سے دعا کرنا زنا اور چوری سے بدتر گناہ ہے غرضیکہ اس انکار وسیلہ میں وہابی مرزائی ایک ہیں' اللہ کی پناہ۔

چھٹا اعتراض:

حدیث شریف میں ہے کہ زمانہ فاروقی میں بارش بند ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا دامن پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ مولیٰ! ہم تیرے نبی کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے' آج تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگ رہے ہیں' بارش بھیج۔ چنانچہ بارش ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زندگی میں تو ان کا توسل جائز ہے' بعد وفات جائز نہیں۔

نوٹ: یہ اعتراض دوسرے قسم کے منکرین کا ہے جو مطلقاً وسیلہ کے منکر نہیں بلکہ وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ کے انکاری ہیں۔

جواب: اس حدیث میں یہ نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اب ہم نے حضور پاک ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا' یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ مولیٰ! ہم صرف نبی ﷺ کا وسیلہ ہی نہیں پکڑتے بلکہ ان کے عزیزوں' قریبیوں ان سے نسبت رکھنے والوں کا بھی وسیلہ اختیار کرتے ہیں اس میں وسیلہ کو عام کرنا مقصود ہے کہ وسیلہ اولیاء اللہ کا بھی ہو سکتا ہے اس لیے آپ نے بعم نبیك کہا بالعباس نہ کہا ورنہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان پر حضور انور ﷺ کی قبر شریف کے وسیلہ سے رب سے بارش مانگی جیسا کہ گزر چکا۔

ساتواں اعتراض:

جیسے ہمیں حضور پاک ﷺ کے توسل کی ضرورت ہے یوں ہی حضور پاک ﷺ کو ہمارے وسیلہ کی حاجت ہے۔ حضور ﷺ کا دین حضور پاک ﷺ کا قرآن' حضور ﷺ کے احکام ہماری کوششوں کے وسیلہ سے دنیا میں شائع ہوتے ہیں' ہماری عبادات سے حضور پاک ﷺ کو ثواب ملتا ہے' ہم لوگ حضور پاک ﷺ کی رعایا اور فوج ہیں' بادشاہ کو رعایا کی بھی ضرورت ہے' فوج کی بھی۔

جواب: اس کا جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو بھی مخلوق کے وسیلہ کا محتاج مانو کہ اس کا دین' اس کا قرآن اور اس کی عبادات بندوں ہی کے ذریعے سے دنیا میں پھیل رہی ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ وسیلہ وہ ہوتا ہے جس کے نہ ہونے سے چیز بھی نہ ہو یعنی موقوف علیہ۔ حضور ﷺ کا دین ثواب درجات ہم پر موقوف نہیں' ہم حضور پاک ﷺ کے حاجت مند ہیں' حضور پاک ﷺ ہم سے غنی' ہم سے یہ خدمات لینا ہماری عزت افزائی کے لیے ہے۔ چپڑاسی بادشاہ کا حاجت مند ہے' بادشاہ چپڑاسی کا محتاج نہیں۔ حضور پاک ﷺ کی خدمت کے لیے جنات فرشتے بلکہ خاک پانی ہوا سب حاضر ہیں۔

آٹھواں اعتراض:

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

سوآءٌ علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم لن یغفر الله لهم ۔

ان منافقوں کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے۔

بولو کہاں گیا وسیلہ حضور پاک ﷺ کی دعا سے بھی بخشش نہیں۔

جواب: اس بخشش نہ ہونے کی وجہ یہ ہی تھی کہ منافقین حضور پاک ﷺ کے وسیلہ کے انکاری تھے' سیدھے براہِ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ پوری آیت یہ ہے:

واذا قیل لهم تعالوا یستغفرلکم رسول الله لووا رء وسهم ورایتهم یصدون وهم مستکبرون سواء علیهم الخ

یعنی جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے دعا کریں تو اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور غرور کرتے ہوئے آپ کے پاس نہیں آتے۔ ان مردودوں بے وسیلوں کے لیے اگر آپ اپنے کرم کریمانہ سے دعا دے بھی دیں تو ہم تب بھی انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ وہ وسیلہ کے انکاری ہیں' مومنوں کے متعلق حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے فرماتا ہے:

وصل علیهم ان صلٰوتك سکنٌ لهم ۔

اے محبوب! آپ ان کے لیے دعا فرمائیں' آپ کی دعا ان کے دلوں کا چین ہے' یہ ہیں وسیلہ والے لوگ۔

Scanned with CamScanner

وسیلہ کی تین صورتیں

حضور پاک ﷺ سے توسل کی تین صورتیں ہیں۔توسل جنانی، توسل لسانی اور توسل عملی۔توسل جنانی یہ ہے کہ دل میں عقیدہ رکھے کہ اللہ کی ہر رحمت حضور پاک ﷺ کے توسل سے ملے گی۔

؎ یہ خدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حضور پاک ﷺ، اللہ کی رحمتوں کا دروازہ ہیں۔دوسرے یہ کہ زبان سے بارگاہِ الٰہی میں حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے۔الٰهی بجاه نبيك بحق نبيك کہے یعنی خدایا اپنے نبی ﷺ کی عزت ان کے حق یا ان کے توسل سے مجھے یہ دے۔توسل عملی یہ ہے کہ نیک اعمال حضور پاک ﷺ کی طرف سے کرے، نماز پڑھتا ہوں اللہ کے لیے حضور پاک ﷺ کی طرف سے یا خود حضور ﷺ سے ہی رب کی رحمت مانگے یہ بھی توسل کی قسم ہے۔یہ تمام توسل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔ابن ماجہ شریف وغیرہ میں ہے کہ دعائے حاجت حضور پاک ﷺ نے ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللهم انی اسألك واتوجه اليك بمحمد نبی الرحمة یامحمدانی توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم فشفعه فی ۔

ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجۃ عن عثمان ابن حنیف مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی نے حضور سے عرض کیا، اسئلك مرافقتك فی الجنة میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔حضرت علی مرتضیٰ، حضورِ انور ﷺ کی طرف سے ہمیشہ قربانی فرماتے تھے۔یہ تمام صورتیں توسل کی ہی ہیں اور اس آیتِ کریمہ پر عمل ہے اپنے اعمال حضور پاک ﷺ کے نام پر لگادو تا کہ کل قیامت میں نہ ان کی تفتیش ہو نہ قرقی۔سرکاری مال کی چنگی والے تفتیش نہیں کرتے اور دیوالیہ کے قرض میں اس کی قرقی نہیں ہوتی۔(تفسیر نعیمی)

؎ موت و حیات میری دونوں تیری گلی میں
جینا تیری گلی میں مرنا تیری گلی میں

الدعاء بالوسیلہ

گناہ ہو جائے تو فوراً دعا کرو مگر کسی پیارے کے وسیلہ سے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے بارے میں سزا کا فیصلہ ہونا تھا تو اس پیارے کے مکھڑے کی خاطر، غضبِ الٰہی ٹھنڈا ہو جائے گا کیونکہ آگ پانی سے ٹھنڈی ہوتی ہے اور اللہ کا غضب حضور پاک ﷺ کی رحمت سے سرد ہو جاتا ہے اور دعا کا یہ وہ طریقہ ہے جو خود اللہ نے ہمیں بتایا ہے اور ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وك کی آیت میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم و کریم ہے کہ گناہ پر سزا دینے کی بجائے اس کی معافی کا طریقہ بتاتا ہے کہ درِ محبوب ﷺ پہ آ جاؤ اور وہاں آ کر مجھ سے گناہ کی معافی کی بھیک مانگو اور محبوب ﷺ کو فرما دیا کہ پیارے! (ﷺ) تو بھی ان کے لیے سفارش کر دے، تیرے پاس آئے بغیر تو گناہ بھی معاف نہ کرا سکتے تھے اور جب تو ان کی سفارش کر دے گا تو گناہ بھی معاف ہو جائیں گے اور ربّ کو بھی پالیں گے۔ لوجدوا الله توابًا رحيما اور رحمت کے خزانے بھی لے کر لوٹیں گے۔

؎ جہاں گیا ہوں تیرا ذکر میرے ساتھ رہا
زہے نصیب یہ زادِ سفر زمانے میں

اور اے پیارے! (ﷺ) جو تیرے پاس آنے سے اور تیرا وسیلہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔واذا قیل لهم تعالوا یستغفرلكم رسول الله لووا رء وسهم چونکہ وہ تیری شانوں کے منکر ہیں لہٰذا تو اگر اپنی رحمت للعالمینی کے باعث ان کے لیے ستر بار بھی دعا کرے گا تو لن یغفر الله لهم اللہ ایسے منحوسوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔

؎ بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثرؔ
جو ان سے بے تعلق ہو، ہمارا ہو نہیں سکتا

حضور ﷺ کے وصال کے تین دن بعد ایک شخص قبرِ انور پر آ کر حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتا ہے ابھی دروازے سے باہر نہ نکلا تھا کہ حضور علیہ السلام مسجد نبوی میں سوئے ہوئے ایک صاحب کو خواب میں ملے اور فرمایا اس کو بلا کر کہو کہ تیرے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔(ابن کثیر)

ثابت ہوا کہ اب بھی کوئی اُمتی حضور پاک ﷺ کی زلفوں کا واسطہ دے کر دعا

Scanned with CamScanner

کرے تو حضور پاک ﷺ کی رحمت جھوم جھوم کر اس کا استقبال کرتی ہے۔

؎ وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تیری
وہی چمن ہے جہاں مسکرا دیا تو نے

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب
وأخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ۔

تقریر نمبر 10:

نسبت کی فضیلت

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین
امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔
واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم باالغدوة والعشی يريدون وجهه ولاتعد عينك عنهم ۔ (الکھف:۲۸)

اے محبوب! اپنے آپ کو ان کے ساتھ رکھو (صحابہ کرام کو اپنی صحبت میں رکھو) جو صبح وشام رب کی رضا کے لیے اس کو پکارتے رہتے ہیں اور آپ کی نظر بس انہی پر رہے۔ (ان کو چھوڑ کر کسی اور طرف نہ پڑے)

؎ صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند (مثنوی مولانا روم)

صحبت کا اثر حق ہے، اچھی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بُری صحبت کا اثر انسان پہ بُرا پڑتا ہے اسی لیے اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ **وكونوا مع الصّٰدقين** اور بُری صحبت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ **فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظّٰلمين** آگ کے پاس بیٹھو گے تو حرارت ملے گی، برف کے پاس بیٹھو گے تو ٹھنڈک پہنچے گی۔ عطار کی دُکان پہ بیٹھنے سے خوشبو آئے گی اور کوئلے کی دُکان پہ بیٹھنے سے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے، باغ کے پاس سے گزرو گے تو مہک آئے گی اور غلاظت کے ڈھیر کے پاس سے گزرو گے تو دماغ متعفن ہو جائے گا۔

پھول کی صحبت سے مٹی میں خوشبو

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حمام میں تھا کہ میرے کسی دوست نے مجھے مٹی دی جس سے خوشبو آ رہی تھی، میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک

ہے یا عنبر؟ کہ تیری خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے تو مٹی نے مجھے جواب دیا کہ میں تو ناچیز مٹی ہی ہوں لیکن کچھ عرصہ پھول کی صحبت میں رہی ہوں اگر پھول کی خوشبو میرے اندر نہ آتی تو میں وہی ناچیز مٹی ہی تھی۔

گلے خوشبوئے درحمام روزے — رسید از دست محبوب بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری — کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد — وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

(گلستان ص ۵)

اگر حقیر و ناچیز مٹی کے اندر چند دن پھول کی صحبت میں رہنے سے خوشبو آ سکتی ہے تو ولی اللہ کی صحبت بندے کے اندر معرفت الٰہی کی خوشبو پیدا کیوں نہیں کر سکتی۔

اچھوں کی صحبت

اس لیے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو خدا کی بارگاہ میں بیٹھنا چاہے، وہ خدا کے محبوبوں کے پاس بیٹھے اس کو خدا کی بارگاہ میں بیٹھنے کے نظارے آئیں گے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

اور فرمایا اولیائے اللہ کے ساتھ ایک لمحہ بیٹھنے سے سو سال کی بے ریا عبادت کا ثواب ملتا ہے بلکہ زیادہ

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

امداد المشتاق ص ۵۴ مصنفہ اشرف علی تھانوی پہ ہے:

من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف ۔

"جو اللہ کے پاس بیٹھنے کی لذت پانا چاہے، وہ اہلِ تصوف (اولیاء کرام) کے پاس بیٹھے۔"

صحابی کو کس شئی نے یہ مقام دیا ہے کہ دنیا کے غوث قطب ابدال ایک صحابی کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صحابی اس کو کہا جاتا ہے جو رسول پاک علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھا ہو اس صحبت نے اس کو نجم ہدایت بھی بنا دیا اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا پروانہ بھی عطا کر

دیا۔ تابعی کو صحابی کی صحبت نے تابعی بنایا ہے اور ان دونوں کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔

جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا ہو جاتا ہے اور دانہ کھیت میں مل کر کھیت بن جاتا ہے اسی طرح ناقص کو کامل کی صحبت کامل بنا دیتی ہے۔ مولائے روم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت

بہت عمدہ کپڑا ہو مگر اس کو کوئی نہیں چومتا مگر معمولی کھدر جب قرآن پاک کا غلاف بن جاتا ہے تو جہاں قرآن کو چوما جاتا ہے، وہاں اس کپڑے کو بھی بوسے دیئے جاتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اگر تجھے انبیاء اللہ کی صحبت نہ مل سکے تو قرآن کی تلاوت کر کے ان کے حالات پڑھ لیا کر، تجھے ان کی پاکیزہ ارواح سے فیض مل جائے گا۔

ہست قرآں حالہائے انبیاء
ماہیان بحر پاک کبریا

اہلِ اللہ کی صحبت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا، توفیقِ توبہ مل جاتی ہے اور شقاوت سعادت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ بخاری کی روایت ہے۔ (ج ۲ ص ۹۴۸)

ھم الجلساء لایشقیٰ جلیسھم ۔

یعنی یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۱۳) میں حدیث شریف کے اس جملہ کی یہ تشریح کی ہے۔

ان جلیسھم یندرج معھم فی جمیع مایتفضل اللہ بہ علیھم اکراما لھم ۔

اہلِ اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہو جاتا ہے، ان تمام

Scanned with CamScanner

نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کے لیے خاص ہوتی ہیں۔ پس اہلِ اللہ کے جلیس و ہمنشین کو بھی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتا۔

پانی دودھ کی صحبت میں

پانی نے دودھ سے کہا' میں تجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اور اپنے آپ کو تیرے اندر فنا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تیری تو بڑی قدر ہے اور مجھے پوچھتا بھی کوئی نہیں جب پانی نے اپنے آپ کو دودھ میں فنا کر دیا تو جو قیمت دودھ کی تھی وہی پانی کی بھی ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ جب تک کسی کی صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو اس کے قدموں میں فنا نہ کر دیا جائے اس وقت تک قیمت نہیں پڑتی۔

دودھ نے پانی کو اپنا رنگ بھی دے دیا' ذائقہ بھی عطا کر دیا' قیمت بھی لگوا دی اور دوستی اتنی پکی ہوگئی کہ ایک کے بغیر دوسرے کو چین نہیں آتا۔ ایک دودھی نہر کے پاس آیا تو اس کے پاس دودھ ایک من تھا' نہر کو عبور کیا تو دودھ ڈیڑھ من ہوگیا (خدا جانے اس نے پانی ڈال دیا' یا خود ہی ڈل گیا) حلوائی کے پاس لے گیا اس نے آگ پہ رکھا' پانی جل گیا تو دودھ بے چین ہو کر اُبلنے لگا اس نے پھونک ماری مگر دودھ کا اضطراب ختم نہ ہوا جب دودھ اتنا وفادار ہے کہ جس کو ایک بار اپنی صحبت میں لے لیتا ہے پھر اس کو جدا نہیں ہونے دیتا تو جو ولیوں اور نبیوں کی صحبت میں آ کر ان کے قدموں پہ قربان ہو جائے پھر وہ کس قدر وفادار ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم' حضورِ انور ﷺ کی صحبت میں آئے نہ رنگ' نہ قیمت مگر صحبتِ مصطفیٰ ﷺ نے رنگ بھی صبغۃ اللہ کا چڑھایا اور قیمت بھی اتنی لگوا دی کہ کوئی خرید نہ سکا۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

صدیق اکبر نے غار میں سانپ کے منہ میں ایڑھی رکھ کر اپنے آپ کو حضورِ انور ﷺ کے قدموں پہ فدا کر دیا اور مصطفیٰ ﷺ نے صدیق رضی اللہ عنہ کو روضے میں ٹکا کر دنیا میں وفاداری کی مثال قائم فرما دی۔

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

دودھ کی بات شروع ہوئی تو ایک لطیفہ یاد آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کا مشہور واقعہ ہے کہ ماں بیٹی رات کے وقت گھر میں جھگڑا کر رہی تھیں' ماں کہتی تھی دودھ میں پانی ڈال لیا جائے تاکہ کچھ رقم زیادہ مل جائے' بیٹی نے کہا' خلیفہ کو پتہ چل گیا تو سزا ملے گی۔ ماں نے کہا' خلیفہ کون سا یہاں دیکھ رہا ہے۔ بیٹی نے کہا' خدا تو دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں چھپ چھپا کر یہ غلط کام کیا جاتا تھا اور آج کل علی الاعلان ہو رہا ہے اور پھر قسم اُٹھا جاتے ہیں کہ ہم نے دودھ میں پانی نہیں ڈالا حالانکہ سب کے سامنے ملاوٹ کی ہے لیکن ملاوٹ کرنے والا اس لیے سچا ہو جاتا ہے کہ میں نے تو دودھ میں پانی نہ ڈالنے کی قسم اُٹھائی ہے اور میں اس میں سچا ہوں کیونکہ میں نے تو پانی میں دودھ ڈالا ہے۔

پہلے لوگ اتنے سادہ' بھولے بھالے اور ایمان دار ہوتے تھے کہ دودھ دوہنے سے پہلے گائے بھینس کو پانی نہیں پلاتے تھے کہ کہیں ملاوٹ نہ ہو جائے اور اب اتنے چالاک ہیں کہ دودھ دوہنے سے پہلے بالٹی کو ہی پانی پلا کر آدھی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

نہ چکنائی نہ بالائی مگر خالص دودھ ہے بھائی

کہ دودھ دوہنے کے بعد بھینس بھی نہیں پہچان سکتی کہ یہ میرا دودھ ہے یا کسی اور کا اور مشہور ہے کہ پاکستان میں تو اب خالص دودھ یا کٹا' بچھڑا پی سکتا ہے جو کہ دودھ والوں کی مجبوری ہے یا پھر داتا صاحب کے عرس پہ لاہور والوں کو خالص دودھ پینا نصیب ہوتا ہے (لیکن وہ تو سال کے بعد ہوتا ہے کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے پر)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں نے تمہیں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ عطا کیا ہے۔

من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشربین ۔

حالانکہ دونوں چیزیں نجس ہیں مگر دودھ پاک بھی ہے' خالص بھی' اللہ تعالیٰ تو نجاستوں کے مرکز سے خالص دیتا ہے اور یہ بے ایمان خالص دودھ کی شکل بھی نہیں دیکھنے دیتے۔

سبحان اللہ! جانور گھاس بنولہ وغیرہ کھاتا ہے تو ایک نالی میں خون بنتا ہے' دوسری

Scanned with CamScanner

میں گوبر اور تیسری میں پیشاب اور چوتھی میں سے خالص دودھ نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور مکسنگ نہیں ہوئی' وہ مشین جو اللہ نے ہر دودھ دینے والے جانور کے پیٹ میں لگا دی ہے کہ ایک طرف سے گوبر آ رہا ہے' دوسری طرف سے خون اور درمیان سے خالص دودھ نکل رہا ہے' آج تک ہزار ترقی کے باوجود سائنس نے ایسی ایک مشین بھی تیار نہیں کی اور نہ قیامت تک کر سکتی ہے۔

فتبارك الله احسن الخالقين ۔

ملاوٹ اچھی بھی ہوتی ہے اور بُری بھی' آٹے میں پانی ملا کر بسکٹ تیار کیا جاتا ہے' ملاوٹ ہے مگر اچھی اور کارآمد۔ آٹے میں گھی ملایا تو پراٹھا تیار ہو گیا' ناقص کامل ہو گیا' آٹے میں مٹی ملا دی تو کامل ناقص ہو گیا اور اگر آٹے میں زہر ملا دیا تو آٹا بھی فنا اور کھانے والا بھی فنا' اس طرح عباداتِ الٰہیہ میں جب حضور علیہ السلام کی سنتیں اور توحید کے ساتھ رسالت کی ملاوٹ ہو گئی تو ایمان بنے گا اور اگر عبادت میں ریاء و نمود کی ملاوٹ ہو گئی تو عبادت بھی فنا اور کرنے والے کا بھی خانہ تباہ۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بھی کامل اور ناقص ملتے ہیں تو نقصان ہمیشہ کامل کا ہی ہوتا ہے' ناقص کی تو قیمت بڑھ جاتی ہے جس طرح کہ پانی دودھ کے بھاؤ بکنے لگتا ہے لہٰذا ناقص چاہتا ہے کہ میں کامل میں مکس ہو جاؤں تاکہ میری قدر بڑھے۔

حضور علیہ السلام کے غلامو! صحیح العقیدہ مسلمانو! بدعقیدہ لوگ تو چاہتے ہیں تم سے مل جائیں اور تمہاری قدر گھٹا کر اپنی قیمت بڑھا لیں مگر یاد رکھو اس میں نقصان بہر حال تمہارا ہی ہے۔

بعض لوگ (سُنی) کہتے ہیں کہ گستاخوں کے جلسوں میں جانے سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ ہم جانتے ہیں غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر آپ اتنے ہی سمجھ دار ہیں تو وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟

نسبت روشن ضمیراں کم نہیں اکسیر سے
آب بھی پاتا ہے قیمت ملتا ہے جب شیر سے

اچھی بُری صحبت کا اثر

جب صحبت کی یہ تاثیر و برکت ہے تو کیوں نہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ہو کر

فریدالدین کی بارگاہ میں آئیں' فریدالدین زہد الانبیاء ہو کر قطب الدین کے دربار میں آئیں' قطب الدین' معین الدین کی سرکار میں آئیں' معین الدین غریب نواز' ہندالولی عطائے رسول ہو کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی چوکھٹ پہ حاضری دیں جب یہ مقبولانِ بارگاہِ خداوندی صحبت کو اتنا ضروری قرار دیتے ہیں کہ خود کامل ہو کر کسی نہ کسی اکمل کی گدائی کر رہے ہیں اور ہماری طرح نہیں کہتے کہ جو کرتا ہے' خدا ہی کرتا ہے پھر ولیوں کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ جانتے ہیں کہ ملتا تو خدا سے ہی ہے مگر جس کو اس نے نوازنا ہوا' اپنے کسی کامل کی خدمت میں لگا دیتا ہے۔

خدا دیتا ہے پر دیتا ہے اپنے یار کا صدقہ

سلطان العارفین کو بھی خدا سے ہی ملا' مگر کس طرح غوث اعظم کی چوکھٹ کے ذریعے ملا تبھی تو کہا!

بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں کرساں میراں میراں ہو

گولڑے شریف والوں کو سیال شریف سے ملا' سیال شریف کو تونسے شریف سے ملا' شرقپور شریف والوں کو کوٹلہ شریف سے' کوٹلہ شریف کو مکان شریف سے

خدا دیتا ہے پر دیتا ہے اپنے یار کا صدقہ

نوح نبی کا بیٹا ہو کر بُری صحبت میں بیٹھ جائے تو اس کا ذکر مقام لعنت پہ ہوتا ہے اور کتا ہو کر اصحاب کہف کے قدموں پہ بیٹھ جائے تو اس کا ذکر مقامِ مدح اور رحمت میں ہوتا ہے۔

وكلبهم باسط ذراعيه بالوصيد ۔ القرآن

پسر نوح بابداں بنشست خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد (سعدی)

میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

چنگے بندے دی صحبت یار وجویں دوکان عطاراں
سودا بھاویں لیے نہ لیے حلے اون ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یار وجویں دوکاں لوہاراں
کپڑے بھاویں کنج کنج بہیے چنگاں پہن ہزاراں

کسی عارف نے اچھی اور بُری صحبت کو کتنے عمدہ طریقے سے بیان فرمایا ہے۔

ے تاتوانی دور شوا از یار بد — یار بد بدتر بوداز مار بد
مار بد تنہا ہمی برجاں زند — یار بد برجان و برایماں زند

جب تک ہو سکے بُرے دوست کی صحبت سے بچ کیونکہ یہ سانپ سے بھی زیادہ بُری ہے کیونکہ سانپ تو صرف تیری جان مار سکتا ہے اور بُری صحبت سے جان بھی گئی ایمان بھی گیا۔

ے ہمچو بلبل دوستی گل گزیں

بلبل کی طرح پھول کی صحبت اختیار کرتا کہ جنت کے پھولوں کا حق دار ہو جائے۔

گر تو سنگ خارہ مرمر شوی — چو بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر تو پتھر ہے تو صاحبِ دل کی صحبت میں جا کر موتی ہو جائے گا۔ (مولانا روم)

تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۳ پہ امام رازی لکھتے ہیں کہ جب اصحابِ کہف نے کتے کو دُھتکار کر بھگانا چاہا تو اس نے بول کر کہا:

ماتریدون منی لا تخشوا جانبی انا احب اولیاء اللہ .

مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں ولیوں کو بھونکنے والے کتوں میں سے نہیں ہوں بلکہ کتا ہو کر بھی ولیوں سے محبت کرتا ہوں، تم سو جاؤ، میں پہرہ دیتا ہوں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں، کتے نے عرض کیا:

ے نہ میں بھونکاں نہ میں ٹونکاں نہ میں شور مچاواں
نیکاں دے سنگ رَل کے کدھرے میں وی بخشیا جاواں

امداد المشتاق ص ۱۵۷ اور ص ۱۰۲ پہ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ (حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ) کی نظر ایک دن ایک کتے پہ پڑ گئی تو وہ کتا اس قدر صاحبِ کمال ہو گیا کہ وہ آگے آگے ہوتا اور سارے شہر کے کتے اس کے پیچھے پیچھے ہوتے اور جہاں وہ بیٹھتا اس کے اردگرد سارے کتے حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے پھر لکھتے ہیں کہ جن کے فیض سے ایسی بدترین مخلوق بھی محروم نہیں رہتی بھلا اشرف المخلوقات (انسان) کیوں محروم رہے گا۔

ص ۱۱۳ پہ لکھتے ہیں کہ فیض کا یہ سلسلہ مرنے کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ "فقیر کی قبر سے بھی وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو اس کی ظاہری زندگی سے" اور لکھا ہے کہ میں نے

خود حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اُٹھایا جو حالتِ حیات میں اُٹھایا تھا۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا

لوگ کہتے ہیں نوح علیہ السلام نبی ہو کر اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے تو ولی تمہیں کیا فائدہ دیں گے، میں عرض کروں گا نبیوں کے غلاموں کی صحبت کی برکت سے تو کتوں کو فیض مل رہا ہے، کنعان اس لیے نہ بچا کہ اس نے نبی کی صحبت کی برکت سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا:

ساوی الی جبل یعصمنی من الماء .

"میں پہاڑ کی پناہ لے کر پانی سے بچ جاؤں گا۔"

معلوم ہوا نبی کا بیٹا بھی ہو مگر نیکوں کی صحبت کا منکر ہو جائے تو تباہ ہو جاتا ہے اور کتا اگر نیکوں کی صحبت میں آ جائے تو بچ جاتا ہے۔

صالح علیہ السلام کی اونٹنی، عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا اور حضور علیہ السلام کی سواری کیوں جنت میں جائے گی؟ صحبت کی برکت سے۔

جب جانور صحبت نیکاں سے فیض پا رہے ہیں تو میں صدیق و فاروق کے قدموں پہ کیوں نہ قربان ہو جاؤں جو آج بھی نبی علیہ السلام کی صحبت میں جنت کے مزے لے رہے ہیں۔

تمام اُمت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کے ساتھ جو آج مٹی لگی ہوئی ہے اس کی شان عرش معلیٰ سے بھی زیادہ ہے، کیوں؟ صحبت کی برکت سے۔

کیا وجہ ہے کہ دریا تو پاک ہوتے ہی ہیں مگر پاکپتن میں بابا فرید کے دریا کا "پتن" بھی پاک ہے؟ فرید کے قدموں کی صحبت کی برکت سے۔

ے یہ مثل سچ ہے کہ ہو جاتا ہے صحبت کا اثر
آدمی کیا؟ در و دیوار بدل جاتے ہیں

حق باہو سلطان باہو تیرے طوسے پڑھن قرآن باہو، کیوں؟ صحبت کی برکت سے

حیدر آباد دکن میں حضرت شاہ عالم علیہ الرحمۃ کے مزار پہ ایک طوطا تھا جس کو پورا قرآن یاد تھا، آپ اس سے دور فرماتے تھے، وہ قبر سے باہر بیٹھ کر قرآن پڑھتا اور آپ قبر کے اندر سنتے پھر آپ قبر کے اندر سے پڑھتے اور وہ باہر سے سنتا۔

Scanned with CamScanner

جانوروں پہ صحبت کا اثر

جب جانور صحبت اولیاء کا فیض پا رہے ہیں تو کون جانور ہے جو کہتا ہے صحبت کا اثر نہیں ہوتا۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں ایک بلی رہتی تھی جتنے مہمانوں نے آنا ہوتا تھا' وہ اتنی بار میاؤں میاؤں کرتی تھی۔ ایک دن ایک مرتبہ میاؤں کیا مگر مہمان دو آ گئے' پتہ چلا کہ دوسرا روزے سے ہے۔

ثابت ہوا کہ عمل کا اثر صرف انسانوں پر ہوتا ہے اور صحبت کا اثر درو دیوار پر بھی ہو جاتا ہے جس جگہ قوم ثمود پر عذاب آیا تھا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ سے پانی لے کر آٹا گوندھا تو حضور علیہ السلام نے آٹا استعمال کرنے سے منع فرما دیا کہ یہ عذاب والی جگہ کے پانی سے گوندھا گیا ہے حالانکہ جگہ نے تو گناہ نہ کیا تھا۔ وادی محسر میں سے دورانِ حج تیزی سے کیوں گزر جاتے ہیں اس لیے کہ وہاں شیطان بیٹھ کر حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت پہ حسرت کے آنسو بہاتا رہا تھا۔

میدانِ منیٰ میں پتھر کے ستونوں کو کنکر اس لیے تو مارتے ہیں کہ وہاں شیطان ٹھہرا تھا اور اس کی صحبت بد کی نحوست ہے کہ آج تک وہاں کنکر مارے جا رہے ہیں حالانکہ شیطان اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ آج تک پتھر کھانے کے لیے وہاں رُکا رہے تو جب شیطان کی بُری صحبت کا بُرا اثر ہو جاتا ہے تو عبادالرحمٰن کی اچھی صحبت اچھا اثر کیوں نہیں کرتی۔

سعدی فرماتے ہیں کعبہ کے غلاف کو کیوں چومتے ہیں' کیا وہ ریشم کے کپڑے سے برآمد نہیں ہوا؟ مگر اس لیے کہ اس کو چند روز کعبے کی صحبت نصیب ہوگئی۔

؎ جامۂ کعبہ را می بوسند او نہ از کرم پیلہ نامی شد
با عزیزے نشست روزے چند لاجرم ہمچو او گرامی شد

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کا ایک آتش پرست سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق مناظرہ ہو گیا' آتش پرست نے کہا! ہم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالتے ہیں جس کا ہاتھ بچ گیا' وہ سچا جس کا جل گیا' وہ جھوٹا۔ چنانچہ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور آگ میں ڈال دیا' تھوڑی دیر بعد ہاتھ نکالے تو دونوں ہاتھ صحیح سلامت نکلے' آپ بڑے حیران ہوئے کہ یااللہ! یہ کیا ماجرا ہے' میں نے ستر سال تیری عبادت کی ہے اور اس نے

ساری عمر آگ کی پوجا کی ہے پھر بھی دونوں کے ہاتھ جلنے سے بچ گئے۔ حکم ہوا وجہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ تیرے ہاتھ میں تھا' اس کو کہو اگر سچ جھوٹ کی پہچان کرنی ہے تو علیحدہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈالے پھر دیکھے کیسے بچتا ہے' یہ تو تیرے ہاتھ کی برکت تھی کہ بچ گیا۔

؎ ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء

نکات فیض صحبت

☆...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی بت پرست قوم کو یہ فرما کر ترک کیا:

واعتزلکم وماتعبدون من دون الله ۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلما اعتزلهم وما يعبدون من دون الله وهبناله اسحاق و يعقوب ۔

ہم نے اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت فرزند عطا فرمائے۔

☆...... صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دورانِ سفرِ حج ان مقامات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہاں سجدے کرتے تھے جن جگہوں پہ حضور علیہ السلام نے کسی موقع پہ دورانِ سفر پڑاؤ کیا ہوتا تھا۔

؎ تیرا سنگ در جو نہ مل سکا تیرے راہ گزر کی زمین سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے غرض ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

☆...... امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ مدینہ کے راستوں کے ذروں کو چومتے تھے صرف اس لیے کہ حضور علیہ السلام کے قدم ان پر لگے ہوں گے۔

☆...... روح البیان میں ہے کہ ایک آدمی ایک رسی کو آگ لگانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کو آگ نہ لگ رہی تھی' سوچ میں پڑ گیا آخر انکشاف ہوا کہ جس اونٹ کے گلے میں یہ رسی تھی اس پر سوار ہو کر کسی نے دس حج کیے ہیں۔

☆...... بازار میں ایک شخص سنگترے بیچتا ہوا اعلان کر رہا تھا "چنگے سنگترے" لوگوں کو خبر بھی نہ تھی مگر ایک مست کو وجد آ گیا کیونکہ اس میں صحبت نیکاں کا نکتہ تھا کہ چنگے سنگ ترے (اچھوں کے ساتھ مل جاؤ تر جاؤ گے)

Scanned with CamScanner

ے تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

خواجہ باقی باللہ اور نانبائی

خواجہ باقی باللہ نے نانبائی کو خوش ہو کر فرمایا' مانگ کیا مانگتا ہے؟ سادہ آدمی تھا اس نے کہا' اپنے جیسا بنا دیں' آپ نے توجہ فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے تو لوگ پہچان نہ سکے کہ باقی باللہ کون ہے اور نانبائی کون ہے۔ اقبال کہتے ہیں

ے خدرا فروز د مرا درس حکیمان فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں

مگر نانبائی فیض کا دریا برداشت نہ کرتے ہوئے لڑکھڑا رہا تھا اور خواجہ باقی باللہ قائم ودائم تھے۔ چنانچہ تین دن کے بعد نانبائی جاں بحق ہو گیا۔ یہ توجہ جو خواجہ نے نانبائی پہ فرمائی' صوفیائے کرام اس کو توجہ اتحادی کہتے ہیں کہ جہاں توجہ کنندہ (مرشد کامل) مرید کے ظاہر کو بھی بدل دیتا ہے اور باطن کو بھی۔ ظاہر کو تو ہم بھی بدل لیتے ہیں' کبھی کسی کی نقل اُتار لیتے ہیں' کبھی کسی کی مگر اللہ والے صرف قالب ہی نہیں' قلب بھی بدل کے رکھ دیتے ہیں۔

جس طرح حضور علیہ السلام کی نگاہِ کرم غارِ ثور میں تین دن تک ابوبکر صدیق ؓ کے چہرے پہ پڑتی رہی اور جب غار سے باہر نکلے تو لوگ پہچان نہ سکے کہ غلام کون ہے اور آقا کون ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی پگڑی اُتار دی اور حضور پاک ﷺ کے سرانور پہ تان لی۔ (دھوپ سے بچانے کے لیے نہیں کیونکہ دھوپ سے تو بادل بچاتا تھا بلکہ یہ بتانے کے لیے کہ) میں غلام ہوں آقا ﷺ تو یہ ہیں جو آج مدینہ بسانے کے لیے آ رہے ہیں۔ تو کل

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے — شمع توحید جلانے کے لیے آپ آئے
ایک پیغام جو ہر دل میں اُجالا کر دے — ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپ آئے
ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو — ایک مرکز پہ بُلانے کے لیے آپ آئے
ناخدا بن کے اُبلتے ہوئے طوفان میں — کشتیاں پار لگانے کے لیے آپ آئے

نسبت کی اہمیت

بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور قوتِ بصارت و سماعت میں اپنے آپ کو سب سے آگے

سمجھنے والے نسبت و تعلق نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کی نظر میں بہرے' گونگے اور اندھے قرار پائے اور اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والے اللہ کے محبوب کے قدموں سے نسبتِ غلامی کی نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے عقل سے کورے ٹھہرے۔ (**صم بکم عمی فھم لایعقلون**) بلکہ چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے بھی مردہ ٹھہرے۔ (**اموات غیر احیاء' فانك لاتسمع الموتی**) تفاسیر میں ہے کہ ان مردوں سے مراد کافر ہیں۔ کیا یہ واقعتاً اندھے' بہرے' گونگے' بے عقل اور مردہ تھے؟

ے ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

اور جن کو نسبتِ غلامی حاصل تھی' ان کے جسموں کے ٹکڑے بھی ہو گئے' ان کے جنازے بھی پڑھے گئے' ان کو دفن بھی کر دیا گیا' عورتیں بیوہ' بچے یتیم اور وراثت تقسیم ہو گئی مگر فرمایا:

بل احیاء ولکن لایشعرون ۔

''وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔''

پہلوں کو زندہ نہ کہو وہ تو مردہ ہیں اور دوسروں کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں۔

ے موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

جس غلام کو حضور پاک ﷺ سے نسبت غلامی نصیب ہوئی' وہ سب کا آقا بن گیا' کعبہ کی چھت پہ کھڑا ہو گیا اس کے قدموں کی آواز جنت میں پہنچ گئی' پہلے ہر کوئی اس کو غلام کہتا تھا لیکن جب حضور پاک ﷺ نے اس کو غلام بنایا تو سردار عمر بن خطاب بھی اس کو سیدنا بلال کہہ کر پکارنے لگے۔

جن جوڑوں کو حضور پاک ﷺ کے قدموں سے نسبت ہوگئی' معراج کی رات فرشتوں کے سردار نے ساتھ جانے سے معذرت کر لی مگر جسم کے کپڑے اور پاؤں کی نعلین عرش پہ ساتھ جا رہی ہے۔

کاغذ ایک ہی ہوتا ہے اس کے کچھ حصے پہ آپ پکوڑے رکھ کر کھاتے ہیں اور کاغذ گندی نالیوں میں پھینک دیتے ہیں اور اسی کاغذ کا دوسرا حصہ قرآن کا ورق بن جاتا ہے' اس کو چوما جاتا ہے کیونکہ اس کو کلامِ الٰہی کے ساتھ نسبت ہوگئی ہے۔ لکڑی ایک ہی ہے

Scanned with CamScanner

اس کی کرسی بنتی ہے جس پہ آپ بیٹھ جاتے ہیں اور اسی کی رحل بنتی ہے جس پہ قرآن رکھا جاتا ہے اس کو چوم کر اونچی جگہ پہ رکھتے ہیں جہاں قرآن وہیں رحل' ایک کپڑے کا پاجامہ' ایک کا غلاف' وہ پہنا جائے' یہ چوما جائے پھر بھی نسبت کا انکار؟ خدا نے آگ کو فرمایا:

ینار کونی بردًا وسلامًا علٰی ابراھیم ۔

ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال آیا' مولیٰ! میں تیرا خلیل ہوں اور تو مجھ سے خطاب کرنے کی بجائے آگ کو شرفِ ہم کلامی عطا کر رہا ہے؟ اشارہ ہوا کہ اس سے پہلے بھی کبھی آگ سے مخاطب ہوا ہوں؟ پیارے! تیری ہی نسبت کی وجہ سے تو آگ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے' ساری زبانوں میں کلام فرما سکتا ہے لیکن عربی زبان کو منتخب فرمانے کی وجہ کیا ہے حالانکہ انگلش ہر جگہ بولی جاتی ہے' اردو بین الاقوامی زبان ہے' پنجابی اللہ کے بے شمار ولیوں کی زبان ہے مگر قرآن کی زبان عربی کیوں؟ اس لیے کہ صاحبِ قرآن کی زبان عربی ہے' محبوب ﷺ کی زبان عربی ہے تو قرآن بھی عربی میں آنے لگا۔

نماز اگر اپنی زبان میں پڑھو گے تو قبول نہیں ہے چاہے ہر حرف کی سمجھ آتی رہے مگر رسول پاک کی زبان (عربی) میں پڑھو چاہے ایک حرف کی سمجھ بھی نہ آئے مگر قبول ہے' کیوں؟ اللہ کو اپنے نبی کی نسبت والی ہر شئی پیاری ہے۔ تمہیں اپنے طوطے مینا سے چونکہ پیار ہوتا ہے اس لیے وہ بولتا ہے تو چاہے خود بھی اپنی بولی نہ سمجھے مگر وہ پیارا ہی لگتا ہے۔

ساڈے نبی دی زبان ساڈے واسطے قرآن
کسے ہور دا بیان چنگا لگدا ای نئیں
دل نبی دے نظارے کولوں رجدا ای نئیں
سوہنا ایہو جیہا جگ وچوں لبھدا ای نئیں
کہیا آپ خدا جبریلا تو جا
میرے نبی نوں لیا عرش سجدا ای نئیں

یہود ونصاریٰ کو نسبت کا فائدہ

یہودیوں اور عیسائیوں کے کافر ہونے میں کیا شک ہے لیکن پھر بھی ان کی عورتوں

سے مسلمانوں کا نکاح جائز اور ان کا کھانا جائز' اس کی وجہ علماء کرام یہی بیان فرماتے ہیں کہ ایک طرح سے کسی نہ کسی نبی کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو منسوب کر رکھا ہے۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اگر چہ جھوٹی ہی سہی مگر ہے تو سہی لہٰذا ان کی جھوٹی نسبت کا بھی ان کو فائدہ ہو گیا کہ ان کا ذبیحہ حلال اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز۔ اگر چہ:

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ...... اولئك هم الكفرون حقا ۔

ہیں اس سے اندازہ لگا لو کہ سچی نسبت کا مقام کیا ہو گا۔

ارے خدا تو اپنی ربوبیت کو بھی اپنے محبوب ﷺ کی نسبت سے بیان فرماتا ہے۔

واذ قال ربك للملائكة ۔ ادع الى سبيل ربك ۔ وما كان ربك نسيا ۔ وما كان عطاء ربك محظورا ۔ فلاو ربك لايؤمنون ۔

تیرا رب' تیرا رب' تیرا رب' تیرا رب' تیرا رب

سبحان الله ما اجملك ما احسنك ما اكملك ۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

اچھی نسبت کی مثالیں

معمولی شئی کو سرکار سے نسبت ہو جائے اگر چہ خاک کے ذرے ہی ہوں مگر عرشِ معلیٰ سے افضل ہو جائیں اگر چہ چمڑے کا جوتا ہو' عرش سے اوپر جائے' ایسا کیوں ہے اس لیے کہ نکرہ جب مضاف ہو جائے' معرفہ کی طرف تو وہ بھی معرفہ ہو جاتا ہے اس کی نکارت ختم ہو جاتی ہے۔

کون جانتا تھا پرویز مشرف کیا بلا ہے' نسبت حکومت ملی تو پوری دنیا میں مشہور ہو گیا۔

نسبت ہی کی وجہ ہے کہ پانی دودھ کے بھاؤ بکتا ہے' کتے کو جنت ملتی ہے اور تین سو نو سال تک وہ کتا ولیوں کی چوکھٹ کی نسبت کی برکت سے بھوکا پیاسا بیٹھا رہا اور نہ ولیوں کے دشمن کو تین دن بھوکا پیاسا رکھو' چوتھے دن اکڑ کر ریلا نہ بن جائے تو مجھے پکڑ لینا۔

قرآن میں جہاں بھی اصحاب کہف کا ذکر آیا ہے' ساتھ ان کے کتے کا بھی ذکر آیا ہے۔

Scanned with CamScanner

ایک ایک آیت میں کئی کئی بار سیقولون ثلثة رابعهم کلبهم ویقولون خمسة سادسهم کلبهم' و یقولون سبعة وثامنهم کلبهم ۔

اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ فلاں بندے کا کیا حال ہے اور آپ جواب میں کہیں' وہ ایسے بیٹھا ہوا تھا تو وہ کہے گا' بھائی بیٹھنے کی حالت کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے مگر خدا نے نسبت والے کتے کے بیٹھنے کی حالت کو بھی بیان فرمایا ہے۔

وکلبهم باسط ذراعیه بالوصید ۔

وہ ولیوں کی چوکھٹ پہ بازو پھیلا کر بیٹھا رہا اور تین سو نو سال بیٹھا رہا۔

؎ جو لگن میں تیری نکل گئے' وہ ڈرے نہ دریائے پُرخطر سے
گئے کود آنکھوں کو بند کر کے نہ آر دیکھا نہ پار دیکھا

؎ ہم سے نہ پوچھ کہ کدھر بیٹھ گئے
تیری محفل میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے
"حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے' بیٹھ گئے"

؎ وقت کے چنگیز چلاتے رہے خنجر
ہم شکر کے سجدے تہہ شمشیر کریں گے
بے ساختہ تیرے بھی نکل آئیں گے آنسو
جب پیش تجھے تیری ہی تصویر کریں گے

نسبت صحابیت

ایک ماں کے دو بیٹے ہیں' قسمت جدا جدا ہے۔ ایک ملک کا بادشاہ ہے' دوسرا در در کا گدا ہے۔ وہ بھی انسان ہیں کہ جن کو نبی علیہ السلام سے نسبت صحابیت نصیب ہوتی ہے تو جن جانوروں پہ سوار ہوتے ہیں' خدا ان جانوروں کے قدموں کی خاک کی قسم یاد فرماتا ہے۔ (والعادیات ضبحًا) اور وہ بھی انسان ہیں جو اس نسبت سے محروم ہیں تو ان کو فرمایا گیا' اولٓئک کالانعام بل هم اضل یہ تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

؎ محمد کی نسبت بڑی چیز ہے
خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

گندہ نالہ پلیدی ونجاست کا مرکز ومنبع ہے مگر جب دریا سے نسبت ہو جاتی ہے تو

دریا اس کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ کتا ہو کر ولیوں کے دامن سے وابستہ ہو جائے تو نسبت سے محروم انسان دوزخ میں اور نسبت والا کتا جنت میں۔

؎ بھریا جہاز ولایت والا تے مارے سد مہانا
پڑھ لو کلمہ رکھ لو سنت جس نے جنت جانا

یہ محرومی نہیں تو کیا ہے' دنیا داروں کی تعریف کرو اور کہو کہ فلاں چوہدری بڑا سخی ہے کہ اس گھر سے روزانہ سو افراد کھانا کھاتے ہیں اور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے دس ہزار افراد روزانہ مفت میں کھانا کھائیں تو داتا کی سخاوت کا انکار کرو۔ خواجہ کے در پہ پورا ہندوستان پلے تو اس کی سخاوت کی بات نہ کرو اور غوث اعظم کا ذکر نہ کرو جس کی گیارہویں شریف سارے جہان میں منائی جا رہی ہے اور ساری دنیا پل رہی ہے۔

اسیں ایویں نہیں ولیاں دا در ملدے رب ملن دا ولی سبب ہندا
کوئی ملے تقدیر بدلان والا ہتھ ولی دے معاملہ سب ہندا
جیہڑا عمر وچ کم نہ ہو سکے بوئے ولی تے کم اور جھب ہندا
سوگز رسہ تے سرے تے گڈیارو' جدے ولی ہووے اودے رب ہندا

محمد کی نسبت بڑی چیز ہے

محمد علی پاکستان کا حکمران ہوا ہے' کرکٹ دیکھنے لگا' دل میں شوق پیدا ہوا کہ چار بلے لگا لے' بلہ ہاتھ میں لیا' ابھی دو ہی لگائے تھے کہ شوق پورا ہو گیا' وہی چار روپے والا بلا جس کو محمد علی کا ہاتھ لگا' دو لاکھ روپے کا بک گیا تو جس کو مدینے والے کا ہاتھ لگ جائے' وہ کیوں نہ انمول ہو جائے اور جس کا بازارِ مصطفیٰ ﷺ میں سودا ہو جائے اس کو کون خریدے اور جو زلفِ مصطفیٰ ﷺ کا خریدار ہو' اس کی نگاہوں میں ساری دنیا کے سامان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔

؎ منم خاک درِ کوئے محمد — اسیر حلقۂ موئے محمد
قتیل نوک شمشیر نگاہش — شہید تیغ ابروئے محمد
الٰہی رنج و غم کافور کر دے — یہ سینہ نور سے معمور کر دے
نبی کی کالی زلفوں کا تصدق — سیاہی میرے دل کی دُور کر دے

☆......حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک داڑھی منڈے سید کی تعظیم

Scanned with CamScanner

کیٔ اس کو پالکی میں بٹھایا، پالکی کو کندھوں پہ اُٹھایا، کسی نے اعتراض کیا کہ داڑھی منڈا تو فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی تعظیم تو حرام ہے، آپ نے فوراً فرمایا، بشرطیکہ سید نہ ہو کیونکہ سید کی تعظیم بر بنائے فسق نہیں بلکہ بر بنائے نسبت نسب رسول ﷺ ہے۔ فرمایا، تم سو برس بھی دین پڑھتے رہو، عالم مفتی محدث بن سکتے ہو مگر سید نہیں بن سکتے، اپنے آپ کو تو بدل سکتے ہو مگر اپنا باپ نہیں بدل سکتے ہو۔

حضرت جنید نے اس نسبت کا احترام ہی تو کیا تھا جس نے ان کو رستم زماں (پہلوان) سے قطب دوراں بنا دیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ سید اگر بد عمل بھی ہو تو اس کی اصلاح پیار سے کرو اور یوں سمجھو کہ لعل ہے جو غلاظت میں لتھڑ گیا ہے، اس کو دھوئیں گے تو پھر لعل کا لعل ہی ہے۔

(وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد (ﷺ) قدر حسنہ و جمالہ وجودہ ونوالہ واصحابہ واٰلہٖ فی کل حین وان بعدد معلومات الرحمٰن)

یہاں پہ ایک حدیث پاک بھی یاد رکھیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم (او کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

”جو اپنے آپ کو کسی قوم سے (منسوب کرلے) مشابہ بنالے، وہ انہی میں سے ہوگا“ تو جس طرح المرء مع من احب والی حدیث کے مطابق حضور علیہ السلام کی سنتوں اور اداؤں کو اپنانے والے قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے اسی طرح مسلمان ہو کر غیر مسلموں کافروں اور ہندوؤں کے تہوار منانے والے قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوں گے چونکہ نسبت کی رحمت کو بیان کیا ہے تو نسبت کے بعینہ حروف ”بسنت“ کے اندر پائے جاتے ہیں اور بسنت کا زور وشور بھی ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اس خطاب میں ضمنی طور پر نسبت کی رحمت کے ساتھ بسنت کی لعنت کو بھی بیان کر دیا جائے۔ یا یوں سمجھو کہ اچھی نسبت بیان ہو چکی اب بُری نسبت جس کی ایک بدترین مثال بسنت ہے لہٰذا موقع محل کے مطابق اس کی چند قباحتیں ملاحظہ ہوں۔

بسنت ایک لعنت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وات ذاالقربی حقہٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطن لربہ کفورا ۔ (بنی اسرائیل: ۲۷-۲۶)

”اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اُڑاؤ بے شک فضول اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے“۔

؎ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

فضول خرچی

بسنت کے تہوار ناہموار میں اگر کوئی اور خرابی نہ بھی مانی جائے تو اس میں زبردست قسم کی فضول خرچی ایسی بُرائی ہے کہ اس کی قباحت اس سے بڑھ کر اور کیا بیان کی جائے کہ یہ انسان کو شیطان کا بھائی بنا دیتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب شیطان بھائی ہو جائے تو ایسے بھائی کے ہوتے کسی اور دشمن کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ان الشیطن للانسان عدو مبین ۔ حالانکہ اس میں وقت کا شدید ضیاع ہے اور وقت ایسی نعمت ہے کہ جس کی قرآن میں رب العالمین نے قسم یاد فرمائی ہے۔ (والعصر) مشرکین اور بدترین کافر ہندوؤں کی موافقت پائی جاتی ہے جو بذاتِ خود ایک شدید گناہ ہے۔

یہ رسم منانے سے ہندو کلچر کو فروغ ملتا ہے جبکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے معاشرے سے ہندو کلچر کو دُور رکھیں اور ارشادِ نبوی ہے:

خالفوا الیھود والنصریٰ ۔

”یہود و نصاریٰ (یعنی غیر مسلموں) کی مخالفت کرو“

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ مدینہ کو نو روز اور مرجان کے تہوار منانے سے منع فرمایا تھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوشی کے اظہار کے لیے ہمیں عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن عطا فرمائے ہیں جن میں اہلِ اسلام کے لیے عبادت کے ساتھ ساتھ خوشی اور تفریح کا انتظام بھی موجود ہے۔

Scanned with CamScanner

آپ (ﷺ) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو قوم کسی دوسری قوم کے ساتھ مشابہت کرے گی' آخرت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہی اُٹھائی جائے گی۔ بسنت منانے سے ہندو قوم کی مشابہت اور اس کے کلچر کے فروغ کا شدید خطرہ ہے۔

ہر سال کئی بے گناہ افراد اور معصوم جانیں گلے پہ ڈور پھر جانے سے' مکانوں کی چھتوں سے گر جانے سے اور پتنگیں لُوٹتے ہوئے سڑکوں پہ حادثات کے اندر ضائع ہو جاتی ہیں جن کے قتل کی ذمہ داری اس غیر اسلامی تہوار کو فروغ دینے والوں پر ہوتی ہے۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ فکانما قتل الناس جمیعا ایک جان کو بے گناہ ضائع کرنا ساری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

جمعہ مسلمانوں کی عید اور بسنت ہندوؤں کی

جمعہ کو جو مسلمانوں کی عید ہے (الجمعة عید للمسلمین) جب جمعہ کی چھٹی ہوتی تھی تو تمام بسنتیے اس غیر اسلامی تہوار میں کھو کر ہندوؤں کی عید مناتے مناتے اپنی عید بھول جاتے تھے' یہ ایک مسلمان کا کتنا بڑا امتحان تھا جس میں اکثر فیل ہو جاتے تھے اس سے نہرو اور گاندھی تو خوش ہوتے ہوں گے کہ مسلمان ہو کر اپنا جمعہ چھوڑ رہا ہے اور ہمارا تہوار منا رہا ہے اور اے مسلمان تیرے آقا (ﷺ) کے دل پہ کیا گزرتی ہوگی کہ میرا کلمہ پڑھنے والا' ادھر میرا میلاد مناتا ہے اور ادھر جمعہ ضائع کر کے میرے دشمنوں کا تہوار بھی مناتا ہے۔

؎ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

؎ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

باپ بیٹے کو نماز نہیں سکھاتا اور پیچا ڈالنے کا طریقہ سکھا رہا ہے' وہ بھی والدین تھے جو اپنے ننھے منے بچوں کو تلواریں دے کر میدانِ جہاد میں بھیجتے تھے اور اپنا سب کچھ جہاد کے چندے کے لیے وقف کر دیتے تھے اور آج یہ بھی والدین ہیں کہ بچے کو ہندو کا تہوار منانے کے لیے خود پیسے دے رہے ہیں۔ اقبال نے ٹھیک ہی تو رونا رویا ہے:

؎ شب بگریستم پیش خدا زار مسلماناں چرا خوار ندو زارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم دلے دارند و محبوبے نہ دارند

میں ایک رات اللہ کے آگے رویا کہ یا اللہ! تیرے نام لیوا کیوں ذلیل و رسوا ہو

رہے ہیں؟

مجھے آواز آئی تو نہیں جانتا کہ یہ قوم دل تو رکھتی ہے مگر اس میں محبت محبوبِ خدا (ﷺ) کی نہیں بلکہ خدا کے دشمنوں کی رکھتی ہے۔

؎ میری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سبب کیا ہے وہی کہتا ہوں جو دل پہ گزرتی ہے

شیطان کی آمد

ہمارے بزرگوں نے ۱۹۴۷ء میں شیطان کو پاکستان سے نکال باہر کیا' وہ واپس آنے کے لیے بڑا بے تاب تھا' کبھی واہگہ کی طرف سے آنے کی کوشش کی اور کبھی چھمب جوڑیاں کی طرف سے مگر نہ تو زندہ دلانِ لاہور نے اس کو واپسی کا راستہ دیا اور نہ شہرِ اقبال والوں نے آخر کار قصور کی طرف سے اس کو آنے کا موقع مل گیا۔ (پاکستان میں بسنت کا آغاز قصور سے ہوا ہے)

پھر کاہنہ سے ہوتا ہوا لاہور آیا اور پاکستان کے دل لاہور پر قبضہ کر کے بیٹھ گیا۔ بچوں' بوڑھوں اور جوانوں کو اپنا غلام بنالیا اور ایسا کہ خدائی عبادت کو چاہے بھول جائیں مگر شیطان کی لگائی ہوئی اس ڈیوٹی کو نہیں بھولتے۔ پوتے سے لے کر دادے تک تین نسلیں چھتوں پہ چڑھ کر ناچ رہی ہیں اور ''آئی بو' آئی بو'' کے نعرے لگ رہے ہیں۔ میں نے کہا' کیوں نہ بو آئے کہ یہ کافروں کی رسم ہے اور انما المشرکون نجس نجس شئی سے بو ہی تو آئے گی' خوشبو چاہتا ہے تو غیر مسلموں کا دامن چھوڑ دے اور داتا گنج بخش کے دربار میں آ اور وہ کام کر جو محبوبِ خدا ﷺ نے کیے' اولیاء اللہ نے کیے اور وہ چھتوں پہ چڑھ کر بوکاٹا نہیں کرتے تھے بلکہ مسجد میں آ کر اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔

؎ یہی مسجد یہی کعبہ یہی گلزارِ جنت ہے
چلے آؤ مسلمانو! یہی تختِ محمد ﷺ ہے

اور جہاں تین نسلیں مکانوں کی چھتوں پہ ناچ رہی ہوں وہاں سے شرم و حیا اور غیرت کا جنازہ نہیں نکلے گا تو اور کیا نکلے گا۔

نوجوانوں کو کھانا کھانے کی فرصت نہیں' ماں کہتی ہے' کھانا کھا لو' وہ کہتا ہے' ٹھہر

Scanned with CamScanner

اماں! میرا پیچا پڑ گیا ہے' اذان ہو گئی ہے مگر اس کا ابھی پیچا پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا جب فرشتے قبر میں آئیں اور سوال کریں من ربك تیرا رب کون ہے؟ تو ان کو بھی یہی جواب دینا کہ ٹھہر جاؤ' میرا پیچا پڑا ہوا ہے۔

بزرگوں کی آمد پہ لاہور نے وجد کیا مگر......

بزرگوں نے لاہور کی سرزمین پہ قدم رکھا تو لاہور وجد کرنے لگا کہ میرے اوپر گنج بخش آ گیا' شاہ محمد غوث آ گیا' میاں میر آ گیا' شاہ عنایت قادری آ گیا' پیر مکی آ گئے۔ لاہور بزرگوں کے قدموں کو چوم کر اپنے مقدر پہ ناز کرنے لگا مگر آج ہم نے اپنے کردار سے صرف لاہور کو ہی شرمندہ نہیں کیا بلکہ بزرگوں کی روحوں کو بھی پریشان کر دیا ہے۔ آج لاہور کے بارے میں جب بھی کوئی خبر آتی ہے تو اس طرح کی کہ زندہ دلانِ لاہور نے اتنے کروڑ روپیہ بسنت پہ اُڑا دیا' اتنی معصوم جانیں ضائع ہو گئیں' بزرگانِ دین کو دیکھ کر لاہور دوسرے شہروں پر ناز کرتا تھا اور ہمارا کردار دیکھ کر لاہور نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا ہے۔

؎ یوں تو سید بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

دوستو' بچو اور جوانو! اپنے آقا (ﷺ) کی سیرت کو اپنا کر ہی تمہیں عزت مل سکتی ہے' حضور پاک ﷺ کے اقوال و افعال اور قواعد و اصول کو چھوڑ کر عزت نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ نے ساری عزتیں حضور پاک ﷺ کے قدموں میں رکھ دی ہیں۔

تیری پتنگ کی ڈور ٹوٹے گی تو گھومتی گھماتی آخر کار زمین پہ ہی گرے گی اور حضور پاک ﷺ سے نسبت ٹوٹ گئی تو پھر تو سیدھا جہنم میں گرے گا۔ نماز کا مذاق تم اُڑاؤ' داڑھی کی توہین تم کرو اور ہم اگر ہندو کے اس بدبودار تہوار کی مخالفت کریں تو تم ہمیں دقیانوسی کہو' ہمیں جو چاہو کہو مگر مسلمان ہو کر اپنی نبی کی سنتوں اور اداؤں کا مذاق تو نہ اُڑاؤ کیونکہ آج نہیں تو کل قیامت کے دن تو تمہیں ان سے واسطہ پڑنے والا ہے پھر

؎ جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بُلا کر سامنے
کیا حسابِ جرم دو گے تم خدا کے سامنے

تیری ڈور کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہونی چاہیے جو ٹوٹ کر گرے بھی تو مدینے کی گلیوں میں گرے' تم تو کافروں کے تہوار منا رہے ہو اور اس خوشی میں پتنگ بازی اور دیگر خرافات میں اپنی کمائی ضائع کر رہے ہو اور ہندو خود تمہیں پتنگ بنانے کی فکر میں ہے کہ کس کس کو کہاں سے کاٹے۔ اسلام کے باغیو! تم موافقت کرتے ہو تو ہندوؤں کی اور مخالفت کرتے ہو تو خدا کی' مصطفیٰ (ﷺ) کی اور اپنے دینِ اسلام کی؟

؎ کتنے کم ظرف ہیں یہ غبارے — چند پھونکوں میں پھول جاتے ہیں
چند پھونکوں سے پھٹ بھی سکتے ہیں — اپنی اوقات بھول جاتے ہیں

بدبختو! ہندو کا تہوار آ جائے تو تمہیں جمعہ جیسی عبادت بھول جاتی ہے' انڈیا کی فلم آ جائے' تمہیں قرآن پڑھنا یاد نہیں رہتا' تم یزید کو بُرا کہتے ہوئے شرماتے کیوں نہیں اس نے تو ایک بار دس محرم کو اسلام کا مذاق اُڑایا اور تمہارا روزانہ کا یہی کام ہے اس پر لعنت بھیجتے ہو ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھو۔ قربان جاؤں اس اللہ کے جو سب کچھ دیکھ کر علی کل شئی قدیر ہو کر بھی ہمیں کچھ نہیں کہتا۔

؎ ہم وہ بندے ہیں جو دن رات گناہ کرتے ہیں
یہ وہ آقا ہیں جو سب بخش دیا کرتے ہیں

کیا یہ کشمیر کے شہیدوں سے غداری نہیں

کشمیریوں کے ساتھ یومِ یکجہتی بھی مناتے ہو' ہندو کے ظلم کی مذمت بھی کرتے ہو اور اس کا تہوار بھی مناتے ہو اگر واقعی تمہیں کشمیر و فلسطین کے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ہے تو بسنت منانا بند کر دو اور یہ کروڑوں روپیہ جہاد فنڈ میں جمع کراؤ تا کہ اس رقم کا اسلحہ خرید کر مجاہدین کو دیا جائے اور اس سے لاکھوں ہندوؤں کو فنا فی النار کیا جائے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں یہ دھاگہ جو تم ڈور کے طور پر استعمال کرتے ہو' یہ انڈیا سے آتا ہے' تم تو اس کو ہوا میں اُڑا دیتے ہو اور ہندو اسی سے بم بنا کر مسلمانوں پہ چلا دیتا ہے۔

کیا یہ موسمی تہوار ہے؟

چلو مان لیتے ہیں کہ اس تہوار کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں لیکن کیا جمعہ کی نماز اور پنج گانہ نماز کا بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں؟ فضول خرچی' وقت کا ضیاع اور قیمتی جانوں کا ضیاع ہونا ان سارے کاموں کا بھی مذہب سے تعلق نہیں ہے؟ ارے غافل مسلمان

Scanned with CamScanner

نوجوانو! مسلمان کے ہر کام کا مذہب سے تعلق ہوتا ہے۔ مکانوں کی چھتوں پہ چڑھ کے ناچنا' فائرنگ کرنا' آوازے بلند کرنا' نہ خود سونا اور نہ دوسروں کو آرام کا موقع دینا' کیا ان ساری باتوں کا مذہب سے تعلق نہیں ہے؟

بعض لوگوں کو تو اس شیطانی کام میں فائدے بھی دِکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ پتنگ بازی سے نظر تیز ہوتی ہے۔

؎ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجی

یہ فائدہ نظر آ گیا اور ہزاروں نقصانات نظر نہ آئے' فائدے تو شراب اور جوئے میں بھی ہیں۔

قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس ۔

ہر شئی میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے مگر ہم تو خدا اور رسول کے احکامات کے پابند ہیں اور ہماری دنیا و آخرت کا فائدہ اسی میں ہی ہے۔

احادیث مبارکہ

باب الاعتصام بالسنۃ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ تین شخص ابغض الناس (اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند) ہیں' ایک ان میں سے وہ ہے جو **مبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ** جو مسلمان ہو کر بھی جاہلیت والا طریقہ اپنائے۔

آج کا مسلمان یہود و ہنود' نصاریٰ و مشرکین کے طریقے اپنا کر اپنے آپ کو ترقی یافتہ سمجھ رہا ہے جبکہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ۔

اگر موسیٰ علیہ السلام بھی (بفرضِ محال) ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے چل پڑو تو تم راہِ راست سے بھٹک گئے۔

ایک حدیث میں ہے:

ولو کان (موسیٰ) حیا وادرک نبوتی لاتبعنی ۔

اگر وہ (موسیٰ) زندہ ہو کر آ جائیں اور میری نبوت کا زمانہ پالیں تو وہ بھی میری ہی اتباع کریں گے جب یہود و نصاریٰ جن کی پیروی کو آج ہم دنیوی ترقی کا باعث سمجھ رہے ہیں' ان کے نبی بھی اگر آ جائیں تو ہمارے آقا ﷺ کی پیروی کیے بغیر ان کے لیے کوئی

چارہ کار نہیں تو ہمیں ان گمراہوں کی پیروی کب نجات دے سکتی ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لماجئت بہ ۔

تم میں سے اس وقت تک کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری تعلیمات کے مطابق نہ ہو جائیں۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ ۔

بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر لایعنی کام اور بات کو ترک کر دے۔

اٹھارہویں صدی کے گستاخِ رسول ہندو کو موت کی سزا ہوئی اور اس کے اعزاز میں بسنت کا تہوار شروع ہوا۔ اے مسلمانو! تم اس گستاخِ رسول کے اعزازی تہوار میں حصہ لے کر کیا خود بھی گستاخیِ رسول کے جرم کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہو۔

؎ سُن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی (اقبال)

ہندو بابری مسجد گرائیں تو ہندو کہتے ہائے ہائے' اور ہندوؤں کی بسنت کا دن آئے تو ہندو مسلم بھائی بھائی شاید اس لیے کہ خدا ہی تو جدا جدا ہے' شیطان تو دونوں کا مشترکہ ہے۔

ہماری معاشی زبوں حالی اور پاکستانی قوم کی بے اعتدالی

ہمارے جوانوں کو شبِ قدر اور شبِ برأت بلکہ عیدین اور رمضان کی اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ بسنت کی ہوتی ہے اگرچہ ہم غریب قوم ہیں' آئے دن بلوں کا رونا روتے ہیں' مہنگائی کا ماتم کرتے ہیں' معاشی پریشانیوں کی وجہ سے خودکشیاں بھی کرتے ہیں' دو درجن سے زیادہ ممالک اور ایک درجن کے قریب عالمی اداروں کے مقروض بھی ہیں' ہمارا بال بال قرضوں میں جکڑا ہوا ہے' ہمارا پیدا ہونے والا بچہ بھی مقروض پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اتنے بھی تو گئے گزرے نہیں کہ بسنت کا تہوار آئے اور خالی چلا جائے اور یہ قوم کچھ بھی نہ کر پائے' پیٹ کاٹ کر بھی منانی پڑے تو ضرور منائے اور کم از کم پانچ چھ ارب روپیہ تو بسنت کی خوشی میں ہواؤں کے اندر اُڑائے۔

اگرچہ ہمارے اوپر بانوے ارب ڈالر کا قرضہ ہے' پاکستان کا ہر فرد بغیر قرضہ لیے بیس ہزار روپے کا مقروض ہے لیکن جہاں ستیاناس ہوا وہاں سوا ستیاناس بھی ہو جائے' بسنت کونسی روز روز آنی ہے اور یہ مولوی بے چارے تو قوم کی خوشیوں کے دشمن ہیں' ان کی نظر چیز کے فائدوں پہ کم اور نقصان پہ زیادہ ہوتی ہے' ہر وقت وعظ میں ڈراتے ہی رہتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ لوگ آپس میں ہنسی خوشی کریں۔

بسنت کے فوائد بھی ہیں؟

آخر بسنت کے فوائد بھی تو ہیں اور وہ فوائد کیا ہیں اس کے ذریعے ہر سال آبادی میں خاطر خواہ کمی (کیونکہ سینکڑوں گر کر یا فائرنگ سے مر جاتے ہیں) منصوبہ بندی کے کروڑوں کے اشتہارات اتنی آبادی نہیں گھٹا سکتے جتنی کہ بسنت کے چند دن لہٰذا والدین کا بوجھ اُترا اور ان کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا اسی طرح ان کی تعلیم اور دیگر ضروریات سے جان چھوٹی' بجلی کا استعمال اس کے حصے کا کم ہوا' کالا باغ ڈیم بننے سے تو رہا اب بسنت کے ذریعے قوم کو جھٹکے دے دے کر ہی بجلی بچاؤ' چند دن بسنت کی ''برکت'' سے فیکٹریاں کارخانے بند رہیں گے تو مزدور حضرات لمبی تان کر سونے کے فوائد کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی آلودگی اور شور شرابے سے بھی بچے رہیں گے' چند دن مزدوروں کی دیہاڑی ضائع ہوگی تو یہ فائدہ بھی ہوگا ناں کہ چولہے نہ جلیں گے' ہسپتالوں میں کئی مریضوں سے جان چھوٹ جائے گی کیونکہ بجلی ہی نہ ہوگی تو مریض بلک بلک کر مریں گے نہیں تو کیا کریں گے لہٰذا یہ خرچہ بھی گھٹا اور لواحقین کے پھیرے بھی بچ گئے۔

آخری یہی فوائد حکومت کے پیش نظر ہو سکتے ہیں ناں جن کی وجہ سے اب حکومتی سطح پر بسنت منائی جاتی ہے کہ کبھی مولوی لوگ جہاد کی بات کرتے ہیں' کبھی نماز کی' کبھی فکر آخرت کی' کبھی خوفِ خدا کی' آخر شیطان بے چارہ تو اکیلا رہ گیا ناں اور اکیلا تو درخت بھی نہیں ہونا چاہیے اس لیے شیطان کی نمائندہ حکومت نے اب سرکاری سطح پر بسنت منانے کا اعلان کر دیا ہے اور ہمارا نوجوان بکاؤ مال بن کر خوفِ خدا سے عاری ہو کر بسنت منانے کے لیے پوری رات تو جاگ سکتا ہے لیکن صبح کی نماز کے وقت نہیں اُٹھ سکتا' میدانِ جہاد میں جان دینے سے تو رہا' سڑک پہ ایک روپے کی پتنگ لوٹنے کے لیے جان دے رہا ہے' جہاد کے لیے کشمیر فنڈ میں چندہ تو نہیں دے سکتا' اپنے ہی مکان کی چھت پہ

چڑھ کر ہندو کو خوش کرنے کے لیے چاہے ہزاروں روپے کا اسلحہ ہوائی فائرنگ میں برباد کر دے' ویسے عقل کے اندھوں کو کیا پرواہ چاہے کشمیر پاکستان میں آ جائے یا پاکستان بھی ہندوستان میں چلا جائے۔ (خاکم بدہن)

کھیل کوئی نہ عمر بھر کھیلے   ہم جو کھیلے تو جان پر کھیلے   (میرؔ)

لطیفہ

بسنت کے دنوں میں نوجوانوں کی زبان پہ بس چند الفاظ ہی ہوتے ہیں ''بو کاٹا' پیچا'' جس طرح گزشتہ دور میں کرکٹ کا ایک طوفانِ بدتمیزی بپا ہوا تو وکٹ' رن' سکور کے الفاظ متعارف ہوئے۔ نوجوان کیا' بچے بوڑھے بھی عبادت تو درکنار کھانا کھانے کی پرواہ بھی نہیں کرتے' اتنے مست ہو جاتے ہیں پتنگ بازی میں شاید پتنگ کے ساتھ ہی ان کی عقل بھی اُڑ جاتی ہے۔ طوطے اور گلہری کی دوستی ہوگئی' طوطے نے گلہری کی دعوت کی اس کو باغ میں بُلایا کبھی آم پھینکا' کبھی جامن کبھی امرود جواباً گلہری نے بھی طوطے کی دعوت کی اور چھلانگ لگا کر کبھی اس درخت پہ چڑھ جائے کبھی اس پہ۔ طوطے نے کہا' بدبخت! کہیں کی! تو نے میری دعوت کی ہے تو کچھ کھلا بھی اس نے کہا' کھانے دانے کو چھوڑ ساری عمر کھاتے ہی رہو گے بس میرا اوپر جانا دیکھو اور میرا نیچے آنا دیکھو۔

ہمارے بسنتے بھائیوں کا بھی کچھ یہی حال ہوتا ہے کہ ''اذان ہو رہی ہے' خطبہ ہو رہا ہے مگر ان کو کوئی پرواہ نہیں' ان کی بو ہوتی دیکھو اور ان کا پیچا پڑتا دیکھو۔

کیا منع کرنے والوں سے یہ ''بسنتے'' بہتر ہیں

ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم مولویوں سے ہزار درجے بہتر ہیں کہ ہم لوگوں کو تفریح کے مواقع فراہم کرتے ہیں جبکہ مولوی تو ڈراتے ہی رہتے ہیں' میں نے ان کی خدمت میں بھی ایک لطیفہ پیش کر دیا کہ بکری' گائے اور بندر میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ میں بہتر ہوں' گائے نے اپنی فضیلت پر یہ دلائل دیئے کہ میں اپنے مالک کی وفادار ہوں' دودھ دیتی ہوں تو وہ خوش ہو کر کہتا ہے:

رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی

بکری نے بھی کچھ اس طرح کی باتیں کیں جب بندر سے پوچھا کہ تیرے بہتر ہونے کی کیا دلیل ہے تو وہ چھلانگ لگا کر درخت کے اوپر چڑھ گیا اور کہنے لگا ''میں آپ

Scanned with CamScanner

ای چنگاواں"

تیرا شکار تجھی پر جھپٹ بھی سکتا ہے ۔۔۔ جو زخم کھا کے گیا پھر پلٹ بھی سکتا ہے
رموزِ جنگ سے وہ نابلد ہے تو کیا جانے ۔۔۔ طرح دیتا ہے جو شخص ڈٹ بھی سکتا ہے
میری نشست سے قد اپنا ناپنے والے ۔۔۔ تیرا یہ قد میرے اُٹھنے سے گھٹ بھی سکتا ہے
ابھی بساط بچھی ہے ابھی غرور نہ کر ۔۔۔ سنبھل کے چل کہ یہ پاسہ پلٹ بھی سکتا ہے

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ۔

تقریر نمبر11:

اللہ سے ڈرو

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین ۔ اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون ۔ (النور: ۳۱)

"اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاں پاؤ۔"

حیف تو سوتا ہے اور مسجد میں ہوتی ہے اذاں
مرغ و ماہی سب اُٹھیں یادِ خدا کے واسطے

زندگی کی حقیقت

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس لیے ہر شخص کو موت سے قبل اپنی فائل یعنی معاملات کو درست کر لینا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے سوال کیا' یارسول اللہ! (ﷺ) سب سے زیادہ سمجھ دار آدمی کون ہے؟ فرمایا کہ جو موت کے لیے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہے اور جو موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر سوچنے لگے کسی نے عرض کیا' امیر المومنین! آپ اس جنازہ کے ولی تھے' آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے' فرمایا' ہاں! مجھے ایک قبر نے آواز دی اور مجھ سے یوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں؟ میں نے کہا' ضرور بتا۔ اس نے کہا کہ ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں' بدن کے ٹکڑے کر دیتی ہوں' خون سارا چوس لیتی ہوں' گوشت سارا کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں' مونڈھوں کو بانہوں سے جدا کر دیتی ہوں اور بانہوں کو پہنچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں

اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیز رونے لگے اور فرمایا' دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے اس میں جو دولت والا ہے' وہ آخرت میں فقیر ہے اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے' کہاں گئے اس کے دل دادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے' بڑی بڑی نہریں نکالیں' بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب چھوڑ کر چل دیئے' وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مبتلا ہوئے' وہ لوگ خدا کی قسم دنیا میں مال کی کثرت کی وجہ سے قابلِ رشک تھے باوجودیکہ مال کے کمانے میں ان کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خوب کماتے تھے ان پر لوگ حسد کرتے تھے لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف بخوشی برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھ لو کہ مٹی نے ان کے بدنوں کا حال کیا کر دیا ہے اور خاک نے ان کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ان کی ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا۔ وہ لوگ دنیا میں اونچی اونچی مسہریوں اور اونچے اونچے فرش اور نرم نرم گدوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے' عزیز و اقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو تیار رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے' آواز دے کر ان سے پوچھ کہ کیا گزر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں' ان کے مال دار سے پوچھ کہ اس کے مال نے کام دیا؟ ان کے فقیر سے پوچھ کہ اس کے فقر نے کیا نقصان دیا' ان کی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی' ان کی آنکھوں کو دیکھ کہ دنیا میں وہ ہر طرف دیکھتی تھیں' ان کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر' ان کے خوب صورت اور دل رُبا چہروں کا حال پوچھ کہ کیا ہوا ان کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا اور کیڑوں نے کیا حشر کیا؟ افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے' اپنے بیٹے' اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے' ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے اور کسی کو کفن دے

رہا ہے' کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے' کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے۔ کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

احادیث استغفار

استغفار ہر مصیبت کا علاج ہے

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

"جو شخص اپنے اوپر استغفار کو لازم کر لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے آسانی' ہر غم سے نجات پیدا فرما دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے کہ جہاں سے رزق ملنے کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔"

بہترین گناہ گار کون؟

آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

كل بني ادم خطاء و خير الخطائين التوابون ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

"آدم علیہ السلام کی اولاد بہت زیادہ خطا کرنے والی ہے اور خطا کاروں میں سے بہترین وہ ہیں جو کثرت کے ساتھ استغفار کرنے والے ہیں۔"

قبولیت توبہ کی تین شرائط

شیخ محی الدین ابو زکریا نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶ پر توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرائط بیان فرمائی ہیں۔

(۱) **ان يقلع عن المعصية ۔** گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے (ایسا نہ ہو کہ جس طرح بعض لوگ بے پردہ عورتوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور لاحول بھی پڑھتے رہتے ہیں' ایسا لاحول خود ان پر لاحول پڑھتا ہے۔ **فان هذا الاستغفار يحتاج الى الاستغفار ۔** ایسا استغفار خود دوسرے استغفار کا محتاج ہے۔

(۲) **ان يندم عليها ۔** گناہ پر شرمندگی بھی ہو۔ ندامت و شرمندگی کا مطلب یہ

Scanned with CamScanner

ہے کہ تألم القلب۔ دل میں رنج والم کی کیفیت پیدا ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول ہم سے ناراض ہو گئے ہیں تو قرآن فرماتا ہے:

ضاقت علیھم الارض بما رحبت ۔

''زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔''

وضاقت علیھم انفسھم ۔

''اور وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو گئے۔''

یہ ان کی اللہ و رسول سے محبت کی اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی ناراضگی دل پر ایسا اثر کرتی ہے کہ اپنا مال، جان، اولاد، مکان، جائیداد کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔

بدایون کے ایک شاعر (فانی) کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی، اس کی بیوی اس سے ناراض ہو گئی جس پر اس نے یہ شعر پڑھا:

ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات
جب مزاج یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

(۳) ان یعزم عزما جازما ان لایعود الی مثلھا ابدا ۔ (ج۲ص۳۴۶)

''یہ کہ پکا ارادہ کرلے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔''

پھر بھی اگر شرارت نفس سے گناہ کر بیٹھے تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ عرض کرے کہ اے اللہ! تیری بارگاہ کے علاوہ اور کون سی بارگاہ ہے جہاں مجھ کمینے کو پناہ مل سکتی ہے۔ آخر بچے کو جب ماں مارتی ہے تو وہ پھر بھی ماں ہی کی طرف دوڑتا ہے۔

نہ پوچھے سوا نیکو کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندہ گناہ گار تیرا

ایسے موقع پر شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ شرم نہیں آتی روزانہ وہی حرکت کرتا ہے جس کی معافی مانگتا ہے اب چھوڑ معافی وافی کو، یہ بے حیائی کا حیاء شیطانی ہے کہ کہا جائے۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اگر اس طرح کے شعروں پہ عمل شروع ہو جائے تو انبیاء و اولیاء کے علاوہ ہر کوئی خدا کی بارگاہ چھوڑ دے اور شیطان کا مطیع ہو جائے۔ یوں کہنا چاہیے کہ:

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا شرم کو خاک میں ملاؤں گا
اس کو رو رو کے میں مناؤں گا اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

اگر زمین تیرے گناہوں سے بھر بھی جائے تو......

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری بارگاہ سے امید رکھے گا، میں تیرے گناہ معاف کرتا رہوں گا، خواہ کیسے ہی ہوں اور کچھ پرواہ نہ کروں گا۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ بادل تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی چاہے تو میں بخش دوں گا اور کچھ پرواہ نہ کروں گا۔ اے انسان اگر تو میرے پاس زمین بھر خطائیں لائے تو میں تجھے زمین بھر بخشش دوں گا بشرطیکہ تو مشرک ہو کر میرے پاس نہ آ۔ (ترمذی احمد داری)

دل کی سیاہی کا علاج

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے اگر توبہ کرلے تو صیقل ہو کر اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے بلکہ گناہ پر گناہ کیے جائے تو اس کے دل کی سیاہی بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ قلب کو ڈھک لے گی، اسی کا نام رین ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون ۔

''حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ شیطان نے اللہ سے کہا اے مولیٰ! تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا جب تک کہ ان کے جسموں میں جان رہے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، میری عزت و جلال کی قسم میں انہیں تب تک بخشوں گا جب تک وہ توبہ کرتے رہیں گے۔ (احمدی)

توبہ کا دروازہ

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے، یہ دروازہ توبہ کا ہے جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو گا تب تک وہ دروازہ بند نہ ہو گا۔

Scanned with CamScanner

با برکت شخص

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ شخص جس کے نامۂ اعمال میں توبہ و استغفار زیادہ پائی جائے۔ (اشرف التفاسیر)

دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی

مشکوٰۃ ص ۴۵۸ پہ روایت ہے:

مامن عبد مؤمن يخرج من عينيه دموع وان كان مثل راس الذباب من خشية الله ثم يصيب شيئا من حر وجهه الا حرمه الله على النار .

جب کسی مسلمان کی آنکھوں سے خوفِ خدا کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو کا ایک قطرہ گرتا ہے اور وہ چل کر اس کے چہرے پہ آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

رو رو کر اللہ کی بارگاہ سے دعا مانگنے کی فضیلت کے پیش نظر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ابكوا فان لم تبكو فتباكوا .

''رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنا لیا کرو۔'' (ابن ماجہ ص ۳۱۹)

ایک روایت میں ہے: وابك على خطيئتك .

''اپنے گناہ پہ روتا رہ۔''

جنت و دوزخ کے متعلق دعا کرنے والا

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من سال الله الجنة ثلث مرات قالت الجنة اللهم ادخله الجنة ومن استجار من النار ثلث مرات قالت النار اللهم اجره من النار . (مشکوٰۃ ص ۲۱۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے، جنت خود اللہ سے بدخواست کرتی ہے اے اللہ! اس کو جنت میں داخل فرما دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے، دوزخ کہتی ہے یا اللہ! اس کو آگ سے پناہ عطا فرما۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت سلمہ بن کلثوم ؓ کہتے ہیں، حضرت ابوالدرداء ؓ نے دمشق میں ایک اونچی عمارت بنائی، حضرت عمر بن خطاب ؓ کو مدینہ منورہ میں اس کی اطلاع ملی تو حضرت ابوالدرداء ؓ کو یہ خط لکھا:

''اے عویمر بن ام عویمر! کیا تمہیں روم و فارس کی عمارتیں کافی نہیں تھیں کہ تم اور نئی عمارتیں بنانے لگ گئے ہو؟ اور اے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ! تم دوسروں کے لیے نمونہ ہو'' (یعنی کہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے کیونکہ لوگ تمہیں جیسا کام کرتے ہوئے دیکھیں گے ویسا ہی کرنے لگ جائیں گے)

حضرت راشد بن سعد ؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ کو خبر ملی کہ حضرت ابوالدرداء ؓ نے حمص میں دروازے پر ایک چھجہ بنا لیا ہے تو حضرت عمر ؓ نے انہیں خط لکھا:

''اے عویمر! روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں، کیا وہ دنیا کی زیب و زینت کے لیے کافی نہیں تھیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو اُجاڑنے یعنی سادگی کا حکم دے رکھا ہے۔''

ابونعیم کی روایت میں مزید یہ ہے کہ روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں، کیا وہ دنیا کی زیب و زینت اور نئی عمارتیں بنانے کے لیے کافی نہیں تھیں حالانکہ اللہ نے تو دنیا کے ویران ہونے کا بتایا ہے جب تمہیں میرا خط ملے فوراً حمص سے دمشق چلے جانا۔ حضرت سفیان کہتے ہیں، حضرت عمر ؓ نے یہ حکم ان کو بطور سزا کے دیا۔

بالاخانہ بنانے والے کو حضرت عمر کا خط

حضرت یزید بن ابی حبیب ؓ کہتے ہیں، مصر میں سب سے پہلے حضرت خارجہ بن حذافہ ؓ نے بالاخانہ بنایا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو یہ خط لکھا:

''سلام ہو! امابعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت خارجہ بن حذافہ نے بالاخانہ بنایا ہے۔ خارجہ اپنے پڑوسیوں کے پردے کی چیزوں پر جھانکنا چاہتے ہیں لہٰذا جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے اس بالاخانے کو گرا دو۔ فقط والسلام''

مکان کی چھت کیسی ہو؟

حضرت عبداللہ رومی ؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت اُم طلق ؓ کے گھر ان کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت نیچی ہے' میں نے کہا' اے اُم طلق! ؓ آپ کے گھر کی چھت بہت ہی نیچی ہے۔ انہوں نے کہا' اے میرے بیٹے! حضرت عمر بن خطاب ؓ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ تم اپنی عمارتیں اونچی نہ بناؤ کیونکہ تمہارا سب سے بُرا دن وہ ہوگا جس دن تم لوگ اونچی عمارتیں بناؤ گے۔

حضرت سفیان بن عیینہ ؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کوفہ کے گورنر تھے' انہوں نے خط لکھ کر حضرت عمر بن خطاب ؓ سے رہنے کے لیے گھر بنانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر ؓ نے انہیں جواب لکھا کہ ایسا گھر بناؤ جس سے تمہاری دھوپ اور بارش سے بچنے کی ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ دنیا تو گزارہ کرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ مصر کے گورنر تھے' انہیں حضرت عمر ؓ نے یہ لکھا کہ تم اپنے ساتھ اپنے امیر کا جیسا رویہ پسند کرتے ہو ویسا ہی رویہ تم اپنی رعایا کے ساتھ اختیار کرو۔

کھلی کچہری

قرآن مجید میں توبہ واستغفار کی رغبت پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب طرزِ تکلم اختیار فرمایا ہے: **افلایتوبون الی اللہ ویستغفرونہٗ ۔**

''وہ کیوں اللہ سے توبہ واستغفار نہیں کرتے؟''

گویا اللہ کی رحمت ہم سے شکوہ کناں ہے کہ جب تمہارا رب غفور ورحیم ہے اور تمہیں عطا فرمانے پر تیار ہے تو اس سے مانگو تو سہی۔ گویا اللہ نے اپنی ساری مخلوق کے لیے کھلی کچہری لگا رکھی ہے اور یہ کچہری سال بعد یا مہینے بعد نہیں لگتی بلکہ ہر وقت لگی ہوتی ہے اور تمہارا رب تمہیں اپنی طرف بُلا رہا ہے **ففروا الی اللہ** آ ؤ بھاگ کر اللہ کی طرف۔

کوئی وزیر بھی سال میں ایک آدھ مرتبہ کھلی کچہری لگائے تو اپنے دنیوی مسائل لے کر دوڑتے جاتے ہو اگرچہ ایک فیصد بھی حل ہونے کی امید ہو تو جو اللہ تمہارے سو فیصد دنیوی واخروی مسائل حل کرنے کے لیے خود تمہیں بُلا رہا ہے اس کی طرف کیوں نہیں آتے ہو۔

اس رب سے محبت کی بات بھی کرتے ہو اور محبوب تمہیں بُلاتا ہے تو اس کی طرف آتے بھی نہیں ہو؟ ارے کیسے محب ہو؟ محب تو محبوب کی راہوں میں انتظار کرتے کرتے جان دے دیتے ہیں اور تمہارا محبوب تمہیں بُلاتا ہے' رات کی تنہائیوں میں اور دن کے اُجالوں میں نہ اس کو نیند آئے نہ اونگھ اور تم سو رہے ہو۔ وہ فرماتا ہے' اُٹھ اے سونے والے! مجھ سے مانگ' میں تمہارے تمام مسائل حل کر دوں اور تو محبت کی بات بھی کرتا ہے اور محبوب کے پاس آتا بھی نہیں ہے۔

؎ زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی
سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے رازداں تک ہے

سرنامۂ عنوان آیت میں اکٹھے ہو کر توبہ واستغفار کرنے کا حکم دیا گیا کہ ہوسکتا ہے تیرے دائیں بائیں کوئی ایسا اللہ کا پیارا بیٹھا ہو جس کی آنکھوں سے نکلنے والا آنسو اللہ کی رحمت کے دریا میں ہلچل مچا دے اور اس کے صدقے تیری بھی تقدیر بدل جائے۔ حدیث شریف میں ہے' وہ جوان جو جوانی میں توبہ کرتا ہے اور اس کا دل مسجد سے لگا رہتا ہے' وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں جگہ پائے گا اور وہ بوڑھا جو بڑھاپے میں بھی توبہ نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ اس کے غضب کا نشانہ بنتا ہے کہ خدا تو اس کے سفید بالوں کا حیا فرماتا ہے اور اس کو بڑھاپے میں بھی شرم نہ آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ۔

''اے اپنی جانو! پہ ظلم کرنے والے میرے بندو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' وہ چاہے گا تو تمہارے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ بچے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں یاایھا الناس نہیں فرمایا کہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ گناہ کر کے اللہ سے تعلق بندگی ٹوٹ گیا ہوگا۔ فرمایا' تم نے مجھے رگ جاں سے قریب اور علیم بذات الصدور وعلی کل شئی قدیر مان کر بھی گناہ کر لیے اور تمہیں مجھ سے ذرا حیاء نہ آئی کہ ہمارا رب ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن میں پھر بھی تمہیں بندہ کہہ کر ہی پکار رہا ہوں' تم اب بھی لرزتے ہاتھوں' برستی آنکھوں' دھڑکتے دل اور تھرتھراتی آواز کے ساتھ مجھے پکارو تو سہی پھر دیکھو میری رحمت کے دریا میں کیسے تلاطم پیدا ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

؎ اہل عمل تو اپنے عمل سے ہیں مطمئن
اعظم کو کون دے گا سہارا تیرے بغیر

خدا کی رحمت نیکی کر کے اکڑنے والے پہ اتنی خوش نہیں ہوتی جتنی گناہ کر کے بخشش کی بھیک مانگنے والے پہ خوش ہوتی ہے کیونکہ نیکی والے تو اپنی نیکیوں پہ بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور گناہ گار اپنے رب کی رحمت کی امید لگا کر بیٹھا ہوا ہے اس لیے اس کی یہ تڑپ دریائے رحمتِ خداوندی میں ہلچل مچا دیتی ہے۔

حضور علیہ السلام کا دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرنا

حضور علیہ السلام سید المعصومین ہو کر دن میں ستر ستر اور سو سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتے' ظاہری حیات کے آخری سانسوں میں بھی حضور علیہ السلام کی زبان پہ یہ الفاظ تھے:

سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' حضور! (ﷺ) اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو کون سی نعمت اپنے رب سے مانگوں؟ فرمایا' یہ دعا کرنا:

اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی ۔

''اے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا اور معاف کرنے کو پسند فرمانے والا ہے۔ پس مجھے معاف فرما دے۔''

؎ عطار ہو رومی ہو' رازی ہو غزالی ہو — کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی — کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرار شہنشاہی
اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ — ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

گناہ کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ بندے کو ظالم نہیں فرماتا حالانکہ گناہ ظلم ہے بلکہ فرمایا:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم ۔

''جب تم اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھو''

اور بندہ ظالم اس وقت قرار پاتا ہے کہ جب وہ گناہ کر کے توبہ نہیں کرتا۔

توبہ نہ کرنے والا ظالم ہے

ومن لم یتب فاولئك ھم الظلمون ۔

کیونکہ گناہ کر کے توبہ کرنے والا تو رب کی رحمت کے قریب ہو گیا اور گناہ کر کے توبہ کرنے کی بجائے اکڑنے والا رب کی رحمت سے دُور ہو گیا۔ رب کی رحمت تو اس کو تکتی رہتی ہے کہ ابھی میری طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن جب وہ متوجہ نہیں ہوتا تو اللہ کی رحمت بھی اس سے روٹھ جاتی ہے۔

ان اللہ لایھدی القوم الظالمین ۔

اور اگر ایک ہی گناہ سے بار بار توبہ کر کے ستر مرتبہ بھی بندہ وہی گناہ کرے تو اللہ کی رحمت بندے کو پھر بھی مایوس نہیں فرماتی بلکہ اس کا پھر بھی اعلان ہے:

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ۔

''وہ ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں''

بلکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے والے **فاولئك یبدل اللہ سیاتھم حسنات** نہ صرف یہ کہ ان کے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے بلکہ گناہوں کو نیکیاں بنا دیا جاتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے' بڑا گناہ بڑی نیکی' چھوٹا گناہ' چھوٹی نیکی۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ بندے کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے گناہوں کی بخشش طلب کرتا رہے اور ربّ کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندے پہ اپنی رحمت فرماتا رہے۔ (**یتوب اللہ علیھم**) گویا کہ اللہ فرماتا ہے' اے بندے! تو نے تو مجھ سے گناہ نہ کرنے کا وعدہ کر کے اپنی توبہ توڑ لی ہے مگر میں نے تو اپنی توبہ نہیں توڑی بلکہ مسلسل تجھ پہ رحم و کرم کیے جا رہا ہوں۔

؎ تیرے کرم سے ''سب کی'' سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو فرمایا! اگر توبہ کرنا چاہتے ہو تو **فاقتلوا انفسکم** اپنے آپ کو قتل کر دو۔ چنانچہ وہ اس پر بھی تیار ہو گئے اور ایک دن میں ستر ہزار افراد نے اپنے آپ کو قتل کر دیا اور ہمارے لیے توبہ کو بالکل آسان کر دیا کہ جس وقت چاہو' جہاں

Scanned with CamScanner

چاہو، جو چاہو مانگو، تمہیں دیا جائے گا۔

جس کی وجہ سے بارش رُکی ہوئی تھی اب اس کی وجہ سے ہونے لگی

موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی قوم کو لے کر بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلے، نماز پڑھی، دعا کی مگر بارش نہ ہوئی، رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کیا، کیا ماجرا ہے؟ فرمایا، تیری قوم میں ایک ایسا گناہ گار ہے کہ جس کی وجہ سے بارش نہیں ہو رہی، اس کو نکال دو، بارش ہو جائے گی۔ آپ نے دو تین مرتبہ اعلان فرمایا کہ ایسا ایسا بندہ اُٹھ کر چلا جائے مگر کوئی بھی نہ اُٹھا، آخر آپ نے فرمایا، اُٹھ جائے ورنہ میں اللہ سے اس کا نام پوچھ کر اس کو نکال باہر کروں گا اُس وقت اس گناہ گار کے دل سے آہ نکلی کہ مولیٰ آج میرا پردہ رکھ لے ورنہ میں ذلیل ہو جاؤں گا۔

؎ تو کریمی من کمینہ بندہ ام
لیک از لطف شما پروردہ ام

اسی وقت بارش شروع ہو گئی، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، یااللہ! کوئی شخص اُٹھ کر گیا تو نہیں پھر کس وجہ سے بارش ہونے لگی؟ حکم ہوا کہ جس کی وجہ سے نہیں ہو رہی تھی اب اسی کی وجہ سے ہونے لگی۔ عرض کیا، مولیٰ! اس بندے کا نام تو بتا دے، فرمایا جب وہ گناہ گار تھا جب اس وقت اس کا نام ظاہر نہیں کیا تو اب تو وہ میرا پیارا ہو گیا ہے، اب اس کا نام بتا کر اسے شرمندہ کیوں کروں؟

توبہ، استغفار کے فائدے

توبہ سے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوتے اور صرف اخروی نعمتیں ہی نہیں ملتیں بلکہ دنیوی نعمتوں کی بھی بارش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سورۂ نوح میں ارشاد ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا:

استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرار ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهار ۔

”اپنے رب سے استغفار کرو، وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر اپنی موسلا دھار رحمت کی بارش برسائے گا، مال اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائے گا، تمہارے لیے باغات اور نہریں بنائے گا۔“

سورۂ اعراف میں فرمایا:

ولو ان اهل القرىٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکت من السمآء والارض ولکن کذبوا فاخذنهم بما کانوا یکسبون ۔

”اگر بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتیں نازل فرماتے مگر انہوں نے جھٹلایا، پس ہم نے ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔“

اگر کوئی کہے کہ بے شمار کفار بھی تو دنیا میں خوش حال پھر رہے ہیں بلکہ مسلمانوں سے زیادہ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رزق حلال کی بات ہو رہی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں توبہ کرنے والوں کا ذکر عبادت گزاروں، حمد کرنے والوں، نیکی کا حکم کرنے والوں، بُرائی سے روکنے والوں اور حدود اللہ کا قیام کرنے والوں سے بھی پہلے فرمایا۔

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناهون عن المنکر والحافظون لحدود الله ۔ (التوبہ:۱۱۲)

توبہ کی اس فضیلت کے پیش نظر اگر گناہ گار گناہ کر کے توبہ کرتا ہے تو عارف لوگ عبادت کر کے توبہ و استغفار کی لذت لیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

؎ زاہداں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

توبہ کی اقسام

محرکات کے لحاظ سے توبہ کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) توبۃ النصوح اس میں محرک گناہ ہوتا ہے یعنی گناہ سے بچنے کی وجہ سے اور اس کی معافی کے لیے توبہ کی جاتی ہے، اس کی آگے پھر دو قسمیں ہیں، توبہ عن الصغائر اور توبہ عن الکبائر۔

(۲) توبہ انابت، اس میں محرک حصولِ ثواب و اجر ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

(۳) توبہ استجابت' اس میں محرک قربِ الٰہی کا احساس ہے کہ وہ ذات تو شہ رگ سے بھی قریب ہے اور میں اس کی نافرمانی کر رہا ہوں۔

(۴) توبہ استحیاء' کہ جب خدا کی بارگاہ سے اعلان ہوتا ہے کہ اے گناہ کارو! گناہ کر کے بھی میری رحمت سے مایوس نہ ہونا تو بندے کو حیا آ جاتی ہے کہ میرا مولا تو اتنا مہربان ہے پھر میں کیوں اتنا ذلیل ہو جاؤں کہ اس کے کرم سے ناجائز فائدہ اُٹھاؤں۔

پہلی توبہ کا ثمر التائب من الذنب کمن لاذنب له ہے

تو اس سے اندازہ لگالو کہ باقی تین کا ثمرہ کتنا عظیم ہوگا اور جب تائب کا یہ حال ہے تو پھر منیب واواب اور مستجیب وصاحبِ استحیاء کا کیا حال ہوگا۔

پہلی توبہ (عن الذنوب) عوام کی توبہ ہے' توبہ انابت خواص کی ہے اور اخص الخواص کی توبہ یہ ہے کہ

؎ جو دم غافل سو دم کافر

پہلی توبہ کا سفر خطا سے جزا تک ہے' دوسری کا درشتگی سے پختگی تک ہے اور اخص الخواص کی توبہ کا سفر خودی سے خدا تک ہے۔

؎ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدارِ الٰہی کی خواہش کا اظہار کیا اور جو ہوا سو ہوا تو عرض کیا:

انی تبت الیک

یا اللہ! میری توبہ۔ یہاں جرم تو تھا کوئی نہیں پھر توبہ کیسی؟ یہ ہے اخص الخواص کی توبہ اور بقاباللہ کی منزل کہ جس مقام پہ بندے میں رب کی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں اور توبہ کرنے والے کا فعل' اطاعت' رضا۔ رب کا فعل' اطاعت و رضا ہو جاتی ہیں۔

ومارمیت اذرمیت ولٰکن اللہ رمٰی۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ — من یطع الرسول فقدا طاع اللہ ۔

ایسا بندہ اگر ایک دن میں ستر ستر اور سو سو بار توبہ کرتا ہے اور تریسٹھ سال کرتا رہے تو خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے قربِ خدا کی حالت کیا ہوگی۔

؎ رب "ادن منی حبیبی" کہے
تیرے قربِ خدا کا کیا کہنا

یاد رہے! سچی توبہ کا ایک سجدہ کرنے سے زمین وجد کرتی ہے' آسمان کانپ جاتا ہے' دل سے نکلی ہوئی دعا رب کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے' ہم لوگ توبہ کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں' حالات کیوں نہیں بدلتے۔ سچی توبہ کرنے والوں کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو سوتے ہیں تو فرشتے ان کی نگہبانی کرتے ہیں' سچی توبہ ہر درد کی دوا اور ہر مرض کا علاج ہے۔ خدا ہمیں پریشان کر کے خوش نہیں ہوتا' وہ تو ہمیں معافی دینا چاہتا ہے لیکن اگر معافی لینے کا کسی میں سچا جذبہ ہی نہ ہو تو اس میں قصور ہمارا اپنا ہے۔

؎ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ روِ منزل ہی نہیں

کسی نے اہل اللہ کے بارے میں کیا خوب کہا ہے کہ:

؎ آہوں کے سہارے جیتے ہیں اشکوں پہ گزارا کرتے ہیں
ہر وقت عشق کی مستی میں بس اس کو پکارا کرتے ہیں

جب حالت یہ ہو پھر اس طرف سے بھی مسلسل یہ آواز سنائی دیتی ہے:

؎ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

توبہ کی مزید اقسام:

گناہ سے باز آنے کا نام توبہ ہے چونکہ گناہ صدہا اقسام کے ہیں اس لیے توبہ کی بھی بہت سی قسمیں ہوئیں اور ہر قسم کے گناہ کی توبہ مختلف (۱) کفر و شرک' بدمذہبی اور بدعقیدگی سے توبہ (۲) بداعمال سے توبہ (۳) شریعت کی حق تلفی سے توبہ (۴) حقوق العباد سے توبہ (۵) نیکیوں میں کوتاہی اور سستی کرنے سے توبہ (۶) خطا اور بھول چوک سے توبہ (۷) محض اظہارِ عبدیت اور بندوں کی تعلیم کے لیے توبہ۔ انبیائے کرام کی توبہ آخری دو قسم کی ہوتی ہے' ان میں سے ہر ایک کا طریقہ علیحدہ اور تاثیر جداگانہ ہے۔ چنانچہ پہلی قسم کی توبہ سے دین داری و خوش اعتقادی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی توبہ سے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ تیسری قسم کی توبہ سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ آخری دو قسم کی توبہ سے رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور درجے بلند ہوتے ہیں پھر توبہ کے مختلف درجے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۱) وہ توبہ جس سے گناہ معاف ہو جائیں۔ (۲) وہ توبہ جس سے گناہ کی بخشش ہو کر توبہ کرنے والے کو ولایت حاصل ہو جائے۔ غرض جیسی توبہ اور جیسا توبہ کرانے والا ویسا اس کا اثر۔ حضور غوث پاک اور حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کے چور ایک دم ولی بن گئے' یہ توبہ کرانے والوں کا فیض تھا۔

توبہ کے آداب و شرائط:

جیسے نماز کے لیے کچھ فرائض ہیں' کچھ واجبات' کچھ سنن' کچھ مستحبات ایسے ہی توبہ کے لیے بھی اور جیسے نماز کے لیے کچھ ادا کی شرطیں ہیں' کچھ قبولیت کی ایسے ہی توبہ کے لیے کچھ شرائط جواز ہیں' کچھ شرائط قبولیت اور جیسے کہ نماز کے لیے کچھ اوقات مستحبہ ہیں' کچھ وقت مکروہ ایسے ہی توبہ کے لیے۔ چنانچہ توبہ کے شرائط یہ ہیں' وقت پر توبہ کرے' توبہ مشرک کا وقت غرغرہ سے پہلے ہے۔ (۲) توبہ کرتے وقت گناہ کا ارادہ نہ ہو بلکہ گناہ سے باز رہنے کا پورا قصد ہو۔ (۳) توبہ کے وقت گزشتہ گناہوں پر پشیمانی ہو (۴) صرف قبولیت توبہ کا یقین نہ ہو بلکہ رب تعالیٰ کے کرم سے امید اور اس کے قہر سے خوف ہو۔ (۵) جیسا گناہ ہو ویسی توبہ کرے علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ' چھپے گناہ کی چھپی توبہ مگر یہ شرط شریعت کے لحاظ سے ہے جس پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں اگر کافر دل سے توبہ کر کے مرے اور کسی کو ظاہر نہ کرے' وہ شرعاً کافر ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ نہ ہو گی مگر عنداللہ مومن ہے۔ (۶) اگر ممکن ہو تو گزشتہ گناہ کا بدلہ کرے لہٰذا چھوڑی ہوئی نمازیں قضا کرے' مارا ہوا حق ادا کرے۔ (۷) جن گناہوں کا بدلہ نہیں ہو سکتا' ان کا کفارہ دے۔ حضرت وحشی نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو مسلمان ہو کر مسیلمہ کذاب کو مار کر اس کا کفارہ ادا کیا۔ حضرت خالد ابن ولید و عکرمہ رضی اللہ عنہما کی تلوار سے جیسے مسلمان شہید ہوئے ویسے ہی اسلام لانے کے بعد کافر مارے گئے یہ کفارہ ہوا۔ (۸) توبہ کا وقت مستحب یہ ہے کہ گناہ کی طاقت ہوتے ہوئے توبہ کرے۔ مثل مشہور ہے کہ بڑھیا رنڈی اور معزول حاکم' زنا اور ظلم سے توبہ نہ کریں تو کیا کریں؟ مجبور کی توبہ اگرچہ مقبول ہے مگر قادر کی توبہ کا درجہ بلند۔

؎ در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیز گار

رب کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے

حتی الوسع انسان کو گناہوں سے پرہیز کرنا لازم ہے لیکن اگر بتقاضائے بشریت گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے کہ جس طرح کوئی ہماری نافرمانی کرے تو ہم کم ظرفی اور بخل سے کام لیتے ہیں اور اپنی ہی طرح کے انسان کو معاف نہیں کرتے بلکہ انتقام لینے کا سوچتے ہیں بس چلے تو معمولی غلطی پر اس کو قتل کرنے سے بھی باز نہیں آتے جس طرح کہ پرانے بادشاہوں کے واقعات مشہور ہیں۔ خدا تو ایسا مہربان ہے جو معافی کو پسند فرماتا ہے اور گناہ کو ناپسند کرنے کے باوجود فرماتا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو گے تو میں تمہیں مٹا کر ایسی مخلوق لاؤں گا جو گناہ کرے گی اور میں ان کو بخشوں گا تا کہ اس کی شان غفوریت کا ظہور ہو کیونکہ اگر کسی کا کوئی گناہ ہی نہ ہو تو وہ معاف کس کو کرے' اس کی شان تو یہ ہے کہ اگر کوئی سو افراد کو ناحق قتل کر کے بھی سچی توبہ کی نیت سے گھر سے چل پڑے' ابھی توبہ نہ بھی کی ہو اور موت آ جائے تو وہ اس کو بھی جنت کا حق دار قرار دے دیتا ہے' اس کی رحمت تو معاف کرنے کے بہانے تلاش کرتی ہے۔

؎ ہم وہ بندے ہیں جو دن رات گناہ کرتے ہیں
یہ وہ آقا ہیں جو سب بخش دیا کرتے ہیں

گناہ کرنے کی وجہ سے بندے کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے' توبہ ایسا پانی ہے جو دل کو شیشے کی طرح چمکا دیتا ہے اس لیے اہلِ ایمان کی علامت ہے کہ اپنے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور اپنے مرحومین کے لیے بھی۔

ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ۔

زندگی کا پتہ نہیں کب ختم ہو جائے اس لیے زندگی کے ہر دن کو آخری دن اور ہر رات کو آخری رات سمجھنا چاہیے' اپنی ہر نماز زندگی کی آخری نماز سمجھ کر نہایت خشوع و خضوع سے ادا کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کو توبہ کرنے والا بندہ اس قدر پیارا لگتا ہے کہ پھر اس کے گناہوں کے پہاڑ نہیں دیکھتا بلکہ اپنی رحمت کی بہار دیکھتا ہے۔

ہماری زندگی غیر یقینی ہے اور قیامت یقینی ہے جب ہم غیر یقینی زندگی کے نشیب و فراز اور گرمی سردی کے لیے موسم کے آنے سے پہلے ہی انتظام کر لیتے ہیں حالانکہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ لباس یا مکان ہم نے استعمال کرنا بھی ہے یا نہیں تو پھر اس دن کے لیے

Scanned with CamScanner

ہم نے کیا تیاری کر رکھی ہے کہ جو ایک دن ہی خمسین الف سنۃٍ مما تعدون پچاس ہزار سال کا ہے۔

فکرِ آخرت اور تعلیماتِ نبوی

صحابۂ کرام ؓ کا حال:

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ ؓ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ ؓ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس دن میں اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضورِ اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں' اللہ تعالیٰ مومن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتا ہے اور باپ اپنی اولاد کے لیے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مومن کی آزمائش کا اہتمام کرتا ہے۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں' ایک مرتبہ حضورِ انور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں نے ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا ہے تو مجھ سے فرمایا' اے عائشہ! ؓ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ صرف پیٹ بھرنا ہی تمہارا مشغلہ ہو؟ ایک دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' اے عائشہ! ؓ کیا تمہیں اس دنیا میں بس پیٹ بھرنے کی ہی فکر ہے اور کسی چیز کی فکر نہیں ہے؟ ایک دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں حضورِ اقدس ﷺ کے پاس بیٹھی رو رہی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا' تم کیوں رو رہی ہو؟ اگر تم مجھ سے (جنت میں) ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا کا اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا سوار کو زادِ سفر ہوتا ہے اور مال داروں سے میل جول نہ رکھنا۔ ترمذی' حاکم اور بیہقیؒ کی روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں اور جب تک کپڑے پر پیوند نہ لگا لو اُسے پرانا نہ سمجھنا۔ رزین کی روایت میں مزید یہ مضمون ہے کہ حضرت عروہ

نے کہا کہ جب تک حضرت عائشہ ؓ اپنے کپڑے پر پیوند نہ لگا لیتیں اور اسے اُلٹ کر نہ پہنتیں اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنتیں۔

غذا کا معاملہ

حضرت ابوجحیفہ ؓ فرماتے ہیں' میں نے ایک دن چربی والے گوشت کا ثرید کھایا پھر میں حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے ڈکار آ رہے تھے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا' اے ابوجحیفہ! ہمارے سامنے ڈکار نہ لو کیونکہ جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھائیں گے اُنہیں قیامت کے دن زیادہ بھوک برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابوجحیفہ ؓ نے آخری دَم تک پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا جب دوپہر کو کھانا کھا لیتے تھے تو رات کو نہ کھاتے اور جب رات کو کھا لیتے تو دن کو نہ کھاتے۔

حضرت جعدہ ؓ فرماتے ہیں' حضور پاک ﷺ نے ایک بڑے پیٹ والا آدمی دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے پیٹ میں انگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور (فقیر یا ضرورت مند) کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لیے زیادہ بہتر تھا۔

صحابہ کرام ؓ کے دِلوں میں خشیتِ الٰہی اور خوفِ قیامت اس قدر سما گیا تھا کہ وہ ہر وقت کانپتے ڈرتے اور سہمے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں سیاہ بادلوں کی وجہ سے اندھیرا ہو گیا' کسی نے حضرت انس بن مالک ؓ سے پوچھا' کیا عہدِ نبوت ﷺ میں کبھی ایسا ہوا تھا؟ وہ بولے معاذ اللہ! اگر ذرا تیز ہوا بھی چلتی تو ہم سب بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا السلام کی طرف دوڑتے تھے۔ (تاکہ وہاں استغفار کریں)

دونوں زمین سے دستبردار ہو گئے

ایک مرتبہ دو صحابہ کرام ؓ کے درمیان وراثت کے متعلق نزاع پیدا ہو گیا' گواہ کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ دونوں صاحبان حضورِ اکرم ﷺ کے حضور پیش ہوئے۔ آپ ﷺ نے دونوں صاحبان سے کہا' میں ایک انسان ہوں' ممکن ہے کہ تم دونوں میں سے ایک چرب زبان ہو' تیز طرار ہو اس کی بات سُن کر میں اس کے مؤقف کا قائل ہو جاؤں اور فیصلہ اس کے حق میں کر دوں لیکن اگر یہ اس کا حق نہیں تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اس کے گلے میں جہنم کی آگ کا طوق لٹکا دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

دونوں صحابہ ؓ نے یہ سنا تو آخرت کے خوف اور خشیتِ الٰہی کے مارے زار و قطار رونے لگے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا حق دینا چاہا اس موقع پر ہی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

''لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو' حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔'' (الحج:۱)

خوفِ خدا سے رونا

صحابہ کرام ؓ بڑے رقیق القلب تھے' ایک روز حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

''جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ''

اس پر تمام صحابہ کرام ؓ اپنے اپنے چہرے ڈھانپ کر رونے لگے۔

تمام صحابہ کرام ؓ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ زیادہ رقیق القلب تھے جب کبھی آپ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو ان پر اتنا اثر ہوتا کہ بے اختیار رونے لگتے۔ ایک بار حضرت عکرمہ ؓ نے حضرت اسماء ؓ سے پوچھا' کیا صحابہ کرام ؓ پر خوفِ الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی؟ حضرت اسماء ؓ نے فرمایا کہ نہیں' وہ صرف روتے تھے۔

خوفِ خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے جس دل میں خوفِ خدا نہیں' وہ قلب زندہ نہیں' قلب مردہ ہے اور مردہ دل انسان سے نیکی کی توقع رکھنا عبث ہوتا ہے اگر ہم اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرلیں تو ہم بہت سی نہیں' تمام بُرائیوں سے نجات پاسکتے ہیں۔

جنگ احد میں حضرت علی ؓ کو سولہ زخم لگے' ان میں سے چار زخم بڑے زبردست تھے جن کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے اس وقت ایک خوب صورت آدمی خوشبو لگائے ہوئے آیا' آپ کو اُٹھایا اور کہا کہ تم خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں ہو' وہ تم سے راضی ہیں' تم کفار کے مقابلے کے لیے جاؤ۔ آپ نے یہ سارا واقعہ حضورِ اکرم ﷺ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں' وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا حال

حضرت علی ؓ ایک جہاد میں مشغول تھے کہ حریف کی تلوار ٹوٹ گئی اور دشمن نے

نہایت بے باکی سے حضرت سے تلوار مانگی' آپ نے کمال خندہ پیشانی سے وہی تلوار جس سے اس وقت جنگ کر رہے تھے' اپنے خون کے پیاسے کو عطا فرمائی' دشمن اس ناممکن مروت پر دنگ رہ گیا اور پوچھا علی! ؓ یہ تم نے کیا غضب کیا' اپنے مخالف کو از سر نو قوی کر دیا؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا' میں کیا کروں' کوئی بھی حالت ہو' سائل کا کوئی سوال کسی وقت بھی میں رد نہیں کرسکتا۔ امیر المومنین کے اس دلیرانہ اخلاق کا اس کے دل میں اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

ایک روز بزاز کی دُکان سے حضرت علی ؓ نے دو کپڑے خریدے' ایک کپڑے کی قیمت کم اور دوسرے کی قیمت زیادہ تھی۔ آپ کا خادم قنبر ہمراہ تھا' کم قیمت والا کپڑا خود رکھ لیا اور زیادہ قیمت والا کپڑا قنبر کو عطا فرمایا۔ قنبر نے عرض کیا' اس کو سرکار ؓ ہی زیب تن فرمائیں کیونکہ یہ حضور ؓ کے لیے زیبا ہے۔ ارشاد ہوا' نہیں تم جوان ہو' تمہارے لیے نفیس کپڑا اور میرے لیے یہی بہتر ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اگرچہ چوتھے خلیفہ تھے لیکن درحقیقت ہر خلیفہ کے زمانہ میں صاحبِ اقتدار و اثر تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت علی ؓ ان کو امداد دیتے رہے' ان کے بعد جب حضرت عمر فاروق ؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کے بھی سب سے بڑے مددگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی تھے۔

جب حضرت عثمان ذوالنورین ؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت علی ؓ ان کو بھی امداد دیتے رہے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی ؓ متفقہ طور پر خلیفہ مقرر ہوئے تو اپنے منصب خلافت پر سرفراز ہو کر صدق و اخلاص کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔

بیعت خلافت کے بعد جب آپ اپنے مکان میں تشریف لائے تو آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ کے حرم محترم نے گھبرا کر کہا خیر تو ہے؟ فرمایا' خیریت کہاں میری گردن پر اُمت محمدیہ کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے' ننگے بھوکے' مسافر' قیدی' بچے بوڑھے' کم حیثیت' عیال دار غرض دنیا کے لوگوں کا بار مجھ پر لاد دیا گیا ہے اب میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پرسش ہو تو وہاں مجھے جواب نہ بن آئے' رونے کے لیے یہ کیا کم مصیبت ہے۔

؎ مینار ہیں یہ عظمتِ انسانی کے
حامل ہیں تجلیات قرآنی کے
بوبکر و عمر حضرت عثمان و علی
یہ چار عناصر ہیں مسلمانی کے
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

صحابہ کرام کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت

جب بنی نضیر کے اموال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ وتصرف میں آ گئے تو حضور علیہ السلام نے ثابت بن قیس بن شماس کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو بلا لائیں۔ انہوں نے عرض کی اپنے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو بلا لاؤں یا سب انصار کو؟ فرمایا: سب کو۔ جب اوس وخزرج حاضر ہو گئے تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ پھر انصار کی ان قربانیوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے مہاجرین کے لیے دیں۔ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور فئی کے اموال سب یکجا کر دیے جائیں۔ پھر ان سب کو مہاجرین وانصار میں تقسیم کر دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے جائیں۔

اللہ! اللہ! کیا روح پرور منظر ہوگا۔ کیسا نور برس رہا ہوگا اس محفل پر۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد سن کر سعد بن زرارہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بل تقسمہ بین المھاجرین ویکونوا فی دورنا کما کانو۔ یا رسول اللہ! ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیجیے اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجیے۔ سب انصار نے ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا رضینا وسلمنا۔ یا رسول اللہ! ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ ہم اس پر خوش ہیں۔ اس ایثار کو دیکھ کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دل خوش ہوگیا۔ زبانِ اقدس سے دعا فرمائی۔ اللھم ارحم الانصار۔ الٰہی دین کے ان بے لوث مددگاروں پر اپنی خصوصی رحمت فرما۔ چنانچہ انصار کے مشورہ سے یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے گئے۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو جو بہت نادار تھے حصہ ملا۔ ابودجانہ سہیل بن حنیف۔ ان کے علاوہ مشہور یہودی سردار ابن ابی الحقیق کی

تلوار حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمائی گئی (مظہری) یہ کمالِ استغناء، یہ شانِ بے نیازی، غلامانِ حبیبِ کبریاء علیہ اجمل الصلوٰۃ واطیب الثناء کا ہی حصہ ہے۔ جمالِ یار نے جن کے دلوں اور آنکھوں سب کو سیراب کر دیا تھا۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مست ساقی وام کردند

اپنی ضرورتوں کی پرواہ نہیں دوسروں کی ضرورت پوری کرتے

ان کے کمالِ استغنا کی توصیف اسی پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ارشاد ہوتا ہے: ویؤثرون علی انفسھم الخ۔ یہ نہیں کہ مالی طور پر وہ بڑے تونگر تھے، ہر چیز کی ان کے پاس بہتات تھی، اس لیے وہ اموال کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ درحقیقت وہ خود ضرورتمند تھے۔ ان کی مالی حالت بھی قابلِ رحم تھی لیکن وہ اپنی ضرورت پر اپنے مہاجر بھائیوں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی نگاہِ کرم سے سارے اسلامی معاشرے کو ہی اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

ایک مہمان کا عجیب قصہ

ایک روز ایک شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا! سخت بھوکا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے ازواجِ مطہرات سے پوچھا۔ وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحابہ کو فرمایا کوئی ہے جو آج رات اس کی میزبانی کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انصار میں سے ایک آدمی اٹھا۔ عرض کی یہ سعادت میں حاصل کروں گا اور اس نووارد کو اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کا مہمان ہے۔ اس کی خدمت میں بخل نہ کرنا۔ اس نے کہا بخدا میرے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انصاری نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دینا۔ جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو دِیا بجھا دینا۔ آج رات ہم بھوکے گزاریں گے۔ جب کھانا تیار ہوا تو بچوں کو سلا دیا گیا۔ وہ نیک خاتون دِیے کو درست کرنے کے بہانے اُٹھی اور دِیا بجھا دیا۔ ایک ہی دسترخوان پر سب بیٹھ گئے۔ میاں بیوی اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ وہ کھا رہے ہیں۔ مہمان کو احساس ہی نہ ہونے دیا کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ رات بھوکے گزار دی۔ صبح بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: لقد اعجبَ اللہ اوضحك من فلان وفلانة۔ فلاں شخص اور اس کی زوجہ

نے جو کام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بہت پسند کیا ہے یا اللہ تعالیٰ اس پر ہنسا ہے۔

ایثار و قربانی کے بے مثال واقعات

اسی طرح ایک دفعہ کسی آدمی نے بکری کا سر ایک صحابی کو بطورِ تحفہ بھیجا۔ انہوں نے خیال کیا کہ میرے فلاں بھائی کا چھوٹا چھوٹا بال بچہ ہے۔ اس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہے چنانچہ اس کی طرف وہ سرا بھیج دیا۔ اس نے تیسرے کے پاس تیسرے نے چوتھے کے پاس۔ یہاں تک کہ نو گھروں سے پھر کہ پہلے آدمی کے پاس واپس پہنچ گیا۔

جنگِ یرموک میں جب اسلام کو فتح ہوئی تو لوگ زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے میدانِ جنگ میں مشکیزے لے کر پہنچ گئے۔ ایک جگہ عکرمہ' کون عکرمہ؟ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ' زخموں سے چور چور پڑا تھا۔ پانی پلانے کے لیے پیالہ آگے بڑھایا گیا تو پاس سے العطش' العطش کی آواز آئی۔ عکرمہ نے اشارہ کیا مجھے رہنے دو' میرے بھائی کے پاس جاؤ۔ اس کے پاس گئے تو کسی اور نے العطش کی صدا بلند کی۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو اور اسے پلاؤ۔ پانی پلانے والا وہاں پہنچا تو وہ جامِ شہادت سے اپنی پیاس بجھا چکا تھا اور اسی طرح دوسرا اور جب عکرمہ کے پاس آیا تو وہ بھی جنت الفردوس کو سدھار چکے تھے۔ (ابن کثیر) یہ قرآنی تعلیمات کا اعجاز تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم کا فیض تھا۔

لیکن کس قدر بدبختی ہے

کہ جن کی عظمتوں سے قرآن پاک بھرپور ہے نام نہاد مؤمن اور محبانِ اہل بیت ان کی برائی کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ عمرو بن شرحبیل کا قول کتنا معقول ہے کہ رافضی لوگ' یہود و نصاریٰ سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں کیونکہ اگر یہودیوں سے پوچھا جائے کہ تمہاری اُمت میں سے افضل ترین لوگ کون ہیں تو ایک ایک یہودی کہے گا وہ لوگ ہم میں سے افضل ترین ہیں جو ہمارے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے' ان کی زیارت کرتے رہے' ان سے فیض لیتے رہے۔ یہی بات اگر عیسائیوں سے پوچھی جائے تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور ان کے ساتھیوں کا نام لیں گے مگر رافضیوں سے پوچھ کر دیکھ لو من شر اھل ملتکم۔ تمہاری ملت میں بدترین لوگ کون ہیں؟ تو یہ بدنصیب حضور علیہ السلام کے صحابہ کا نام لیں گے۔ جن کی عظمت کی خدا قسمیں یاد فرماتا ہے۔ لعنة اللّٰه علی شر کم

سرورِ عالم پہ جو جان فدا کرتے ہیں ۔۔۔ سرورِ عالم بھی انہیں کچھ تو دیا کرتے ہیں

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت:

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا! کہیں مرغ سے بھی بدتر نہ ہو جانا کہ وہ تو صبح اُٹھ کر اللہ کو یاد کرے۔ (اور اعبدوا اللّٰه ایها الغافلون کی صدا بلند کرے) اور تو غفلت میں سویا رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وما کان اللّٰه معذبهم وهم یستغفرون ۔

''بندے استغفار کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹلا رہتا ہے۔''

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ جب بندہ عرض کرتا ہے' یارب اذنبت اے اللہ! میں گناہ کر بیٹھا ہوں تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے کہ میرے بندے نے مجھے یاد کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں ہی اس کے گناہ کو بخشوں گا۔

گناہ کر کے بندہ اگر اس کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے تو وہ کریم فرماتا ہے کہ مجھے تیرے ہاتھ خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

بندے کو بھی شرم آنی چاہیے کہ جب اپنے جیسے کسی بندے کے سامنے گناہ نہیں کرتا اور شرماتا ہے کہ یہ کیا کہے گا تو اللہ جو کسی لحہ اپنے بندے سے جدا ہی نہیں ہوتا اس سے شرم کی زیادہ ضرورت ہونی چاہیے لہٰذا جہاں بھی گناہ کرو وہاں اگر یہ سوچتے ہو کہ کسی نے دیکھ لیا تو کیا بنے گا' وہاں یہ بھی سوچ لیا کرو کہ جو (اللہ) دیکھ رہا ہے' وہ کیا کہے گا اور جب قیامت کے دن اس کے حضور حاضری ہو گی تو کیا بنے گا۔

بندے کی توبہ اور شیطان کی ذلت

شیطان نے جب اللہ کی بارگاہ میں یہ کہا کہ یا اللہ! میں تیرے بندوں کے آگے پیچھے دائیں بائیں سے حملہ کروں گا اور ان میں سے اکثر کو تیرا ناشکرا کر دوں گا تو خدا نے دو جہتیں اس کے ذہن سے محو فرما دیں تا کہ مذکورہ چار جہتوں سے میرے بندے کام ہی نہ رکھیں۔ نیچے جھک کر مجھے سجدہ کر لیں گے اور ہاتھ اوپر اُٹھا کر مجھ سے دعا کر لیں گے جب بندہ گناہوں سے توبہ و استغفار کرتا ہے تو شیطان سر میں خاک ڈال کر روتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے ذلیل کر دیا ہے کہ اتنی مشکل سے گناہ کراتا ہوں اور یہ فوراً توبہ کر کے معاف کروا لیتا ہے۔

Scanned with CamScanner

چنانچہ وادی محسر میں جب حضور علیہ السلام کی اپنی اُمت کے بارے میں دعا قبول ہوتی تو حضور پاک ﷺ نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ شیطان سر میں خاک ڈالے رو رہا ہے اور آقا ﷺ اس کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو حضور پاک ﷺ نے ان کو بتایا کہ میری دعا کی قبولیت پہ شیطان کی یہ حالت ہوگئی ہے جسے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی خوشی دیکھ کر جو پریشان ہو جائے' وہ شیطان کا ساتھی ہے لہٰذا جو لوگ مہنگائی کر کے خوش ہوتے ہیں یا ڈاکٹرز وغیرہ بیماری پھیلنے سے خوش ہوتے ہیں اور اس موسم کو اپنا سیزن قرار دیتے ہیں' وہ شیطان کے نمائندے ہیں کہ جن کو حضور پاک ﷺ کی اُمت کی پریشانی خوشی دلاتی ہے اس طرح اہلِ بیت اطہار اور شہدائے کربلا کو شہادت جیسی نعمت ملنے پر جو لوگ آج تک سر میں خاک ڈال کر پیٹ رہے ہیں' وہ بھی اسی راستے پہ چل رہے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ زندگی میں کسی کو ایک گناہ کرتا ہوا دیکھو تو ساری عمر کا اس سے بائیکاٹ نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے اس کا گناہ معاف کر دیا گیا ہو یا نیکی میں تبدیل کر دیا گیا ہو اور تم اس کو گناہ گار سمجھتے پھرو لہٰذا تمہاری عبادت نے وہ کام نہ کیا جو گناہوں کے کرنے کے بعد اس کے آنسوؤں نے کر دکھایا کیونکہ اللہ تعالیٰ عبادت کے نتیجے میں ہی جنت نہیں دیتا یہ تو پھر دکان داری ہوئی کہ پیسے لاؤ اور سودا لے جاؤ' جنت ملنے کے اور بھی بہت سارے اسباب ہیں۔

مارا تو بہشت گر بطاعت دہی
آں بیع بود لطف عطائے تو کجا است

اگر ایسی بات ہوتی تو سو انسانوں کا قاتل اتنی جلدی نہ بخشا جاتا اور ستر بچیوں کو زندہ درگور کرنے والا جس کے گناہ نے محبوبِ خدا ﷺ کو بھی رُلا دیا' وہ اتنا آسانی سے نہ چھوٹ سکتا۔ گریہ وزاری رب کی رحمت کو جیت لیتی ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

طفل یک روزہ ہمیں داند طریق
کہ بگریم تا شود دایہ شفیق

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند
میل مارا جانب زاری کند
باش چوں دلاب نالاں چشم تر
تاز صحن جان بر روید خضر

مثنوی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ مجنوں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا' اے اللہ! تو نے مجھے لیلیٰ کا عشق دے کر کس مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ ساری دنیا میں رسوائی ہوگئی ہے اور زندگی کی تمام لذتوں سے بے بہرہ ہو گیا ہوں تو جواب ملا اے دیوانے! یہ لیلیٰ کا عشق تو ایک پردہ ہے۔

عشق لیلیٰ نیست ایں کار من است
حسن لیلیٰ عکس رخسارے من است
خوش بیاید نالۂ شب ہائے تو
ذوق ہا دارم بیار بہائے تو

روح البیان میں یہ بھی ہے کہ بظاہر تو یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں رو رہے تھے مگر درحقیقت خالق یوسف کی محبت ان کو رُلا رہی تھی کیوں کہ وہ تو کنعان میں بیٹھ کر یوسف علیہ السلام کی قمیص تک کے حالات جانتے تھے۔

توبۂ آدم علیہ السلام

قصہ آدم علیہ السلام میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے قلب میں محبتِ الٰہی کا بیج بویا گیا اور آنکھ کے چشمے سے اسے سیراب کیا گیا تو اس بیج کی پہلی شاخ ربنا ظلمنا انفسنا ظاہر ہوئی اس شاخ پر توبہ کی کلیاں نمودار ہوئیں جن سے ہدایت کے پھول کھلے' معرفت کا پھل حاصل ہوا۔ یہ ہے ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ۔ (تفسیر نعیمی پارہ نمبر ا ص ۲۹۹)

راتیں کر کر زاری روندے نیندا کھاں تھیں دھوندے
فجریں او گنہار سداون سب تھیں نیویں ہوندے

تفسیر عزیزی' روح البیان' خزائن العرفان میں طبرانی' حاکم' ابونعیم اور بیہقی کی روایت نقل کی گئی ہے کہ سیدنا عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب

آدم علیہ السلام کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تو ان کو یاد آیا کہ میری پیدائش کے وقت عرش اعظم پہ یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

لا الہ اللہ اللہ محمد رسول اللہ ۔

میں کیوں نہ اس نام کے وسیلے سے دعا کروں۔ چنانچہ آپ نے ان الفاظ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی۔ **اسئلک بحق محمد ان تغفرلی** اور ابن منذر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم انی اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامتہ علیک ان تغفرلی خطیئتی ۔

؎ لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

یاد رہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ تو اوّل دن ہی قبول ہوگئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر کسی کی توبہ قبول فرماتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

اجیب دعوۃ الداع اذادعان ۔

پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نسلِ انسانی کے باپ' خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارض اور مسجود الملائکہ کی توبہ قبول نہ ہولیکن جس طرح ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج کبھی فیصلہ محفوظ کر لیتے ہیں تا کہ موزوں وقت پہ اعلان کیا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے آدم! تیری توبہ کا اعلان موزوں وقت پہ کیا جائے گا اور وہ موزوں وقت وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا کہ میرے محبوب ﷺ کا نام تیری زبان پہ آئے گا تو تیری توبہ کی قبولیت کا اعلان ہو جائے گا۔

(علامہ ابن حجر فرماتے ہیں' کسی حدیث کا مدلس اور منقطع نہ ہونا ہی اس کی صحیح ہونے کی علامت ہے ایسے ہی کسی حدیث میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہونا بھی اس کو قابلِ اعتبار کر دیتا ہے لہٰذا جس حدیث میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہو اس کو آنکھیں بند کر کے مان لو کیونکہ حضور پاک ﷺ کی عظمت کو بیان کرنا غلط لوگوں کا نہیں' صحیح لوگوں کا کام ہے۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ' حضور علیہ السلام کے والدین کے زندہ ہو کر اسلام قبول کرنے کے بارے میں شعر لکھ کر فرماتے ہیں سَلِمْہٗ اس کو تسلیم کر سند کی جانچ پڑتال میں نہ پڑ یہی

سلامتی کا راستہ ہے۔)

حضور علیہ السلام کی برکت

حضور علیہ السلام کی برکت سے ہر دور میں دعائیں قبول ہوتی رہی ہیں اس اُمت پہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر مہربانی فرمائی ہے کہ بنی اسرائیل کے لیے حکم تھا کہ کوئی تمہارا عضو ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے لیے کاٹنا پڑے گا' تمہاری نماز سوائے عبادت گاہ کے نہیں ہو سکتی۔ تمہاری طہارت صرف پانی سے ہی ہو سکے گی' روزہ دار اگر سو جائے تو اس کے بعد کھانا پینا حرام' ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے حلال چیزیں بھی حرام کر دی گئیں۔

فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبت احلت لھم ۔

ان کے مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ میں جاتا اور وہ بھی آگ جلا دیتی یعنی ان کے کام نہ آتی ان کے رات میں چھپ کر کیے ہوئے گناہ ان کے دروازوں پہ لکھ دیئے جاتے۔

(روح البیان)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی برکت سے یہ تمام بوجھ اس اُمت سے اُٹھا دیئے۔

ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم ۔

پھول اور کانٹے کی مثال

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں اپنا منہ چھپائے ہوئے ہیں' ان کو باغبان گلستان سے نہیں نکالتا لیکن جو خالص کانٹے ہیں اور پھولوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں' ان سے مستغنی اور دُور ہیں' ان کو جڑ سے اُکھاڑ پھینک دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ آں خاری گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا زبانِ حال سے رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا: میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں اس کی یہ فریاد و گریہ زاری قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر پھول اُگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھپا لیا پس اگر ہم کانٹے ہیں' نالائق ہیں تو ہمیں' چاہیے

Scanned with CamScanner

کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اوّل تو ہم خلعتِ گل سے نواز دیئے جائیں گے یعنی اللہ والے ہو جائیں گے ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تابعین میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اُٹھائے جائیں گے۔ مثل خار کے محروم نہ رہیں گے۔

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

توفیق توبہ

آج کل اس دورِ پُرفتن میں ہم لوگ روحانیت سے کٹ کر مادیات کی طرف دوڑ رہے ہیں جس کی بناء پر اعمالِ صالحہ سے غفلت اور گناہوں کی طرف رغبت بڑھتی جا رہی ہے' لاکھوں افراد ایسے ہیں کہ جو اپنے ذہن میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں' فسق و فجور میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ گناہوں کے ترک کرنے اور توبہ واستغفار کا تصور بھی نہیں کرتے اس کے بعد ان کے دل میں خیالات ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اب ہماری توبہ ہی کیا قبول ہوگی؟ حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات

وہ ایسا مالک ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے' وہ ارحم الراحمین ہے اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہوں' برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں' گناہ ہو جائے پھر فوراً توبہ کریں۔ ایک بزرگ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے' اُٹھ کر چلے

صغائر کی مغفرت تو اعمالِ صالحہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن کبائر کی مغفرت مشروط ہے توبہ کے ساتھ۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مغفرت کی خوش خبری سُن کر گناہوں پر جرأت کرنا اس خیال سے کہ مرنے سے قبل توبہ کر لیں گے' بہت بڑی حماقت' نادانی اور بے وقوفی ہے کیونکہ آئندہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کب نزع کا عالم طاری ہو جائے اور توبہ کا

دروازہ بند ہو جائے۔

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

حدیث مبارک (ترمذی ج ۲ ص ۷۲' ابواب صفۃ القیامۃ) میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ۔

عقل مندی کی سند دربارِ رسالت سے اس شخص کو عطا ہو رہی ہے جس نے اپنے نفس کا حکم نہیں مانا اور مابعد الموت کے لیے عمل کیا اور بے وقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے لمبی امیدیں لگائے رکھے۔

ہر گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے

جتنے بھی گناہ ہوں' سب توبہ کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ ترمذی شریف ابواب الدعوات (ج۲ ص۱۹۴) میں حضرت انس سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے انسان! بے شک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا' میں تجھ کو بخشوں گا' تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ اے انسان! اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے زمین بھر جائے۔ (ترمذی' باب الدعوات ج۲ ص۱۹۴) یہ حدیث مومن بندوں کے لیے اعلانِ عام ہے جو شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے نشر کیا گیا ہے' انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں' احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے۔ مواظبت اور پابندی میں فرق آ جاتا ہے چھوٹے بڑے گناہ بندہ اپنی نادانی سے کر بیٹھتا ہے' اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لیے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز وانکساری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں مضبوط امید

Scanned with CamScanner

رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو‘ دل میں شرمندہ و پشیمان ہو کہ ہائے مجھ ذلیل وحقیر سے مولائے کائنات خالقِ موجودات تبارک وتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگئی اور آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے اس پر اللہ جل شانہ مغفرت فرما دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ لاابالی یعنی تیرا گناہ بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں‘ مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں ہے نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔

ان الکبائر فی الغفران کاللمم ۔

اللہ کی بخشش کے سامنے کبیرہ گناہوں کی حیثیت بھی معمولی لغزشوں کی سی ہے۔

گناہوں کی کثرت

گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ان کو جسم بنایا جائے اور وہ زمین سے آسمان تک پہنچ جائیں اور ساری فضا (آسمان و زمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کر دوں گا اور تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشتا ہوں۔ تیرے گناہ زمین کو بھر سکتے ہیں‘ تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے بلکہ اس کی مغفرت تو بے انتہا ہے‘ آسمان و زمین کی وسعت اور ظرفیت اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے البتہ کافر و مشرک کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطورِ شرط کے فرمایا ہے **لاتشرک بی شیئا** اور قرآن شریف میں ارشاد ہے:

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشآء ۔

”بے شک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا دوسرے جتنے گناہ ہیں جس کے لیے وہ چاہے گا‘ بخش دے گا“ (سورۂ نساء پ۵)

کافر و مشرک کی کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مومن بندہ سے جتنے بھی گناہ ہو جائیں‘ اللہ کی رحمت اور مغفرت سے کبھی ناامید نہ ہو‘ توبہ و استغفار میں لگا رہے اور مغفرت کی پختہ امید باندھے رہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

تقریر نمبر 12:

شانِ اولیاء

الحمد للہ الذی خلق الارض والسماء وفضل علی جمیع الخلق الانبیاء ورفع درجات محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الانبیاء والصلوٰۃ والسلام علی امام الرسل وخاتم الانبیاء وعلی سائر الانبیاء وعلی صحابتہ والہ وعلی العلماء والصلحاء والاتقیاء

اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون ۔ لھم البشری فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرہ لاتبدیل لکلمات اللہ ذلک ھو الفوز العظیم ۔ (سورۃ یونس)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم (اولیاء اللہ وہ ہیں) جو ایماندار اور پرہیزگار ہیں‘ انہی کیلئے خوشخبری ہے دنیا اور آخرت کی زندگی میں‘ اللہ تعالیٰ کی باتیں بدلتی نہیں ہیں‘ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اولیاء اللہ کی عظمت وشان ضمنی طور پر اس سے قبل کئی مواقع پر قرآن وسنت کی روشنی میں آپ پڑھ چکے ہیں اس موضوع کو علیحدہ سے بیان کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ بعض دشمنانِ اولیاء بے دھڑک محبوبانِ خدا کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے بھی ذرا خیال نہیں کرتے کہ ہم کن کے بارے میں زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ وہ جن کی عظمتیں خدا نے جابجا قرآن میں بیان فرمائی ہیں اور وہ جن کی شانیں محبوب خدا نے بیان فرمائی ہیں۔ بھلا ان پر کیچڑ اچھال کر ہمارا ایمان سلامت رہ سکتا ہے۔ اس موضوع کو

تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ چند ارشادات پر ہی اکتفا کروں گا۔

وما توفیقی الا باللہ۔

حدیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضور ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کعبہ کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرماتے سنا: **والذی نفس محمد بیدہ لحرمة المؤمن اعظم عند اللہ حرمة منك۔** (ابن ماجہ ص ۲۹۰)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن کی عزت (اے کعبہ) تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔

اس حدیث کو ایک دوسری حدیث سے ملایئے جو کہ مشکوٰۃ ص ۷۱ پر حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

> **ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلة ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینظر فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقومه حین فرغ لا یصلی لکم**
>
> ایک شخص ایک قوم کی امامت کیا کرتا تھا پس اس نے قبلہ کی طرف رخ کر کے تھوکا جبکہ حضور ﷺ دیکھ رہے تھے۔ آپ نے قوم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا (آئندہ) یہ شخص تمہیں نماز نہ پڑھایا کرے۔

تو جب کعبہ کی توہین کرنے والا قابل امامت نہیں تو جس بندۂ مومن کی شان حضور ﷺ نے کعبہ سے بھی زیادہ بیان فرمائی اس کی توہین کرنے والا امام الانبیاء کی نگاہوں میں کس مقام کا حامل ہوگا؟

حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

تفصیل میں جائے بغیر عرض کرتا ہوں کہ جب بھی کسی ولی اللہ کی کوئی کرامت بیان کی جاتی ہے تو یار لوگوں کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور جب کہا جائے کہ کیا قرآن میں کرامات کا تذکرہ نہیں ہے؟ (حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے پاس بے موسے پھل آنا، عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلہ میں کھجور کے خشک تنے پر کھجوروں کا

اگنا اور پانی کا چشمہ جاری ہو جانا۔ اصحاب کہف کے واقعہ میں کرامات کا ظہور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آصف بن برخیا کا آنکھ جھپکنے سے پہلے اتنا وزنی تخت اتنی دور سے لے آنا) اور کیا صحیح احادیث میں کرامات کا وجود نہیں ہے؟ اور مشکوٰۃ شریف میں کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم کا باب نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ ولی اور کرامات سے اتنے خوفزدہ کیوں ہیں؟ لہٰذا تم الٹے ہو جاؤ یا سیدھے رہو ہم تو

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

ولی اللہ کا مقام و مرتبہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درویش کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ جب تک وہ ان میں سے نہ گزرے اور ہر مقام سے بہرۂ وافر حاصل نہ کرے اسے درویش نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ کائنات کے بھی ستر ہزار عالم ہیں جب تک درویش ان میں سے ہر عالم سے واقفیت حاصل نہ کر سکے درویش نہیں کہلا سکتا وہ ''درپیش'' کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ یعنی شکم پروری کیلئے لبادہ درویشی اوڑھا ہوا ہے۔ درویش کو ان مقامات میں ہر جگہ خوف و رجا کا سامنا ہوتا ہے۔ ہر مقام پر آزمائشوں کا ایک ہجوم اس پر نازل ہوتا ہے تاکہ درویش کے استقلال واستحکام کی آزمائش ہو۔ اگر وہ ذرہ برابر حد استقامت سے تجاوز کر بیٹھے تو وہ مقام اس سے لے لیا جاتا ہے اور اسے نکال دیا جاتا ہے۔ مگر وہ درویش جو صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتا ہے اور ان ابتلاؤں پر خوش ہوتا ہے۔ اس کی ترقی ہوتی ہے اور اس کا کام اٹھارہ ہزار دنیاؤں میں سے گزر کر عالم بالا کی طرف راہ پیما ہو جاتا ہے۔ پس اس قسم کے انسان کو اہل سلوک کے ہاں درویش کہتے ہیں۔ ان ستر ہزار مقامات میں سے جب درویش مقام اولین سے گزرتا ہے اپنے آپ کو عرش عظیم کے گرد کھڑا دیکھتا ہے۔ عرش کے مکینوں کی معیت میں نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے۔ جب لوٹتا ہے تو خانہ کعبہ میں ہوتا ہے۔ جب واپس اپنی دنیا میں آتا ہے تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ حال تو پہلے مقام کا ہے۔ مگر جب درویش ستر ہزار مقامات کو طے کر لیتا ہے تو اس کا حال وہم وفہم انسانی سے ماورا ہوتا ہے اور اس میں اشارہ اس جانب ہے کہ غیریت کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہی مقام بندہ ومولا کے درمیان ایک راز ہے جس راز کو کوئی اور نہیں جان سکتا۔ شیخ

Scanned with CamScanner

الاسلام نے یہ فرمایا' نعرہ مارا اور یہ مثنوی ارشاد فرمائی:

مثنوی

چو درویش را کار بالا کشید — بیک لحظہ سردر ثریا کشید
چناں غرق گردد بدریائے عشق — کہ یک دم سراز عشق بالا کشید

جب درویش کے احوال ترقی پذیر ہوئے تو ایک لحظہ میں اس کا مقام ثریا سے بلند تر ہو گیا۔ پھر ایک لحظہ کیلئے سردریائے عشق سے بلند کیا اور واپس اس کی گہرائیوں میں کھو گیا۔ (اسرارالاولیاء)

چادر چڑھانا

کہا جاتا ہے کہ ولیوں کی قبر پر چادر کیوں چڑھاتے ہو کیا ان کو سردی لگتی ہے؟

اس کا ایک جواب تو تمہارے انداز میں یہ ہے کہ جب تمہارا کوئی مر جائے اور موسم بھی گرمی کا ہو تو قبر میں جاتے ہی دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے تو تم شاید اس لئے چادر نہیں چڑھاتے کہ پہلے کیا گرمی کم ہے کہ ہم اوپر چادریں بھی چڑھا دیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن اور کعبہ پر غلاف کیوں چڑھاتے ہو' ہزار کتابیں ہوں تو ان میں قرآن کی فوری پہچان یہ ہے کہ جس پر غلاف چڑھا ہو گا وہ قرآن ہو گا۔ اس کیلئے کہ قرآن نے دوسری کتابوں کے ساتھ رہنا ہے لہٰذا اس پر غلاف چڑھا دو تاکہ دوسری کتابوں سے ممتاز رہے اور کوئی بغیر وضو کے اس کو ہاتھ نہ لگا بیٹھے؟ اور کعبہ نے بھی چونکہ دوسرے گھروں کے ساتھ رہنا ہے لہٰذا اس پر بھی غلاف چڑھا دیا تاکہ کوئی اس کو عام گھروں کی طرح نہ سمجھ بیٹھے اور ولی اللہ نے بھی چونکہ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہنا ہوتا ہے لہٰذا اس کی قبر پر چادر چڑھا دی گنبد بنا دیا تاکہ عام لوگوں سے ممتاز رہے۔ یہ صرف ہمارے فائدہ کیلئے ہے ورنہ ان کی عظمت چادر یا غلاف چڑھانے سے زیادہ نہیں ہو جاتی' ہمارا فائدہ اس میں یہ ہے کہ قرآن کو عام کتاب کعبہ کو عام مکان اور ولی اللہ کو عام آدمی سمجھ کر کہیں ان کی توہین کر کے اپنا ایمان ضائع نہ کر بیٹھیں۔ کعبہ کی عزت وہی کرے گا جو ایماندار ہو گا' قرآن کو وہیں چھوئے گا جو پاک ہو گا اور ولی اللہ کے دربار پر وہی جائے گا جو ان کے دربار میں جانے کے قابل ہو گا۔ دوسرا کترا جائے گا' گھبرا جائے گا اور شرما جائے گا۔

کیونکہ الایمان کلہ ادب۔ ایمان سراپا ادب بن جانے کا نام ہے۔ خالی قرآن پڑھنے والا اگر مومن ہوتا تو یضل بہ کثیراً نہ فرمایا جاتا۔ خالی مسجد بنانا اگر جنتی ہونے کی علامت ہوتی تو مسجد ضرار بھی تو کسی نے بنائی تھی' خالی کلمہ پڑھنا اگر ایمان ہوتا تو اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله۔ والوں کو منافق کیوں کہا گیا؟

ہاتھ کی حرکت جان نہیں مگر علامت ہے کہ اس جسم میں جان ہے دیکھنا جان نہیں مگر علامت جان ہے' کلمہ' نماز' قرآن ایمان نہیں علامات ایمان ضرور ہیں۔ مگر علامت اور خاصہ میں پھر فرق ہے کہ اذان علامت ہے اس بات کی کہ یہاں جماعت ہو گی مگر بچے کے کان میں اذان ہوتی ہے لیکن جماعت نہیں۔ جنازے میں جماعت ہوئی ہے مگر اذان نہیں۔ مسند ہونا اسم کی علامت ہے خاصہ نہیں اسی لئے فعل بھی مسند ہو سکتا ہے اور خاصہ کیا ہے مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ جو صرف اسی میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے۔ تو ایمان کا خاصہ اگر کوئی ہے تو وہ اہل اللہ کی محبت ہے کیونکہ ایماندار اللہ والوں کی کسی بھی طرح توہین نہیں کرے گا۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا باعث سعادت ہے کیونکہ جب اللہ کی رحمت کا پنکھا چلتا ہے تو چلتا صرف ولی اللہ کے لئے ہے لیکن جو پاس بیٹھے ہوئے ہیں ان کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔

لاتقم علی قبرہ میں جس کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے لئے لاتصل علی احد کا حکم بھی ہے یعنی اس کی قبر پر کھڑا ہونا منع ہے جس کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ بابرکت جگہ پر قبر کی خواہش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ہے۔ (بخاری ج ا ص ۱۷۸)

بزرگوں کی محنت

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بغداد شریف کی طرف سفر کر رہا تھا۔ دجلہ کے کنارے پہ میں نے بزرگان دین میں سے ایک کو پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھائے نماز ادا کرتے دیکھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سجدے میں سر رکھا اور مناجات شروع کی۔ اے اللہ! خضر علیہ السلام گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما۔ اسی دوران حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نمودار ہوئے۔ اور

پوچھا اے بزرگ میں نے کس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ مجھے بتلا تا کہ میں اس سے توبہ کروں۔ بزرگ نے فرمایا۔ اے خضر! تو نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے اور اس کے سایہ میں آرام کرتا ہے اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ میں مخلوق خدا کی رہنمائی و دستگیری کرتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فوراً توبہ و استغفار کی۔ اس کے بعد ترک دنیا اور حق درویش کے بارے میں بیان کیا کہ تم بھی ایسے رہو جیسے میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ آپ کیسے زندگی بسر کررہے ہیں۔ فرمایا: میں اس طرح زندگی گزار رہا ہوں کہ اگر مجھے کہا جائے کہ یہ ساری دنیا اور اس کا مال لے لو۔ تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا اور اگر قبول نہ کرو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ میں دوزخ قبول کرلوں گا اور یہ دنیا لینے سے انکار کردوں گا۔ اس لئے کہ یہ دنیا میرے خدا کی مبغوضہ ہے اور جسے خدائے عزوجل نے نظر غضب وعداوت سے دیکھا ہو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ دوزخ کو ترجیح دوں گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں ان کے قریب گیا۔ سلام عرض کیا۔ جواب دیا اور فرمایا آگے آجاؤ۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ آگے تو پانی ہے۔ میں کیسے عبور کروں۔ معاراستہ بن گیا اور میں خشک ہی ان کے قدموں میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا۔ اے فرید! چالیس سال ہونے کو آئے ہیں کہ میں نے اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگایا اور نیند نہیں کی۔ مگر اے درویش! میری جو روزی مقرر ہے اگر اسے اپنے سامنے کسی آنے والے پر صرف نہ کروں تو میرے دل کو آرام نہیں لگتا کیونکہ درویشی تو یہی ہے کہ جو تمہاری قسمت میں ہو اسے دوسروں کو دے ڈالو۔ اس وقت ان کا روزینہ دو پیالے شوربہ اور چار عدد پتلی روٹیاں عالم غیب سے ظاہر ہوئے۔ ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے سامنے، ہم نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی ہم نماز عشاء سے فارغ ہوئے بزرگ موصوف نے نماز نفل شروع کردی۔ میں نے بھی ان کی اقتدا کی۔ انہوں نے دو رکعتوں میں چار دفعہ قرآن پاک ختم کیا۔ ایک رکعت میں دو قرآن ختم کئے۔ اس کے بعد سلام پھیرا اور سر سجدے میں ڈالا اور رونا شروع کردیا۔ اور کہنے لگے اے اللہ! میں نے تیرے شایان شان کوئی عبادت نہ کی تا کہ مجھے پتہ چلتا کہ میں نے کچھ کام سرانجام دیا۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھے الوداع کیا۔ میں نے دیکھا کہ میں دریا کے کنارے کھڑا ہوں اور وہ

بزرگ غائب ہوگئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

مزار کس کا بنتا ہے؟

قبریں بھی قسمت والوں کی آباد ہوتی ہیں ورنہ دکھاؤ ابوجہل، فرعون اور یزید کی قبر کہاں ہے؟ زیارت گاہیں ان کی بنتی ہیں جو قابل زیارت ہوتے ہیں۔ روضہ یزید کا نہیں بنتا، امام حسین کا بنتا ہے۔ حضرت داتا صاحب کے ہزاروں ہم عصر ہوئے ہیں مگر کیا وجہ ہے صرف داتا صاحب کا روضہ ہی آج تک مینارہ نور بنا ہوا ہے۔

؎ داتا تیرا دربار ہے رحمت کا خزانہ
قدموں کو تیرے چومنے آتا ہے زمانہ

کالجوں، یونیورسٹیوں میں پڑھنے والا اگر بابو اور مسٹر بنتا ہے تو داتا کی چوکھٹ پر حاضری دینے والا معین الدین اجمیری کہلاتا ہے۔ وزیر، مشیر، سفیر بننا کمال نہیں اللہ والوں کے در کا فقیر بننا کمال ہے۔

؎ دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

علامہ اقبال کو داتا صاحب نے کیا دیا تھا کہ بڑے بڑے نواب منتیں کرتے رہے کہ ہماری شان میں کوئی ایک دو اشعار لکھ دیں لیکن ان کی خواہش پوری نہ ہوسکی اور داتا صاحب کی شان میں پوری نظم لکھ دی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

؎ سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

پاک و ہند میں اسلام پھیلانے کا سہرا کس کے سر ہے اسی کے سر ہے جس کا روضہ آج بھی زمانے کیلئے ہدایت کا سامان فراہم کررہا ہے۔ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ اگر کوئی آج بھی حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھے تو اس کو انوار و تجلیات الٰہی کی کرنیں اور نور نبوت کے جلوے کشف المحجوب میں ہی دکھائی دیں گے جس کی برکت سے آج تک اور قیامت تک

؎ کیف و سرور مستی ہے داتا حضور میں

Scanned with CamScanner

جاری خدا پرستی ہے داتا حضور میں

تم باہر کی بات کرتے ہوئے کہ فلاں فلاں گناہ ہو رہے ہیں اور ہم تمہیں اندر آنے کی دعوت دیتے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کیلئے عرض کرتے ہیں کہ غلامت کی مکھی کی طرح تمہاری گندگی پر ہی کیوں نظر پڑتی ہے اندر آؤ اور بقول اپنے بزرگوں کے دیکھو کتنے فرشتے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور صاحب مزار کس طرح دلوں پر حکومت کر رہا ہے۔

فیض عالم تیرا فیض نرالا دیکھا
خواجہ اجمیری نے بھی آ کے پکارا داتا

عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے ولی غار میں جائیں تو وہ غار اللہ کو پسند ہے اور حضور کی امت کا ولی مزار میں جائے تو وہ مزار اللہ کو پسند ہے۔

یہ دودھ کی نہریں، فیض کے چشمے اور خلق خدا کا انبوہ بتا رہا ہے کہ آخر کچھ تو یہاں ہے کہ بابا فرید بھی یہاں آ رہے ہیں، ھندا لولی بھی یہاں آ رہے ہیں، مہر علی بھی یہاں آ رہے ہیں، شیر ربانی بھی یہاں حاضری دے رہے ہیں۔

سنگہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت — صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد — حق ز حرف او بلند آوازہ شد
(اقبال)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کی داتا صاحب کے قدموں میں چلہ کشی اور جاتے ہوئے آپ کا مشہور زمانہ شعر ہے۔ گنج بخش فیض عالم اور پھر آپ کی تبلیغی خدمات اور ننانوے لاکھ کافروں کو کلمہ پڑھانا آپ کے اس قول کی صداقت کے لئے کافی ہے کہ جو منزلیں میری جنگلوں اور پہاڑوں میں طے نہ ہوئیں وہ حضرت داتا صاحب کے قدموں میں بیٹھ کر طے ہو گئیں۔

نہ پوچھ دربار داتا پر مجھے کیا کیا نظر آیا
پلک جھپکی تو کملی اوڑھنے والا نظر آیا
نظر ڈالی جو فہرست غلامان داتا پر
کوئی خواجہ نظر آیا تو بابا نظر آیا

گنج شکر بارگاہ گنج بخش میں

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ جب لاہور کی سرزمین پر قدم رکھتے تو لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیتے اور مریدین سے فرماتے۔ مجھے لاہور کی سرزمین سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اس سے کیوں نہ نتیجہ نکالا جائے کہ دروازہ پاکپتن میں ہے اور جنت داتا کے قدموں میں ہے۔

اے آبروئے ملت بیضاء کے پاسبان
لاہور تیرے دم سے عروس البلاد ہے

جاؤ کچہریوں میں جا کر دیکھو وکیلوں کا رش نظر آئے گا، کالجوں میں جاؤ طالبعلموں اور پروفیسروں کا اژدھام دیکھو گے، ہسپتالوں میں جا کر دیکھو مریضوں اور ڈاکٹروں کا انبوہ دکھائی دے گا، مگر داتا کے دربار میں آؤ تو ولیوں اور قطبوں کی فوج دکھائی دے گی۔

یہ کسی کی جا کر کنڈی نہیں کھٹکھٹاتے کہ آؤ کلمہ پڑھو یا نماز پڑھو۔ یہ دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور ان کی محبت دل کے دروازے پر دستک دیتی ہے کہ لوگ شیخوپورہ، قصور اور دور دور سے روزانہ تہجد کی نماز یہاں آ کر ادا کر رہے ہیں اور بیس بیس سالوں سے ان کا یہ معمول ہے۔ جنگلوں میں جا کر دو دو گھنٹے دعائیں مانگنے والو اور دربار داتا سے منہ پھیر کر گزر جانے والو! یہاں آ کر بھی دعا کرو جہاں غریب نواز نے دعا کی ہے پھر دیکھنا تمہاری تبلیغ میں کتنا اثر ہوتا ہے۔

فیض مدینے سے آ رہا ہے

منہاس ایڈمنسٹریٹر کے دور میں ایک انگریز آیا اس کو داتا دربار کا بہترین لنگر کھلایا گیا تو وہ دیر تک بیٹھا رہا۔ اس سے پوچھا گیا۔ اب کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا میں نے دوپہر کو ہوٹل سے کھانا کھایا تو دس روپے بل دیا۔ اب اس سے اچھا کھانا کھایا ہے مگر انتظار کر رہا ہوں بل لینے کوئی نہیں آ رہا۔ جا اس لئے نہیں رہا کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں تو اس کو بتایا گیا کہ یہاں بل نہیں ہوتا، یہاں ایک بزرگ کا دربار ہے جو لوگوں کو مفت میں کھانا کھلاتے ہیں، وہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا اتنی مخلوق کو کہاں سے کھلاتے ہیں۔ اس کو بتایا گیا کہ مدینہ والے سے لے کر دنیا کو بانٹ رہے ہیں۔

دوسرے ولیوں کی اولاد، خلفاء اور مریدین ہوتے ہیں اس لئے ان کے دربار آباد

Scanned with CamScanner

ہیں مگر داتا صاحب کی نہ اولاد ہے اور نہ دوسروں کی طرح سلسلہ خلفاء مگر رونق سب سے زیادہ ہے۔ یہ وہ لجپال ہیں کہ چھوٹوں کو بھی گلے سے لگاتے ہیں اور کوئی معین الدین جیسا آئے تو اس کی بھی جھولی بھر دیتے ہیں۔

لاہور میں جتنے ولی اللہ تشریف فرما ہیں چاہے وہ میاں میر ہوں' شاہ محمد غوث ہوں یا موج دریا بخاری سب کے سب داتا صاحب کی خوشبو سونگھ کر آئے ہیں اور کسی کو عشق کا سمندر مل رہا ہے۔ کسی کو معرفت کی ندی مل رہی ہے کسی کو ولایت کی نہر مل رہی ہے کسی کو روحانیت کا خزانہ مل رہا ہے۔

درشہر لاہور امام عرفاء ست — خاکش کحل الجواہر دیدۂ ماست
ترویج شریعت ونگہداری فقر — حضرت سید علی ہجویری راست

(حافظ افضل فقیر)

اے لوگوں کو تو چند سال بعد اپنے باپ دادا کی قبر بھول جاتی ہے اور یہاں ہزار سال بعد بھی پھول چڑھائے جارہے ہیں نہ کوئی جسمانی رشتہ ہے نہ خونی حالانکہ روکنے والے بھی بہت ہیں مگر دن بدن رونق میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے وزیروں کو داتا صاحب کے زائرین کے جوتوں کے پیسوں سے تنخواہ ملتی ہے۔ سال بعد بجٹ آتا ہے تو ہر محکمے کو نقصان ہوتا ہے مگر یہاں پاپوش کے ٹھیکوں میں لاکھوں کا اضافہ۔

جو بادشاہ' وزیر اعظم یا گورنر بنتا ہے سب سے پہلے داتا صاحب کی چوکھٹ پر کیوں آتا ہے اس لئے کہ داتا صاحب کے دور کا گورنر رائے راجو جب آپ کے مقابلہ میں آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ داتا صاحب کی کھڑائیں اس کی خدمت کر رہی ہیں۔ اوپر جاتا ہے تو زیادہ زور سے لگتی ہیں' نیچے آتا ہے تو آہستہ لگتی ہیں اس دن سے صاحبان اقتدار کو معلوم ہو گیا کہ عہدہ ملنے کے بعد یہاں آنا ضروری ہے ورنہ ان کو سیدھا کرنا بھی آتا ہے۔

باز گیر ایں عاملے بدگوہرے — ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

دوسروں کو سزا خفیہ بھی مل سکتی ہے مگر حکمرانوں کو علی الاعلان سزا دی جاتی ہے۔

ایک غلط فہمی

بعض لوگ مخلوق میں سے کسی کو داتا یا مولا کہنے کو شرک کہتے ہیں حالانکہ داتا عربی زبان کا لفظ نہیں بلکہ فارسی کا لفظ ہے جس کا معنی سخی اور غنی ہے اور یہ دونوں الفاظ مخلوق پر

بولے جاتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں سخی بھی۔ اس طرح گنج بخش کے لفظ پر بھی اعتراض ہے مگر یہ بھی تو عربی لفظ نہیں ہے اور کیا اللہ کا نام اگر مخلوق پر بولا جائے تو شرک ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ تو مولا ہے اور آپ کے مولوی صاحب مولانا' ہیں یہ تو ڈبل شرک ہو گیا۔ اللہ اکبر ہے حضرت ابوبکر صدیق بھی اکبر ہیں۔ (اس مسئلہ کی پوری تحقیق میرے رسالے توحید وشرک کا صحیح معنی ومفہوم میں دیکھئے) چنانچہ یار لوگوں نے ایک شعر بھی حضرت خواجہ غریب نواز کے شعر کے مقابلے میں بنا ڈالا کہ

گنج بخش فیض عالم ہے فقط ذات خدا
ناقصاں را پیر کامل ہیں محمد مصطفیٰ

اس کا جواب حضرت مفتی محمد عبداللہ قصوری علیہ الرحمۃ نے اس طرح دیا ہے

گنج بخش بالذات ہے رب العلیٰ
اور داتا گنج بخش ہے بالعطاء
داتا بالاستقلال ہے رب کبیر
گنج بخش داتا ہے بالفضل العزیز
ناقصوں کے پیر ہیں یہ اولیاء
انبیاء کے پیر کامل مصطفیٰ

اہل لاہور کی فضیلت

اہل لاہور خوش نصیب ہیں کہ داتا صاحب کے فیض سے تا قیامت مستفیض ہوتے رہیں گے اور داتا صاحب کے دربار پر جانے والوں کی عظمت کا اندازہ اس سے لگا لو کہ تم پارلیمنٹ ہاؤس میں بھی چلے جاؤ تو تمہاری تو کچھ قدر ہو سکتی ہے مگر تمہارے جوتے کی کیا قدر ہوگی۔ دربار داتا پر آنے والوں کے جوتوں کا بھی مُل پڑ جاتا ہے اور جوتے سنبھالنے والے نمبر دینے والے آپ کے آگے پیچھے ہو رہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں لاہور میں جگہ جگہ برائی کے اڈے ہیں' سینمے ہیں' جرائم ہیں' مگر میں کہتا ہوں اگر لاہور کی گلی گلی میں بھی سینما بن جائے' کلب کھل جائیں پھر بھی لاہور کی عظمت مستحکم ہے کہ اہل محبت کو داتا کا دربار ہی دکھائی دے گا۔ جب کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے تو وہ پھر بھی کعبہ معظمہ ہی تھا اہل نظر کو اس وقت بھی اس سے توحید کے انوار ہی

Scanned with CamScanner

نظر آتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے لاہور کو قطب البلاد اسی لئے قرار دیا ہے کہ اس کی ہر گلی میں کوئی نہ کوئی ولی آرام کر رہا ہے۔

داتا صاحب لاہور آئے تو چوکیدار دروازہ بند کر رہا تھا' صبح دروازہ کھولا تو حیران رہ گیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کا جاہ وجلال دیکھا ہے مگر اس فقیر کی شان ہی انوکھی ہے۔ ایسے لگا کہ شہر لاہور کا نگہبان آ گیا ہے اور اب گورنر گورنری اور بادشاہ بادشاہت چھوڑ سکتا ہے مگر علی ہجویری لاہور کو نہیں چھوڑ سکتا۔

اورنگزیب عالمگیر نے بادشاہی مسجد کیلئے اسی لئے لاہور کا انتخاب کیا کہ یہاں ولیوں کے سردار کا دربار ہے لہٰذا سب سے بڑی مسجد بھی یہیں پر ہونی چاہئے۔

اجمیر کو معین الدین ملا' پاکپتن کو فرید الدین ملا' کلیر کو علاؤ الدین ملا' ملتان کو بہاء الدین ملا' علی پور کو جماعت علی ملا' گولڑے کو مہر علی ملا اور لاہور کو ان سب کا مخدوم داتا علی ملا۔

لاہور والو! خوش نصیب ہو کہ ہر جمعرات کو داتا کا صدقہ ہزاروں اولیاء کرام کی زیارت کر رہے ہو۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام سے گزر رہے تھے۔ ایک کتا راستے میں بیٹھا ہوا تھا۔ خواجہ بایزید نے اپنی قمیض کا دامن اوپر کر لیا کہ کتے سے چھو نہ جائے۔ کتے نے زبان حال سے آواز دی کہ اے خواجہ آپ نے دامن کیوں سمیٹ لیا ہے۔ تین دفعہ پانی کے استعمال سے میرے اور آپ کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہے۔ میری نجاست ظاہری ہے جو تین دفعہ کپڑے کو دھونے سے پاک کی جا سکتی ہے لیکن اے خواجہ وہ نجاست جو تیرے باطن میں ہے۔ وہ تو بدتر ہے۔ اگر اسے سات دریاؤں کے پانی سے دھونے کی کوشش کرے گا تو پھر بھی پاک نہ ہو گی۔ آئیں تمہیں بتاؤں کہ تو دعویٰ تو سلطان العارفین' ہونے کا کرتا ہے' اپنے آپ کو درویش کہلواتا ہے اور حال یہ ہے کہ ایک پورا گھڑا گندم کے دانوں کا تیرے گھر بھرا ہوا پڑا ہے۔ درویشی تو یہ ہے کہ میں کتا ہو کر آج ایک ہڈی اگر مجھے ملتی ہے تو اسے صرف کر لیتا ہوں اور کل کے لئے ذخیرہ نہیں کر

چھوڑتا اور تم درویشی کے اتنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود غلہ کا ذخیرہ کئے ہوئے ہوتا کہ کل مصرف میں لاسکو۔ کیا یہی درویشی ہے؟ جب کتے نے یہ بات کہی تو خواجہ بایزید کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے کہ آج میں اس کتے کی رفاقت کا اہل بھی نہیں ہوں کہ اسے مجھ سے عار نظر آتی ہے۔ کل قیامت کو اہل سلوک کی رفاقت و دربار خداوندی کا اہل کیسے ہوں گا۔ (اسرار الاولیاء)

☆ ایک دفعہ حضرت بایزید عالم شوق واشتیاق میں مشغول تھے اور آنکھوں سے خون جاری تھا۔ جب عالم محو میں آئے تو فرمایا۔ اس لمحے میں نے ایک قدم اٹھایا تھا تو عرش عظیم پر پہنچ گیا۔ میں نے عرش کو آواز دی الرحمٰن علی العرش استوی (رحمٰن عرش پر جلوہ افروز ہے) اے عرش! پتہ چلا ہے کہ وہ محبوب تجھ پر جلوہ افروز ہے۔ عرش نے جواب دیا۔ اے بایزید! بات کہنے کی جا نہیں۔ اس بے نیاز حقیقت مآب جل جلالہ کا پتہ تو تیرے دل کے عرش میں بتایا جاتا ہے۔ حیران ہوں اکثر عالم ملکوت کے لوگ زمین والوں کے ہاں اس محبوب کا پتہ بتلاتے ہیں اور اکثر زمین والے آسمان والوں سے اس کا نشان پوچھتے ہیں۔ اس بات سے درویش کے مقام ومرتبہ کا اظہار مقصود ہے کہ مرد درویش ایک قدم میں عرش عظیم سے بلند تر مقام پر رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

☆ ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید کو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! درویش کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اٹھارہ ہزار دنیاؤں کا زر وسیم درویش کے ہاتھ میں تھما دیا جائے تو وہ سب کا سب اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دے۔ اسے درویش کہتے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

☆ سخت سردی پڑ رہی تھی اور حضرت سید حیدر شاہ صاحب جلال پوری علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے کہ ایک مرید نے عرض کیا حضور "سیال" آ گیا ہے آپ کی چیخ نکلی۔ باہر دوڑے جب کچھ دکھائی نہ دیا تو بے ہوش ہو گئے۔ فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ عرض کیا میں نے عرض کیا تھا کہ سیال یعنی سردی آ گئی ہے فرمایا میں نے سمجھا میرا پیر سیال آ گیا ہے۔

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے پاس ان کی مرض الموت میں

Scanned with CamScanner

حاضر تھے اور فریضۂ خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ کچھ افاقہ ہوا تو عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو گھر سے ہو آؤں۔ اجازت ہوگئی۔ دو تین دن میں گھر پہنچے۔ ابھی چارپائی پر لیٹے ہی تھے کہ پیر صاحب کی زیارت ہوئی اور فرما رہے ہیں "روڑے فقیر! ساڈے جان دا وقت آ گیا ای بھج کے آ" اٹھے جوتا چارپائی کی دوسری طرف تھا وہ بھی نہ پہنا کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔ جب پیر کی خدمت میں آئے تو چند سانس باقی تھے۔ حکم ہوا سب کو باہر نکال دو اور خواجہ تونسوی کو اندر بلایا۔ سینے سے لگایا اور مہر علی گولڑوی کا دادا پیر بنا دیا۔

☆ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں تھے۔ رات کو تہجد کے وقت کا انتظام آپ کے ذمہ تھا۔ فضائے حاجت کیلئے باہر جانا' پانی کا انتظام اور مصلیٰ بچھانا وغیرہ چنانچہ رات کو اٹھ کر پیر کے آگے آگے ننگے پاؤں چلتے کہ کہیں کوئی کانٹا وغیرہ ہو تو مجھے چبھے' پیر کو نہ چبھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ گاؤں کا گندا پانی جس نالی سے باہر جاتا تھا اس پر جو "پلی" گھاس پھوس کی بنی ہوئی تھی وہ کسی جانور کے گزرنے سے ٹوٹ گئی۔ آپ اٹھے پانی والا لوٹا پیر کے حجرے کے باہر رکھا تو اس نالی میں جا کر لیٹ گئے اور اوپر تنکے وغیرہ رکھ لیے تاکہ چھلانگ لگانے سے کہیں میرے پیر کے پاؤں میں موچ نہ آ جائے۔ پیر صاحب حجرے سے باہر آئے۔ آواز دی مہر علی' جواب ندارد' خود ہی لوٹا پکڑا اور چل پڑے۔ پلی پر پاؤں رکھا تو پہلے کی طرح فرمایا مہر علی ایں؟ جی حضور۔ اٹھایا سینے سے لگایا اور شہنشاہ گولڑہ بنا دیا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز عصر اپنے گاؤں سے باہر چہل قدمی فرما رہے تھے کہ دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ مشرق کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہاں جا رہے ہو تو انہوں نے کہا: ہم مدینے (گجرات کے قریب گاؤں) جا رہے ہیں۔ فرمایا: مدینہ تو ادھر سے (مغرب کی طرف مدینہ شریف) انہوں نے عرض کیا۔ ہم گجرات کے قریب والے مدینے جا رہے ہیں۔ فرمایا: تم جنت کے قریب والے مدینے کیوں نہیں جاتے۔ عرض کیا وہاں جانے کا خرچہ کہاں سے لیں؟ فرمایا آنکھیں بند کرو' لو کھول لو وہ دیکھو سامنے مدینہ شریف نظر آ رہا ہے۔

ہو روضۂ رسول نگاہوں کے سامنے نظروں کو ہو نصیب وہ ساعت گھڑی گھڑی

دیکھیں گے ہم تو یار کی صورت گھڑی گھڑی ہم یوں کریں گے رخ کی زیارت گھڑی گھڑی
عاصی کے لب پہ جب بھی تیرا نام آ گیا آئی ہے اس کو دیکھنے رحمت گھڑی گھڑی
ذکر رسول پاک عبادت سے کم نہیں ہم تو کریں گے یار کی مدحت گھڑی گھڑی
روز حساب تم یہ منظر تو دیکھنا یا امتی پکاریں گے آقا گھڑی گھڑی
جنت میں بھی کہیں گے نیازی سے اہل دل ہم کو سناؤ نعت رسالت گھڑی گھڑی

مرزا قادیانی اور پیر مہر علی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جب مرزا قادیانی سے مناظرہ طے پایا تو کسی اہل حدیث عالم نے کہا: علم کی بات کرنا کرامت کا سہارا نہ لینا۔ فرمایا: علم بھی بتاؤں گا کرامت بھی دکھاؤں گا۔ ادھر مرزا لیت و لعل سے کام لے رہا تھا کبھی کہتا کاغذ قلم رکھ دیں گے جس کے حکم سے کاغذ پر قلم خود چلنے لگے وہ سچا دوسرا جھوٹا۔ فرمایا: آ جا مجھے منظور ہے۔ پھر اس نے کہا: ایک اندھا آپ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ دوسرا میرے سامنے جس کی دعا سے وہ اچھا ہو جائے وہ سچا دوسرا جھوٹا۔ فرمایا: جاؤ اس کو کہو کہ اگر مردہ زندہ کرنے کی شرط لگانی ہے تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ مگر مرزا نے نہ آنا تھا نہ آیا۔

میں مقتول سے پوچھوں گا......

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قتل کا الزام آ گیا۔ مقتول کا نام اقبال خان تھا۔ مریدین پریشان ہو گئے کہ کچھ کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا چپ ہو جاؤ وقت آنے دو میں خود مقتول سے پوچھوں گا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ فرمایا میری یاری کوئی نتھو خیرے سے نہیں اپنے رب سے ہے جس کی شان ہے یحی العظام وھی رمیم۔ چنانچہ مقتول کے ورثاء کو معافی مانگنا پڑی۔

یہ میرے ہتھیار کا کمال ہے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور گولڑہ شریف کے اسٹیشن پر چہل قدمی فرما رہے تھے۔ ایک انگریز جس نے پستول لٹکایا ہوا تھا اور تمسخر سے آپ کی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔ "یہ کیا ہے" آپ نے اس کے پستول کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "یہ کیا ہے" اس نے کہا یہ میرا ہتھیار ہے۔ فرمایا: یہ میرا ہتھیار ہے۔ اس نے کہا آپ کے ہتھیار کا کمال کیا ہے؟ فرمایا تیرے ہتھیار کا کیا کمال ہے؟ انگریز نے پستول میں گولی ڈالی

Scanned with CamScanner

سامنے درخت پر چڑیا بیٹھی تھی اس کو ماری تو وہ مر کر زمین پر آ گری۔ بڑے تکبر سے کہنے لگا یہ ہے میرے ہتھیار کا کمال۔ آپ اس مردہ چڑیا کے پاس گئے اس کی گردن کے ساتھ تسبیح لگا کر اللہ ہو کی ضرب لگائی تو چڑیا زندہ ہو کر درخت پر جا بیٹھی۔ فرمایا: وہ تیرے ہتھیار کا کمال تھا اور یہ میرے ہتھیار کا کمال ہے اور سن زندوں کو مار دینا کمال نہیں مردوں کو زندہ کرنا کمال ہے۔

؎ نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

بس پھر کیا تھا!

؎ گر کر قدموں پر قربان ہوگیا
پڑھ کر کلمہ مسلمان ہوگیا

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی ؒ داتا صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جھولی میں کافی سارے سکے تھے۔ جو لوگوں کو بانٹتے جا رہے تھے اور ساتھ عرض کر رہے تھے۔ داتا! میں تیرے دربار کا ''چھوڑھا'' ہوں مجھے منظور کر لے

رموز سرّ دل بے دل چہ داند

☆ آپ ؒ کا ہی واقعہ ہے کہ اپنے پیر خانے (تونسہ شریف) حاضر ہوئے جبکہ آپ کے ساتھ مریدین کا انبوہ کثیر تھا۔ بازار میں جا رہے تھے کہ پیر صاحب کا صاحبزادہ (چھوٹی عمر کا) آ رہا تھا۔ آپ نے اس کو کندھوں پر بٹھا لیا۔ وہ کہتا دوڑ تو آپ دوڑنا شروع کر دیتے۔ وہ کہتا اونٹ کی طرح چلو تو آپ تونسہ کے بھرے بازار میں سینکڑوں مریدین کی موجودگی میں اونٹ کی طرح اچھل اچھل کر چلنے لگے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ کے پاس ایک سوالی آیا۔ آپ کے پاس ایک لاکھ روپیہ روزانہ آتا تھا جو آپ بانٹ چکے تھے۔ فرمایا: یہ میرے جوتے لے جا اور بیچ کر حاجت پوری کر لینا۔ وہ جوتے لے کر جا رہا تھا کہ آپ کے مرید خاص امیر خسرو نے دیکھ لیا اور اس کو دس ہزار روپیہ دے کر واپس لے لئے۔ جب محبوب الٰہی نے دیکھا تو

پوچھا ''بکم خریدہ ای'' کتنے کے خریدے ہیں؟ عرض کیا ''بدہ ہزار خریدہ ام'' دس ہزار کے فرمایا۔ ''ارزاں خریدہ ای'' سستے ہی خرید لئے ہیں۔

☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ روزے سے تھے اور بابا فرید الدین ؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو بابا صاحب کے سامنے کھجوریں پڑی تھیں۔ آپ نے ایک کھجور دی جو محبوب الٰہی نے کھالی۔ جاننے والے حیران ہوئے کہ ایک کھجور کی وجہ سے روزہ توڑ دیا۔ فرمایا: مجھے روزے کے ٹوٹ جانے کا کفارہ تو نظر آ گیا مگر پیر کے دست عطا کو ٹھکرا دینے کا کفارہ نظر نہ آیا۔ روزے کی قضا کر لوں گا مگر شیخ کی عطا کو کیوں رد کروں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ

حضرت بابا فرید الدین ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا۔ فرماتے تھے کہ بیس سال تک میں شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی خدمت اقدس میں رہا۔ جلوت وخلوت کی مجلسیں نصیب ہوئیں۔ میں نے ان کو کبھی غصے کے عالم میں نہیں دیکھا۔ سوائے ایک دن کے۔ جبکہ وہ ایک محلّہ سے گزر رہے تھے۔ ان کے ایک مرید شیخ علی کو ایک شخص نے پکڑ رکھا تھا اور کہتا تھا کہ تم نے جو میرا ادھا دینا ہے۔ دو۔ حضرت شیخ المشائخ ؒ وہاں پہنچے۔ ہر چند اس شخص کو منع کیا لیکن اس نے شیخ کی ایک نہ سنی۔ شیخ ؒ غصے میں آ گئے۔ مبارک کندھوں پر پڑی ہوئی چادر کو زمین پر دے مارا۔ اٹھائی تو خالص سونے کے دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ فرمایا۔ اے شخص جتنا تیرا حق ہے اٹھا لے۔ اس شخص نے اپنے حق سے زیادہ اٹھانا چاہا۔ اس کے ہاتھ وہیں سوکھ گئے۔ چلانے لگا۔ میں نے توبہ کی۔ شیخ نے سر اٹھایا اور دعا کی۔ اے اللہ! اس کے ہاتھ اسے واپس دے دے۔ فوراً اس کے ہاتھ درست ہو گئے۔

دلی کیفیات پہ آگاہی

ایک دفعہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز اپنے ساتھیوں کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے کی درخواست کرنے لگا۔ مگر وہ شخص حضرت خواجہ کو شہید کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ حضرت کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ آپ اس کی طرف نظر فرماتے اور مسکراتے۔ پھر فرمایا۔ درویش

Scanned with CamScanner

درویشوں کے پاس دو ہی ارادوں سے آتے ہیں یا صفا کے لئے یا جفا کیلئے۔ تم بھی ان دونوں میں سے ایک اختیار کرو اور حسن عقیدہ اس پر استوار کرلو۔ جب خواجہ غریب نواز نے یہ فرمایا۔ وہ اٹھا۔ اقرار کیا۔ چھری جو قتل کرنے کی نیت سے لایا تھا نکال کر باہر پھینک دی اور حلقہ غلامی میں شامل ہوگیا۔ پھر اس قدر راسخ ہوا کہ مشکلات دین و مہمات امور پر شیخ کی جانب سے اسے ہی مقرر کیا جاتا اور وہ بطیب خاطر انہیں سرانجام دیتا۔ حتیٰ کہ پینتالیس حج ادا کئے اور آخر کار وہیں حرم پاک میں وصال پایا اور مجاوران و خدام کعبہ کے ساتھ مدفن پایا۔

آپ کے ایک مرید نے عرض کیا حضور گورنر نے مجھے شہر چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہاں ہے گورنر؟ عرض کیا جنگ میں گیا ہوا ہے۔ فرمایا: اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی ہے وہ اب زندہ نہیں رہے گا۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع آئی کہ گورنر مر گیا ہے۔ (اسرار الاولیاء)

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

بس یا فرید کہتے ہی جنت ملی مجھے
اللہ بھی دیکھتا ہے بہانہ فرید کا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا تو نے (فریدالدین کی شکل میں) ایسا شہباز پکڑا ہے کہ جس کا مقام سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے ہے۔

دوسروں کے دریا پاک ہوتے ہیں فرید کا پتن بھی پاک (پاکپتن شریف) جس میں نظام الدین نے ایک غوطہ لگایا اور محبوب الٰہی بن گئے۔

جس کا پتن اتنا پاک ہے اس کا دریا کتنا پاک ہوگا۔

بہشتی دروازہ

ایک سادہ آدمی بہشتی دروازہ گزر کر آیا تو ایک شاطر مولوی کے قابو چڑھ گیا تو ایک مولوی صاحب نے اس کو سونگھنا شروع کردیا۔ اس نے پوچھا۔ کیا سونگھتا ہے؟ مولوی صاحب کہنے لگے تو جنت سے ہو کر آیا ہے اور جنت کی تو خوشبو پانچ سو سال کے فاصلے سے بھی آجاتی ہے مگر مجھے تو نہیں آرہی اس سادھے آدمی نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ جنت کی خوشبو جنتیوں کو آتی ہے جہنمیوں کو نہیں آتی۔ تمہیں ولیوں کی گستاخی کا نزلہ

ہے اور نزلے والے کو خوشبو کیسے آئے۔

یوں نہ نکلیں آپ پر چھا تان کے
اپنا بے گانہ ذرا پہچان کے

مردہ بچی زندہ ہوگئی

روزنامہ مشرق، نوائے وقت اور جنگ میں آج سے پچیس سال پہلے ایک عجیب خبر چھپی کہ پاکپتن سے ایک قافلہ کلیر شریف عرس پر گیا جس میں ایک عورت کی چھوٹی سی بچی جو نمونیا میں مبتلا تھی۔ راستے میں ہی مرگئی۔ ڈاکٹروں نے مردہ قرار دے کر دفن کرنے کا کہہ دیا۔ مگر عورت بضد تھی کہ میں اس کو دربار پر لے کر جاؤں گی۔ چنانچہ دربار حاضر ہوئی تو باقی باتوں کے ساتھ جب یہ جملہ اس نے بولا کہ لوگ تیرے دربار پر خالی دامن لے کر آتے ہیں تو ان کے دامن بھر دیئے جاتے ہیں اور میں بھرا دامن لے کر چلی تھی تو اب خالی نہ جاؤں گی۔ شاید تو جانتا نہیں کہ میں تیرے پیر فرید کے شہر سے آئی ہوں۔ بس یہ جملہ بولنا تھا کہ مردہ بچی زندہ ہوگئی۔ بابا کا اپنا ہی شعر ہے

کوک فریدا کوک توں راکھا جویں جوار
جب لگ ٹانڈا نہ پکے تب لگ کوک پکار

مٹی سونا ہوگئی

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کیا میری بیٹی کی شادی ہے اور پلے کچھ نہیں۔ آپ نے مٹی کا ڈھیلا لیا اور کلمہ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ ڈھیلا سونے میں تبدیل ہوگیا۔ اس کو دے دیا۔ اس عورت نے گھر جا کر بہت سے ڈھیلے جمع کر لئے اور ساری رات کلمہ پڑھ پڑھ کر دم کرتی رہی۔ مگر مٹی کی مٹی ہی رہی۔ صبح آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا آپ نے یہی الفاظ پڑھے تھے تو مٹی سونا ہوگئی میں تو ساری رات پڑھتی رہی ہوں مگر کچھ نہیں ہوا۔ فرمایا

بے شک کلمہ کامل اکمل مخزن نور الٰہی
جے زبان فرید دی ہوندی دیر نہ لگدی کائی

☆ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک عورت چکی چلا رہی ہے تو آپ نے دیکھ کر رونا شروع کردیا۔ کیوں؟

Scanned with CamScanner

ے چکی پھر دی ویکھ کے فرید نے دتا رو
دوہاں پڑاں وچہ آن کے ثابت رہیا نہ کو

عورت بھی عارفہ کاملہ تھی اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگی۔

ے وے فقیرا اللہ دیا ذرا کن لے دے کھول
ایہہ تک لے بچ گئے نی جہڑے بیٹھے کلی دے کول

سوئی کا تحفہ

ایک بی بی آپ کے پاس قینچی کا نذرانہ لے کر آئی جو آپ نے قبول نہ کی۔ وہ پریشان ہوگئی کہ شاید چھوٹا تحفہ ہے فرمایا۔ یہ بات نہیں تو سوئی لے آ۔ سوئی لے کر آئی تو آپ نے خوشدلی سے قبول فرمالی۔ وہ حیران ہوئی کہ معمولی سوئی قبول کرلی ہے اور قینچی قبول نہیں کی۔ فرمایا: اس لئے کہ قینچی کا کام کاٹنا ہے اور سوئی کا کام جوڑنا ہے۔ ہم جدائی کیلئے نہیں بلکہ جوڑنے کیلئے بیٹھے ہیں۔

ے تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

بابا کے مرید کے لیے خوشخبری

ایک موقع پر حضرت باوا صاحب نے خود اپنی زبان سے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ملتان سے آنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا پر کیفیت خاص (حالت) طاری ہوئی۔ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ سوار ہوئے اور فرمایا۔ منادی کرادو کہ جو شخص آج بہاء الدین زکریا کے چہرہ انور کو دیکھ لے گا۔ قیامت کے دن میں اس کی نجات کا ذمہ دار ہوں گا۔ تمام مسلمان آئے اور حضرت کے روئے انور کی زیارت کی۔ حضرت موصوف قسم اٹھا رہے تھے کہ تم قیامت کو دوزخ میں ہرگز نہ جاؤ گے کہ مجھے القا کیا گیا ہے کہ اے بہاء الدین! جس نے آج دنیا میں تجھے دیکھ لیا قیامت کے دن آتش دوزخ میں نے اس پر حرام کردی۔ جونہی اس آدمی نے یہ حکایت ختم کی مجھ پر کیفیت خاص طاری ہوگئی۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ اے درویش! اگر میرے بھائی بہاء الدین نے یہ بات فرمائی ہے کہ جو کوئی آج مجھے دیکھ لے گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں جو کوئی مسلمانوں میں سے زندگی میں مجھ سے بیعت

ہوگا یا میرے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ میرے بیٹوں مریدوں یا میرے خاندان میں سے کسی کا بیعت ہوگا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ اسے دوزخ میں نہیں لے جائیں گے کیونکہ میرے پیر حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اے فرید! حق تعالیٰ نے تجھے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ جو شخص تیرا یا تیرے مریدوں یا بیٹوں کا ہاتھ پکڑے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس کا مقام بہشت میں ہوگا۔ کیونکہ ہر روز ہزار بار مجھے القا ہوتا ہے اور آواز آتی ہے کہ فریدا جو دھنی بڑا خوش بخت انسان ہے۔ جب حضرت نے یہ حکایت ختم کی تو عالم حیرت میں کھڑے ہوگئے کم وبیش سات روز اسی عالم میں رہے۔ کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔ جب عالم صحو میں آئے تو عبادت وریاضت میں مصروف ہوگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ (اسرار الاولیاء)

حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی مشہور کرامت ہے کہ جب آپ مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے پیچھے جوتوں والی جگہ پر کردیا تو جب سجدے کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا اے مسجد! سارے لوگ سجدہ کررہے ہیں تو کیوں نہیں سجدہ کرتی۔ چنانچہ مسجد کی چھت زمین پر آگئی اور پھر آپ کی اپنی میزبان مائی کے جوان بیٹے کو آپ کی دعا سے دوبارہ زندگی ملی۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی سگی بہن تھیں۔ انہوں نے باوا صاحب سے اپنے صابر کیلئے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ بابا صاحب نے بہت سمجھایا کہ یہ شادی کے قابل نہیں۔ مگر نہ مانیں۔ چنانچہ آپ نے بہن کی دلجوئی کیلئے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت صابر سے کردیا۔ رات کو گھر آئے دیکھا کہ دلہن کمرے میں بیٹھی ہے۔ پوچھا کون؟ عرض کی آپ کی بیوی۔ فرمایا! اللہ بھی بیوی سے پاک میں بھی اسی وقت ہی فوت ہوگئی۔ (واللہ اعلم)

آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے بھائی حضرت بابا فرید الدین کے پاس آئیں کہ اس کو بھی کسی کام پر لگادو۔ آپ نے فرمایا صابر تو لنگر تقسیم کیا کر۔ بارہ سال کے بعد ماں بیٹے کو ملنے آئی تو دیکھا کہ بیٹا تنکا ہو چکا ہے۔ پوچھا فرید! میرے بیٹے کا کیا حال کررکھا ہے؟ فرمایا ہم نے تو پورا لنگر خانہ اس کے سپرد کررکھا ہے۔ جب بلا کر پوچھا تو عرض کیا

Scanned with CamScanner

آپ نے تقسیم کرنے کو کہا تھا نہ کہ کھانے کو۔ اچھا! اپنا حصہ رکھ لیا کر۔ پھر بارہ سال گزر گئے اور اپنا حصہ نکال کر رکھتے رہے کھایا پھر کچھ نہ۔ اس طرح چھتیس سال گزر گئے۔

اولیائے نقشبند علیہم الرحمۃ

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ ایک کمہار کے آوے "جہاں وہ مٹی کے برتن بناتے ہیں" کے پاس سے گزرے تو زبان سے لفظ اللہ "اسم جلالت" ادا فرمایا۔ کمہار جو برتن آوے سے نکالتا اس پر اللہ لکھا ہوتا۔ قدموں میں گر گیا اور عرض گزار ہوا۔

اے شاہ نقشبند نقش مراد بہ بند
نقش چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

اے برتنوں میں اللہ کا نام لکھنے والے ایک نگاہ میرے دل پر بھی کر دے اور میرے دل میں اللہ کا نام نقش کر دے۔

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جس کے والدین مسلمان نہیں تھے۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی چونکہ والدین کی طرف سے ظلم و زیادتی کا خطرہ تھا۔ اس لئے آپ نے اس سے وعدہ فرمایا کہ مشکل وقت میں میں تیرے پاس ہوں گا۔ لڑکی گھر گئی۔ والدین نے اس کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا وہ نہ مانی آخر ایک مینار پر لے جا کر دھکا دینے کا پروگرام بنایا گیا۔ اپنا ایمان بچانے کیلئے مینار پر چڑھ رہی تھے اور چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

چواں پاسے نظر دوڑائی تے نظری کوئی نہ آیا
وعدہ مرشد کامل والا یاد دلے وچ آیا

چنانچہ والدین نے اپنی بیٹی کو مینارے سے گرایا اور مرشد کامل سینکڑوں میل دور بخارا سے چل کر آیا۔ مینارے کے نیچے آ کر دامن پھیلایا اور بچی کو بچایا اور جب بچی نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کب آئے تو آپ نے فرمایا "تو از مینارہ آمدی من از بخارا آمدم"

مرشد نے فرمایا بیٹی اللہ کرم کمایا
تو میناریوں تھلے آئی میں چل بخاریوں آیا

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی نور اللہ مرقدہ

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

آپ فرماتے ہیں میری ایک روحانی منزل رک گئی۔ بڑی کوشش کے باوجود جب مسئلہ حل نہ ہوا تو میں نے حضرت غوث اعظم اور حضرت بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہما کی ارواح سے مدد حاصل کی تو میری مشکل آسان ہو گئی۔

مولانا جامی بارگاہ شاہ نقشبند میں

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں برائے زیارت حاضر ہوئے تو دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ آپ کے اصطبل کے گھوڑوں کے سم بھی سونے چاندی سے مرصع ہیں۔ دل میں خیال پیدا ہوا جو کاغذ پر لکھ کر ایک مرید کو تھما دیا۔

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

وہ کیسا مرد ہے جو دنیا کو محبوب رکھتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کاغذ کی دوسری طرف یہ جواب لکھا۔

اگر دارد برائے دوست دارد

اگر دنیا رکھتا بھی ہے تو محبوب کے لئے رکھتا ہے اور پھر سارا مال راہ خدا میں لٹا دیا۔

سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

نکتہ

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے بیٹھے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت دیر ہو گئی۔ رات کا اندھیرا ہر طرف چھا گیا' روشنی کا انتظام نہ تھا۔ اب انہوں نے گھر جانا تھا تو حضور ﷺ نے ایک چھڑی کو ہاتھ لگایا تو وہ روشن ہو گئی۔ جس کی روشنی میں

Scanned with CamScanner

چلنے لگے۔ آگے جا کر دونوں کے گھر مختلف سمتوں میں تھے۔ چنانچہ اس چھڑی کے ساتھ دوسرے نے چھڑی لگائی تو وہ بھی چمکنے لگی۔ اس سے علماء کرام نے ایک روحانی فیض رسانی کے مسئلہ کا یوں استنباط فرمایا ہے کہ صحابی نے یہ عمل کر کے بتا دیا کہ فیض سارا حضور ﷺ کا ہی ہے لیکن وہاں یہ بند نہیں ہو گیا بلکہ حضور ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور صحابہ سے آگے اسی طرح تا قیامت چلتا رہے گا۔ بشرطیکہ تعلق ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ کا ہاتھ خدا کے خزانوں میں ہے نہ خدا کے خزانے ختم ہوں نہ حضور ﷺ کی تقسیم ختم ہو۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی اپنی طاقت کا مظاہرہ فرمایا کبھی ابابیل پرندوں کے ذریعے، کبھی نمرود کے خلاف مچھر کے ذریعے جس نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کا دماغ درست کر دیا۔ معلوم ہوا کہ پرندوں کی نسبت اگر خدا کی طرف ہو تو ہاتھیوں پر غالب آ جائیں۔ مچھر کو خدائی طاقت مل جائے تو نمرود کا دماغ درست ہو جائے اور ولی اللہ کو اللہ اگر اپنی طاقت عطا کر دے تو وہ خلق خدا کے دل کیوں نہ بدل دیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

(اقبال)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز

(اقبال)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ایک مرتبہ اپنے مریدین کو فرمایا کہ چلو داتا صاحب حاضری دے آئیں۔ شرقپور شریف سے چل پڑے۔ جب بیگم کوٹ پہنچے تو وہاں ایک بزرگ ملے جن کے پاس بیٹھ کر کافی دیر باتیں کرتے رہے اور پھر وہ بزرگ لاہور کی طرف آ گئے اور میاں صاحب مریدین کو لے کر واپس شرقپور کی طرف چل پڑے۔ مریدین نے عرض کیا۔ حضور اتنا سفر کر کے داتا صاحب حاضری کے لئے یہاں تک آئے ہیں۔ آگے دربار

شریف زیادہ دور تو نہیں تھا پھر واپس ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا: بیلیو! (یہ آپ کا تکیہ کلام تھا یعنی دوستو) یہی بزرگ تو داتا صاحب تھے۔

حاضر و ناظر کا مسئلہ حل کر دیا

حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب شارح بخاری فیصل آباد والے فرماتے ہیں کہ میں شرقپور شریف میں پڑھتا تھا تو مجھے میاں صاحب کے ایک مرید نے بتایا کہ ایک وہابی عالم مسئلہ حاضر و ناظر کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی پلاؤ۔ جب پانی پیش کیا گیا تو منہ کو لگانے کی بجائے پیالے کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ آپ نے فرمایا: پیتے کیوں نہیں ہو؟ عرض کیا! پیوں کیسے مجھے تو اس میں مدینہ نظر آ رہا ہے۔ فرمایا: تو یہاں بیٹھ کر پیالے میں مدینہ دیکھ رہا ہے تو مدینہ والا وہاں رہ کر تمہیں نہیں دیکھ سکتا؟

لنگر کا انتظام ہو گیا

حضرت صوفی میاں محمد حیات ننکانہ والے بیان فرماتے تھے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بنے تو چند ہی دنوں میں زائرین کی کثرت کی وجہ سے لنگر کا آٹا ختم ہو گیا اور آپ پریشان ہو کر قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اپنے مریدین سنبھالئے مجھ سے یہ کام نہیں چلتا یہ کہہ کر باہر آئے تو پورا ایک ٹرک آٹے کا بھرا ہوا کھڑا تھا کہ فلاں مرید نے بھیجا ہے۔

ایسے ہی کہہ دے

آپ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور تین بار فرمایا بیلیا! ایویں ای آکھ دے بعد میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ شرقپور میں ایک چوڑھا مر گیا ہے۔ قبر میں اس سے فرشتے پوچھ رہے تھے۔ من ربك تیرا رب کون ہے تو وہ جواب میں کہہ رہا تھا میں تو میاں شیر محمد کے شہر کا ہوں تو میں نے کہا: بیلیا! ایویں ای کہہ دے۔

تجھے حسن کا نور بنا دوں؟

حضرت سید نور الحسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوبصورت، بڑی بڑی مونچھیں اور شیعوں کے بہت بڑے ذاکر تھے۔ شرقپور میں مجلس پڑھنے آئے تو میاں صاحب بازار میں ملے۔ آپ نے مونچھ کو پکڑ کر فرمایا کیا نام ہے تیرا۔ عرض کیا نور الحسن۔ فرمایا: تینوں حسن دا نور

Scanned with CamScanner

بنا دیواں۔ بس ایک ہی جملے نے انقلاب پیدا کر دیا اور سب کچھ بھول کر میاں صاحب ہی کے ہو کر رہ گئے۔

اولیاء کا یہ تصرف ہے تو نجدی دیکھ لے
ان کے در پر بے ادب گستاخ رہ سکتا نہیں

میں محمد کا بابو ہوں

ریل گاڑی میں سکھ گارڈ تھا۔ آپ اس کے ڈبے میں چڑھ گئے۔ اس نے کہا: بابا اتر جا یہ بابو کا ڈبہ ہے۔ فرمایا: میں بھی بابو ہوں۔ اس نے کہا: مذاق نہ کر۔ فرمایا: تو حکومت کا بابو ہے میں مدینے والے کا بابو ہوں۔ اس نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ عرض کیا مجھے بھی کلمہ پڑھا دیں۔ کلمہ پڑھایا تو اس نے کہا میں اب آپ کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جیب سے قینچی نکال کر اس کا جوڑا کاٹا، داڑھی سیٹ کر کے فرمایا۔ نوکری کرتا رہ اب تو ہمارا ہی ہے۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر — شریک زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

والحمد للہ ربّ العالمین۔

خطباتِ اویسیہ ۴

عیدین، جمعہ، نکاح

مصنف
عمدۃ المفسرین شیخ القرآن حضرت علامہ
محمد فیض احمد اویسی

باہتمام
عطاء الرسول اویسی رضوی
سید منصور شاہ بریلوی

ناشر
اکبر بک سیلرز ۴۰ اردو بازار لاہور

Scanned with CamScanner